سیرت حبیب ﷺ

مؤلفہ فضل احمد عارف

مکتبہ رشیدیہ لاہور

الحمد للہ مطالعہ طور اول 3 ذی الحجہ [illegible] نقش ثانی جنید [illegible] تمام کیا

Marfat.com

سیرتِ جُنید رحمہ اللہ

جس میں

سیّدالطائفہ ابُوالقاسم جُنید بغدادی رحمہ اللہ

کے

سوانح و افکار

علامہ فضل احمد عارف

مکتبۂ رشیدیہ لمیٹڈ ۲۲-اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

Marfat.com

نام کتاب ——— سیرت جنیدؒ

مصنف ——— فضل احمد عارف۔ ایم اے

ناشر ——— مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور

مطبع ——— کنول آرٹ پریس لاہور

قیمت ——— 2/- [redacted] روپے

صفحات ——— ۲۹۸

تعداد ——— ۱۱۰۰

بار اوّل۔ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ، مئی ۱۹۷۵ء

Marfat.com

تعارفِ مصنّف

نام ———— فضل احمد عارف

تعلیم ———— ایم اے (عربی) ایم اے (اسلامیات)

تصنیفات و تالیفات : ۱۔ فلسفۂ دُعا

۲۔ حکمتِ استخارہ

۳۔ حقیقتِ رمضان

۴۔ انوارِ بُردہ

۵۔ سیرت بایزیدؒ

۶۔ سیرت سلمانؓ (زیرِ طبع)

۷۔ سعادۃ العباد (زیرِ طبع)
(شرح بانت سعاد)

مستقل پتہ ———— ۲۴۶۔ شمس آباد کالونی۔ ملتان شہر

Marfat.com

اِنتساب

اپنے والد مرحوم

حاجی حافظ اللہ بخش ڈھڈھی

کے نام

اس دُعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین

اگر سیاہ دلم، داغِ لالہ زارِ تو ام
وگر کشادہ جبینم، گلِ بہارِ تو ام

Marfat.com

فہرست مندرجات

عرضِ مؤلف ۳

مقدمہ ۱۱ پروفیسر مولانا محمد ایوب قادری (کراچی)

باب اوّل —— حالات و واقعات

ابتدائی و خاندانی حالات ص ۲۳ اجداد کا وطن و مذہب ص ۲۳ خانوادہ جنید کا ترکِ وطن ص ۲۴ ولادتِ باسعادت ص ۲۴

بچپن و لڑکپن

حقیقتِ شکر پر اظہارِ خیال ص ۲۵ لڑکپن اور واقعۂ زکوٰۃ ص ۲۶ نوعمری اور واقعہ شب خیزی ص ۲۷

تعلیم و تربیت

سازگار ماحول ص ۲۸ حفظ قرآن اور مکتبی تعلیم ص ۲۹ بیعتِ توبہ ص ۲۹ درسِ حدیث ص ۳۰ تحصیل علم فقہ ص ۳۰ تصوف و طریقت کی تعلیم و تربیت ص ۳۰ شیوخ سے کیا کچھ حاصل کیا؟ ص ۳۲

اساتذہ و شیوخ

(۱) حضرت سری سقطیؒ ص ۳۳ (۲) حضرت حارث المحاسبیؒ ص ۳۶ (۳) حضرت محمد بن علی القصابؒ ص ۳۷ (۴) حضرت ابوثور الکلبیؒ ص ۳۸ (۵) حضرت سفیان ثوریؒ ص ۳۸ (۶) حضرت ابو جعفر الحدادؒ ص ۳۹ (۷) حضرت ابن الکرنبیؒ ص ۳۹ (۸) حضرت حسن بن عرفہؒ ص ۴۰ (۹) حضرت ابو احمد الکلانسیؒ ص ۴۱ (۱۰) حضرت ابوبکر القنطریؒ ص ۴۱ (۱۱) حضرت حسن المسوحیؒ ص ۴۲ (۱۲) حضرت محمد بن منصور طوسیؒ ص ۴۲ (۱۳) حضرت ابو حاتم العطارؒ ص ۴۳ (۱۴) حضرت ابو یعقوب الزیاتؒ ص ۴۳

جنید بائیس کا وعظ اوّلیں

تکمیلِ طریقت ص ۴۴ وعظ پر لوگوں کا اصرار ص ۴۴ لوگوں کا جوش و خروش ص ۴۴ وعظ پر تاثیر اور خطبۂ بے نظیر ص ۴۵ امتحان و آزمائش ص ۴۵ نصرانی کا قبول اسلام ص ۴۵ کشف و کرامات ص ۴۶ مواعظ کی اثر آفرینی ص ۴۶

قیامِ حجاز کے واقعات

بچپن کا سفر ص ۴۷ خطاب تاج العارفین ص ۴۸

Marfat.com

صحبت مشائخ مدینہ صـ۴۹ متفرق واقعات صـ۴۹

سرحدِ روم پر محاذِ جنگ کے واقعات

زندہ درع کا انعام صـ۵۰ سعید رشید صـ۵۱

ہمعصر مشائخ سے تعلقات

مشائخ بغداد صـ۵۲ مشائخ نیشاپور صـ۵۴
مشائخ شام صـ۵۳ مشائخ بصرہ صـ۵۳
مشائخ سلسلۂ طیفوریہ صـ۵۴

بغداد میں مصروفیات

تجارت و عبادت صـ۵۵ درس و تدریس صـ۵۶
دعوت و ارشاد صـ۵۶ خط و کتابت صـ۵۷
تدبیرِ منزل اور تربیت نسل صـ۵۸

معاندین کی مخالفت و مخاصمت صـ۵۸

وفات اور وصال

بستر مرگ پر نماز صـ۶۰ تلاوت قرآن صـ۶۰
ورد و وظیفہ صـ۶۱ وصیتیں صـ۶۱ تلقین کلمہ
شہادت صـ۶۲ سجدہ ریزی اور گریہ زاری صـ۶۲
تاریخ وفات صـ۶۳ قطعہ تاریخ وفات صـ۶۳
غسل و کفن صـ۶۳ نماز جنازہ صـ۶۳ حضور نبی کریم
کی روحانی شرکت جنازہ صـ۶۴ مدفن مبارک صـ

سوداروں و ... صـ۶۴ مرتبۂ مجذوب صـ۶۵
نکیرین سے سوال و جواب صـ۶۵ آخرت میں کیا
کام آیا؟ صـ۶۶

باب دوم —— علم و عمل

تبحر علمی صـ۶۹

استحضارِ قرآن صـ۶۹ فہم قرآن صـ۶۹ تفقہ
فی القرآن صـ۶۹ قرآنی مذاکرے صـ۷۲ کتابتِ
حدیث صـ۷۳ روایتِ حدیث صـ۷۴ علم فقہ
صـ۷۵ علم تصوف و طریقت صـ۷۷ علم لدنی
صـ۷۸ ذوقِ شعر و شاعری صـ۷۹ جامعیتِ
علوم صـ۸۲

حسنِ عمل

تلاوتِ قرآن صـ۸۳ قرآن پر عمل صـ۸۴ اتباعِ
سنت صـ۸۵ اقامتِ صلوٰۃ صـ۸۵ التزامِ روزہ
صـ۸۶ اہتمامِ حج صـ۸۶ عزمِ جہاد صـ۸۷ ادائیگی
نوافل صـ۸۸ قیام اللیل صـ۸۸ جہاد بالنفس صـ۸۹
ذکرِ الٰہی صـ۹۰ ورد و وظائف صـ۹۱ خدمتِ
خلق صـ۹۲

باب سوم —— عظمت و فضیلت

القاب و خطابات

Marfat.com

(۱) تاج العارفین صـ ۹۴ (۲) سید الطائفہ صـ ۹۴
(۳) امام الائمہ صـ ۹۴ (۴) طاؤس العلماء صـ ۹۵
(۵) طاؤس العبّاد صـ ۹۵ (۶) طاؤس الربّانیین
صـ ۹۵ (۷) علم الاولیا صـ ۹۵ (۸) لسان القوم صـ ۹۵
(۹) لسان التصوّف صـ ۹۵ (۱۰) قطب علوم لدُنیہ
صـ ۹۶ (۱۱) اعبد المشائخ صـ ۹۶ (۱۲) اعدل المشائخ
صـ ۹۶ (۱۳) سلطان المحققین صـ ۹۶ (۱۴) بہلوان
العارفین صـ ۹۷ (۱۵) سید الحکما والعارفین صـ ۹۷

ترجمہ و تعارف

قاضی ابن خلکان صاحب وفیات الاعیان صـ ۹۷
شیخ ابو عبد الرحمٰن السلمی صاحب طبقات الصوفیہ
صـ ۹۸ خواجہ عبد اللہ انصاری ہروی صاحب طبقات
الصوفیہ صـ ۹۸ امام ابو القاسم القشیری صاحب الرسالہ
القشیریہ صـ ۹۸ علامہ ابن تغری بردی صاحب النجوم
الزاہرہ صـ ۹۸ شیخ عبد الوہاب الشعرانی صاحب الطبقات
الکبریٰ صـ ۹۹ علامہ عبد الرحمٰن ابن الجوزی صاحب
المنتظم و صفۃ الصفوہ صـ ۹۹ شیخ تاج الدین السبکی
صاحب طبقات الشافعیہ صـ ۹۹ علامہ ابن اثیر
الجزری صاحب تاریخ الکامل صـ ۱۰۰ امام یافعی صاحب
مرآۃ الجنان صـ ۱۰۰ خطیب بغدادی صاحب
تاریخ بغداد صـ ۱۰۰ حافظ ابن کثیر صاحب البدایہ
والنہایہ صـ ۱۰۱ حضرت سید علی ہجویری صاحب
کشف المحجوب صـ ۱۰۱ شیخ فرید الدین عطار صاحب
تذکرۃ الاولیاء صـ ۱۰۲ مولانا عبد الرحمٰن جامی صاحب
نفحات الانس صـ ۱۰۳ شہزادہ دارا شکوہ صاحب
سفینۃ الاولیاء صـ ۱۰۴ خیر الدین زرکلی صاحب الاعلام
صـ ۱۰۴ شاہ شعیب فردوسی صاحب مناقب
الاصفیا صـ ۱۰۴ ڈاکٹر حسن منوچہر صاحب کارنامۂ
بزرگانِ ایران صـ ۱۰۵ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی
صاحب تقصار جیود الاحرار صـ ۱۰۵

مقامِ جنید در نگاہ مشائخ عظائم

(۱) حضرت سری سقطیؒ صـ ۱۰۶ (۲) حضرت ابو
جعفر الحدادؒ صـ ۱۰۶ (۳) حضرت ابو حفص الحداد
نیشاپوریؒ صـ ۱۰۷ (۴) حضرت ابو سعید الخرازؒ
صـ ۱۰۷ (۵) حضرت سہل تستریؒ صـ ۱۰۷ (۶) حضرت
ابو العباس بن مسروقؒ صـ ۱۰۸ (۷) حضرت رویمؒ
صـ ۱۰۹ (۸) حضرت ابن عطاؒ صـ ۱۰۸ (۹) حضرت
ابو بکر شبلیؒ صـ ۱۰۸ (۱۰) حضرت جعفر الخلدیؒ
صـ ۱۰۹ (۱۱) حضرت اسماعیل بن نجیدؒ صـ ۱۰۹ (۱۲)
حضرت ابو عبد اللہ بن خفیف صـ ۱۱۰ (۱۳) امام حجۃ الاسلام
غزالیؒ صـ ۱۱۰ (۱۴) حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ
صـ ۱۱۰ (۱۵) علامہ ابن الجوزیؒ صـ ۱۱۱ (۱۶) شیخ
زلالدین عطارؒ صـ ۱۱۱ (۱۷) شیخ ابن العربیؒ
صـ ۱۱۲ (۱۸) امام ابن تیمیہؒ صـ ۱۱۲ (۱۹) امام

Marfat.com

یافعیؒ ص۱۱۲ (۲۰) شیخ ابن العماد حنبلیؒ ص۱۱۳ (۲۱) حضرت ابن الاہدلؒ ص۱۱۳ (۲۲) حضرت الوعل البجاصی شیرازیؒ ص۱۱۳ (۲۳) امام عبدالوہاب الشعرانیؒ ص۱۱۴ (۲۴) شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ ص۱۱۴ (۲۵) شیخ احمد السلاویؒ ص۱۱۵ (۲۶) مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ص۱۱۵

معاصر ممتحنین کا اعترافِ عظمت

(۱) عبداللہ بن سعید بن کلابؒ ص۱۱۶ (۲) ابن شاہینؒ ص۱۱۷ (۳) ابن کیسان نحویؒ ص۱۱۸ (۴) ابن سریج فقیہؒ ص۱۱۸ (۵) ابوالقاسم کعبی ص۱۱۹

رویائے صادقہ

بارگاہِ رسالت میں فتویٰ نگاری ص۱۱۹ سیادتِ علم اور قیادتِ خلق ص۱۲۰ شیطان کا اعترافِ عجز ص۱۲۰

باب چہارم — انفرادیت و عبقریت

متقی متکلم اور باصفا صوفی ص۱۲۲ عالم شریعت اور شیخ طریقت ص۱۲۲ وسعتِ علم اور ثروتِ حال ص۱۲۳ سلامتیٔ افکار اور حسنِ کردار ص۱۲۳ صاحب قلم اور صاحبِ سیف ص۱۲۵ دنیا و دین کا امتزاج حسین ص۱۲۶ رہبانیت سے اجتناب؛ فطرتِ اسلام کا انتخاب ص۱۲۷ جامعیتِ علوم اور مہارتِ فنون ص۱۲۸ اصلاحِ تصوف اور تجدیدِ طریقت ص۱۲۸ صاحب

صحو اور مریدِ اہلِ سکر ص۱۳۰ فردیت اور قطب ارشاد ص۱۳۱ سلاسلِ طیبہ اور شخصیتِ مرکزیہ ص۱۳۲ بانیٔ تصوف اور موجد زبانِ تصوف ص۱۳۲ قلتِ کرامت اور کثرتِ استقامت ص۱۳۳ خود عظیم القدر اور معترفِ عظمتِ دیگراں ص۱۳۴ محقق اور صاحبِ نظر ص۱۳۵

باب پنجم — تربیت و ارشاد

حضرت جُنیدؒ کے اپنے مریدوں سے تعلقات

شفقت و محبت ص۱۳۹ خودداری کا تحفظ ص۱۳۹ احوال پر نظر ص۱۴۰ حکیمانہ اندازِ اصلاح ص۱۴۱ مدافعتِ مریدین ص۱۴۳

حضرت جُنیدؒ کی بحیثیت شیخ طریقت خصوصیات

کامل و اکمل شیخ ص۱۴۳ نگاہ کیمیا تاثیر ص۱۴۴ کشف و فراست ص۱۴۵ تربیتِ اہلِ سکر ص۱۴۶

تربیت اور افادہ خلائق کے ذرائع

دارالجنید ص۱۴۶ مسجد شونیزیہ ص۱۴۷ مکتوبات و مراسلات ص۱۴۸ رہنما کتاب سلوک ص۱۴۸

تربیت کی منزلِ اولیں کی شرائط

نرمی و شفقت ص۱۴۹ نیت کی پختگی و خلوص ص۱۴۹

Marfat.com

شرائط توبہ پوری کرنا ص۱۵۰ اجتناب سماع ص۱۵۰
یکسوئی ص۱۵۱ تجریدِ دُنیا ص۱۵۱

مُرید کو کن چیزوں سے بچنا چاہیے

غرورِ زہد اور زعمِ کمال ص۱۵۲ مرشد پر بداعتقادی ص۱۵۳ ترکِ عمل ص۱۵۳ فقر و طریقت کے تقاضوں سے عدمِ توجہ ص۱۵۴

باب ششم ۔ تصوّف و طریقت

تصوّفِ جنیدؒ کی خصوصیات

(۱) قرآن و سنّت پر بنیاد ص۱۵۶ (۲) عوام و خواص میں قبولِ عام ص۱۵۷ (۳) عقل و وجدان کا متوازن استعمال ص۱۵۸ (۴) جامعیت اور ہمہ گیری ص۱۵۸ (۵) مسائلِ تصوف پر حتمی رائے ص۱۵۹ (۶) مشائخ کی آرا کا حُسنِ انتخاب ص۱۶۰ (۷) خارجی اثرات سے محفوظ ص۱۶۰ (۸) اجزائے تصوّف ص۱۶۱
(۹) ذرائع تصوّف ص۱۶۲

تصوّفِ جُنید کا اہم موضوع ۔ تفہیمِ توحید

تیسری صدی کی روحِ عصر ص۱۶۲ تعریفِ توحید ص۱۶۲ فنا کے تین مدارج ص۱۶۳ بقا باللہ کی علامات ص۱۶۴ نازک مرحلہ ص۱۶۴ فنا اور بقا کی کیفیتِ حال ص۱۶۵ عہدِ میثاق کی طرف رجعت ص۱۶۵ نازک تر مرحلہ ص۱۶۶ توحید کی اکمل صورت ص۱۶۷

روحانی سلاسل اور حضرت جنیدؒ کی شانِ مرکزیت

(۱) سلاسلِ عشرہ ص۱۶۷ (۲) سلاسلِ اربعہ ص۱۶۸ (۳) سلسلۂ چشتیہ اور نقشبندیہ سے تعلق ص۱۷۲ (۴) برصغیر میں حضرتِ جنیدؒ سے فیض یاب چھوٹے سلسلے ص۱۷۵

طریقہ جنیدیہ کی مقبولیت اور ترقی ص۱۷۵

طریقہ جنیدیہ کے خدوخال

(۱) طریقۂ سلوک ص۱۷۸ (۲) تلقینِ ذکر ص۱۷۹ (۳) سلوک کے اصول ص۱۷۹ (۴) صحتِ سلوک کی شرائط ص۱۷۹ (۵) مدارجِ سلوک ص۱۸۰ (۶) اہمیتِ مراقبہ ص۱۸۰ (۷) سرکار دربار سے اجتناب ص۱۸۱ (۸) خدمتِ خلق ص۱۸۱ (۹) طہارتِ قلب اور اصلاحِ باطن ص۱۸۱ (۱۰) جنیدیہ کا لباس ص۱۸۲ (۱۱) فضیلتِ صحو ص۱۸۲ (۱۲) اکلِ حلال ص۱۸۳ (۱۳) خرقہ ص۱۸۴

باب ہفتم ۔ اصحاب و تلامذہ

(۱) حضرت ابوالحسین نوریؒ ص۱۸۶ (۲) حضرت ابوبکر شبلیؒ ص۱۸۸ (۳) حضرت ابومحمد جریریؒ ص۱۹۰ (۴) حضرت رویم بن احمدؒ ص۱۹۰ (۵) حضرت ابو علی روذباریؒ ص۱۹۱ (۶) حضرت ابن عطا آدمیؒ ص۱۹۱

Marfat.com

(۷) حضرت جعفر خلدیؒ ص۱۹۲ (۸) حضرت مرتعش نیشاپوریؒ ص۱۹۲ (۹) حضرت ممشاد دینوریؒ ص۱۹۴ (۱۰) حضرت ابو عبداللہ بن الجلاءؒ ص۱۹۴ (۱۱) حضرت ابو یعقوب نہر جوریؒ ص۱۹۵ (۱۲) حضرت ابوبکر کتانیؒ ص۱۹۵ (۱۳) حضرت ابوالحسن مزینؒ ص۱۹۶ (۱۴) حضرت ابو عمرو انماطیؒ ص۱۹۷ (۱۵) حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ ص۱۹۷ (۱۶) حضرت علی بن بندار صیرفیؒ ص۱۹۷ (۱۷) حضرت فارس بن عیسیٰ صوفیؒ ص۱۹۸ (۱۸) حضرت ابوالحسن سیروانیؒ ص۱۹۸ (۱۹) حضرت ابن زیریؒ ص۱۹۸ (۲۰) حضرت ابوبکر بن ابی سعدانؒ ص۱۹۸ (۲۱) حضرت ابوسعید بن اعرابیؒ ص۱۹۹ (۲۲) حضرت ابو جعفر سعید بن ترکانؒ ص۲۰۰ (۲۳) حضرت ابوالحسن علی بن زرکانؒ ص۲۰۰ (۲۴) حضرت ابوبکر واسطیؒ ص۲۰۰ (۲۵) حضرت ابراہیم بن سولدؒ ص۲۰۰ (۲۶) حضرت بنان بن محمد حمالؒ ص۲۰۱ (۲۷) حضرت محمد بن علیان نسویؒ ص۲۰۱ (۲۸) حضرت ابوبکر دقاقؒ ص۲۰۱ (۲۹) حضرت ابو محمد شعرانی ص۲۰۱ (۳۰) حضرت ابو عمرو زجاجیؒ ص۲۰۲ (۳۱) حضرت ابراہیم بن فاتکؒ ص۲۰۲ (۳۲) حضرت ابو عمرو بن علوان ص۲۰۳ (۳۳) حضرت ابوالحسین بن ہند فارسیؒ ص۲۰۳ (۳۴) حضرت کہمس بن حسین ہمدانیؒ ص۲۰۳ (۳۵) حضرت زیاد الکبیر ہمدانیؒ ص۲۰۳ (۳۶) حضرت ثابت الخیار رازیؒ ص۲۰۳ (۳۷) حضرت ابوبکر عطوفیؒ ص۲۰۴ (۳۸) حضرت ابوبکر کسائی دینوریؒ ص۲۰۴ (۳۹) حضرت غیلان سمرقندیؒ ص۲۰۴ (۴۰) حضرت ابو جعفر حفارؒ ص۲۰۵ (۴۱) حضرت ابوالحسین مالکیؒ ص۲۰۵ (۴۲) حضرت ابوالخیر اقطع تیناتیؒ ص۲۰۵ (۴۳) حضرت ابوطالب خزرج بن علیؒ ص۲۰۵ (۴۴) حضرت ابوالقاسم قصریؒ ص۲۰۶ (۴۵) حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن ثابتؒ ص۲۰۶

باب ہشتم ـ تصنیفات و ملفوظات

ا ـ کتب

(۱) امثال القرآن ص۲۰۸ (۲) تصحیح الارادہ ص۲۰۸ (۳) کتاب المناجات ص۲۰۸ (۴) شرح شطحیات ابی یزید بسطامیؒ ص۲۱۰ (۵) منتخب الاسرار ص۲۱۰ (۶) العمدہ ص۲۱۰ (۷) قصیدہ فی التصرف ـ ص۲۱۱ (۸) دوار الارواح ص۲۱۱

ب ـ رسائل

(۹) رسالہ فی تکذیب الرویت ص۲۱۱ (۱۰) رسالہ دواء التفریط ص۲۱۲ (۱۱) رسالہ فی مسائل الشامیین ص۲۱۲

ج ـ رسائل و ملفوظات در مخطوطہ استنبول

(۱۲) کتاب الفنا ص۲۱۳ (۱۳) کتاب المیثاق ص۲۱۳ (۱۴) کتاب الالوہیۃ ص۲۱۳ (۱۵) کتاب فی الفرق بین الاخلاص والصدق ص۲۱۳ (۱۶) کتاب آداب المفتقر

Marfat.com

ن. نہ ص ۲۱۳ (۱۷) باب آخر فی التوحید ص ۲۱۲
(۱۸) مسائلِ ستہ ص ۲۱۳ (۱۹) آخر مسئلہ فی التوحید
ص ۲۱۳

د۔ مکتوبات در مخطوطۂ استنبول

(۲۰) مکتوب بنام حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ ص ۲۱۴
(۲۱) مکتوب بنام حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ ص ۲۱۴
(۲۲) مکتوب بنام حضرت ابوبکر کسائیؒ ص ۲۱۴ (۲۳)
مکتوب بنام حضرت یوسف بن حسین رازیؒ ص ۲۱۵ (۲۴)
مکتوب بنام یکے از برادرانِ طریقت ص ۲۱۵ (۲۵)
مکتوب دیگر بنام یکے از برادرانِ طریقت ص ۲۱۵ (۲۶)
مکتوب بنام حضرت العباس دینوریؒ ص ۲۱۵ (۲۷) مکتوب
بنام حضرت ابواسحاق مارستانیؒ ص ۲۱۵ (۲۸) مکتوب
دیگر بنام حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ ص ۲۱۵

۵۔ مجموعۂ اقوال

(۲۹) المتفرقات الماثورہ ص ۲۱۶ (۳۰) شرحِ اقوال
جنید بغدادیؒ ص ۲۱۶ کتب منسوبہ ص ۲۱۷

باب نہم — اقوال و احوال

تفسیری نکات

ھون (عجز و نیاز) کی تفسیر ص ۲۲۰ التوسمین کی تفسیر
ص ۲۲۰ اسوۂ حسنہ کی تفسیر ص ۲۲۱ وجدک ضالاً
کی تفسیر ص ۲۲۱ صبر و توکل کی تشریح ص ۲۲۲
سنقرئک فلا تنسیٰ کی تفسیر ص ۲۲۲ خلقِ عظیم کی
تفسیر ص ۲۲۱ لما یحییکم کی تفسیر ص ۲۲۳

تشریحِ احادیث

انا سید ولد آدم ولا فخر کی شرح ص ۲۲۳ واقعہ
زینبؓ کی توجیہ ص ۲۲۴ سو بار استغفار کی توجیہ
ص ۲۲۴ مشی فی الھواء کی حقیقت ص ۲۲۵ شرح
حدیث توکل ص ۲۲۵ محبت کیسے انسان کو اندھا
کر دیتی ہے؟ ص ۲۲۶

ایمان و یقین

تعریف ایمان ص ۲۲۶ تعریف یقین ص ۲۲۷
حق الیقین ص ۲۲۷ توحید ص ۲۲۷ توحید کا ایک
اہم تقاضا ص ۲۲۹ مقامِ نبوت ص ۲۳۰ عصمتِ
انبیاءؑ ص ۲۳۰ آخرت ص ۲۳۱

اعمالِ صالح

دانشمندی کا اولین تقاضا ص ۲۳۱ طاعت خداوندی
ص ۲۳۲ نماز ص ۲۳۲ روزہ ص ۲۳۳ حج ص ۲۳۴
زکاۃِ علم ص ۲۳۷ صدقہ و خیرات ص ۲۳۷

اظہارِ عبودیت

حریت ص ۲۳۷ کمالِ عبودیت ص ۲۳۸ طاعت
بے ریا ص ۲۳۸ دعا ص ۲۳۹ مناجات ص ۲۴۱

Marfat.com

اخلاقِ حسنہ

اخلاق ص۲۴۱ محبت و شفقت ص۲۴۲ خلوص و خیر خواہی ص۲۴۲ ہمدردی و غمخواری ص۲۴۳ خوش خلقی و خندہ روئی ص۲۴۴ مروت و دوستداری ص۲۴۴ تواضع و انکسار ص۲۴۵

اخلاقِ باطنہ

تقویٰ و خشیت ص۲۴۶ خشوع و خضوع ص۲۴۷ قناعت و استغنا ص۲۴۷ صبر و استقامت ص۲۴۷

تزکیہ نفس و تطہیر قلب

توبہ و انابت ص۲۴۸ مخالفتِ نفس ص۲۴۸ زہدِ دنیا ص۲۵۰ فقر سراپا فخر ص۲۵۰ خلوت و عزلت ص۲۵۱ اکلِ حلال ص۲۵۲

عشقِ الٰہی

عشقِ الٰہی کی تعریف ص۲۵۲ عشقِ الٰہی کے تقاضے ص۲۵۳ اقسامِ محبین ص۲۵۴ عاشق کے اوقاتِ تاسف ص۲۵۴ فضیلتِ محبتِ الٰہی ص۲۵۴ ثمرہ محبتِ الٰہی ص۲۵۵ رضائے محبت ص۲۵۵ وجد عند الموت ص۲۵۵ عین المحبت ص۲۵۶

حضرت جنیدؒ کا مصاحبِ جنت ص۲۵۶ صدق ص۲۵۷ اخلاص ص۲۵۸ حیا ص۲۵۹ وصل ص۲۶۰ اُنس ص۲۶۰ قربِ الٰہی ص۲۶۰ مشاہدہ ص۲۶۰ توکّل ص۲۶۱ توجہ الی اللہ ص۲۶۱ ذکر ص۲۶۲ شکر ص۲۶۳ تسلیم و رضا ص۲۶۴

مقاماتِ تصوّف

تصوّف ص۲۶۵ صوفیاء ص۲۶۶ معرفت ص۲۶۶ عارف ص۲۶۷ ولی اور ولایت ص۲۶۸ فتی اور فتوت ص۲۶۹

مسائلِ تصوّف

کشف و کرامات ص۲۷۰ سماع و سرود ص۲۷۱

اصطلاحاتِ تصوّف

احوال ص۲۷۲ مقامات ص۲۷۳ خواطر ص۲۷۴ ظرف ص۲۷۵ وجد ص۲۷۵ غیاب و حضور ص۲۷۶ فنا و بقا ص۲۷۶ تجرید و تفرید ص۲۷۶ قبض و بسط ص۲۷۷ سکوت و تکلم ص۲۷۷ مرید و مراد ص۲۷۸ حجاباتِ قلب ص۲۷۸

آداب

آدابِ جواب ص۲۷۸ آدابِ وعظ ص۲۷۸ آداب

Marfat.com

تدریس صـ ۲۷۹ آدابِ کسب صـ ۲۷۹ آداب
نذرانہ صـ ۲۷۹

متفرق

مصاحبت کے لائق لوگ صـ ۲۸۰ حقیقتِ روح
صـ ۲۸۰ ہلاکت کے دو سبب صـ ۲۸۰ عوارضِ جسمانی
اور امراضِ روحانی صـ ۲۸۱ علمائے حق کی نشانیاں
صـ ۲۸۱ علمائے سو کی کارستانیاں صـ ۲۸۲ کثرتِ
علم اور کثرتِ آفات صـ ۲۸۲ وسعتِ ظرف
صـ ۲۸۲ کریم کون ہے؟ صـ ۲۸۳ ستر اعضا صـ ۲۸۳
اہمیتِ وقت صـ ۲۸۳ تقاضائے عقل صـ ۲۸۳
سَارِعُوا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ صـ ۲۸۴

ماخذ و مصادر صـ ۲۸۶
فہرست اعلام و اماکن صـ ۲۹۰

Marfat.com

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تیسری صدی ہجری کا نصف آخر ایسا دور ہے جس میں خلافتِ عباسیہ روبزوال تھی۔ سیاسی اور مذہبی میدانوں میں نت نئے فتنے جنم لے رہے تھے۔ دولت کی ریل پیل ملتِ اسلامیہ کے لئے سخت آزمائش کا باعث بن گئی تھی۔ سیم وزر کے روپہلے اور سنہری ناگ ایمان وایقان کو نگلتے جا رہے تھے۔ ایثار کا فقدان اور خود غرضی کا دور دورہ تھا۔ امراء اور عمائدینِ حکومت فرائض سے غافل اور عیش وعشرت میں منہمک تھے۔ راگ ورنگ کی محفلیں آراستہ اور جام وسبو گردش میں تھے۔ وارثانِ علمِ نبوت میں خوئے دلنوازی نہ رہی تھی اور ان کے ہاں اخلاصِ عمل مفقود تھا۔ طلاقتِ لسانی اور محض مستیٔ گفتار پر ان کا زور تھا خانقاہوں میں تزکیۂ نفوس اور تطہیرِ قلوب کی جگہ بس مستیٔ احوال اور شطحیات کی تکرار تھی۔ یونانی فلاسفہ کے اجنبی افکار اس سرزمین میں اپنے برگ وبار لا رہے تھے۔ معتزلہ فکر ونظر کے سرچشموں پر ہنوز قبضہ جمائے بیٹھے تھے۔

اتنے میں ایک اور فتنے نے سر اٹھایا اور یہ باطنیہ کی نمود تھی۔ باطنی داعیوں نے بڑی عیاری کے ساتھ صوفیہ کا لباس پہن کر دامِ ہمرنگِ زمین بچھایا اور مسلمانوں کے عقائد وایمان اور اعمال واحسان پر درپردہ یورش کردی۔ ان کے اثر ونفوذ نے بالآخر الحاد ونفاق، فساد وافتراق اور اباحیت اور تمزاج کو فروغ دیا۔ انہوں نے مسلّماتِ دین کو تاویل کی سان پر چڑھا کر شریعت وطریقت میں ایسی تفریق پیدا کر دی کہ ان میں بُعد المشرقین ہو گیا۔

ابتلاء وآزمائش کے اس نازک دور میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی منصۂ شہود پر آئے۔ کتاب وسنت کے علوم کی تحصیل وتکمیل اور فقہ واجتہاد میں مہارت حاصل کر لینے کے بعد انہوں نے تصوف وطریقت کی مسند کو زینت بخشی۔ ایک طرف درس وتدریس اور وعظ وتذکیر کے ذریعے خلقِ خدا کو فیضیاب کیا دوسری طرف سالکانِ راہ طریقت کی تزکیۂ نفوس اور تطہیر قلوب کے سلسلے میں رہنمائی فرمائی۔ انہوں نے

Marfat.com

علم و عمل سے تلافی سیئات اور تکمیلِ حسنات کی دعوت دی اور فواحش و منکرات سے اجتناب کی تلقین کی ان کے ہاں ایمان باللہ کی جلوہ تابانیاں بھی تھیں اور کفر بالطاغوت کی قہرمانیاں بھی۔ وہ شریعت و طریقت کے جامع، علم و عمل کے مجمع البحرین اور عہد آفرین شخصیت تھے۔ ان کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا کہ انہوں نے شریعت و طریقت کی ثنویت پر کاری ضرب لگا کر باطنیہ کے سیلِ بلا کے سامنے بند باندھ دیا۔ دلائل قاہرہ اور براہین قاطعہ کے ساتھ علم ظاہر کی علم باطن پر برتری کو ثابت کیا اور کتاب و سنت اور دین و شریعت ہی کو اساسِ روحانیت، امتیازِ تصوف اور معیارِ ولایت قرار دیا۔ تصوف و طریقت کی تجدید و اصلاح کے سلسلے میں ان کی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ جس طرح تیسری صدی میں محدثین عظامؒ نے جمع و تدوینِ حدیث کا مقدس فریضہ سرانجام دے کر سنتِ نبویؐ کو محفوظ کر دیا تھا اسی طرح حضرت جنیدؒ نے تصوف کے اصول و مبادی کو منضبط کر کے اس چشمۂ صافی کو کدورتوں سے پاک رکھنے کی پرخلوص کوشش کی۔ صوفیہ کو صحو (بحالئ ہوش) کی راہ دکھا کر ان پر انہوں نے احسان عظیم کیا اور انہیں دعاوی و شطحیات سے بچا لیا۔ انہوں نے غیبت پر حضور اور معرفت پر علم کو ترجیح دی اور اس طرح دنیائے تصوف میں رونما ہونے والی کئی خرابیوں کا سدِّ باب کر دیا۔ مزید انہوں نے اس حقیقت کو خوب اجاگر کیا کہ ولایت، کشف و کرامات کا نام نہیں بلکہ اس کا راز استقامت اور پابندئ شریعت میں مضمر ہے۔ ان کے ہاں زندگی سراپا جہد و عمل تھی اور طریقت اخلاصِ عمل اور اتباعِ سنت کے سوا اور کچھ نہیں۔ ان کے زمانے میں بعض صوفیائے خام کی یہ خام خیالی تھی کہ یقین و معرفت کی منزل پر پہنچ کر اعمالِ صالحہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ حضرت جنیدؒ نے اس اندازِ فکر کو سراسر جہالت و ضلالت قرار دیا اور فرمایا کہ اعمالِ صالحہ کے بغیر روحانی ترقی کا تصور تک ممکن نہیں۔ حضرت جنیدؒ کو تجدیدی کارناموں کے ساتھ ساتھ یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ علماء و مشائخ میں یکساں مقبول، طریقت کے مسلّمہ قطبِ ارشاد اور متعدد روحانی سلسلوں کے مرکزی پیشوا ہیں۔ ان کا حلقۂ ارادت وسیع اور منتخب روزگار افراد پر مشتمل تھا۔ ان کا روحانی فیض ہمیشہ قادری اور سہروردی بزرگوں کی وساطت سے اکنافِ عالم میں پھیلتا رہا ہے اور پھیلتا رہے گا۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا نام اور کام بلاشبہ شہرتِ دوام رکھتا ہے۔ انہوں نے اسلام کی بڑی خدمات سرانجام دی ہیں جن کے لئے عالمِ اسلام ہمیشہ ان کے زیرِ بارِ احسان رہے گا لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اس یکتائے روزگار اور جامع کمالات ہستی کے سوانح و افکار پر اب تک کوئی جامع اور مبسوط کتاب نہیں

Marfat.com

لکھی گئی۔ ے دے کر انگریزی زبان میں پروفیسر آربری کے چند مقالات یا ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر مصری کی ایک کتاب ہے جو سیرت و سوانح سے زیادہ ان کے رسائل کا ترجمہ و تعارف اور تحلیل و تجزیہ ہے۔ اس ضرورت کے پیشِ نظر سیرتِ بایزیدؒ کی اشاعت کے بعد میری تمام تر توجہات کا مرکز حضرت جنیدؒ کی ذات قدسی صفات رہی ہے۔ مختلف تذکروں اور کتابوں میں بکھرے ہوئے مواد و لوازمہ کو یکجا کرنا اور ترتیب دینا توفیقِ الٰہی کے بغیر ممکن نہ تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس ذاتِ حق نے میری دستگیری فرمائی اور میں سیرتِ جنیدؒ کو قارئین کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہوا۔ کتاب کی تالیف و ترتیب میں تحقیق کی نہج نو اور اسلوبِ جدید کو پیشِ نظر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ خدا کرے کہ میری یہ سعی مشکور ہو اور خلق خدا کے لئے مفید ثابت ہو۔

کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے اور اس میں حضرت جنیدؒ کی شخصیت پورے خدوخال کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ ان ابواب میں ان کے حالات و واقعات، علم و عمل، عظمت و فضیلت، انفرادیت و عبقریت، تصوف و طریقت بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ مزید برآں انہی ابواب میں ان کے اصحاب و تلامذہ، تالیفات و ملفوظات، اور اقوال و احوال کا تذکرۂ جمیل بھی موجود ہے۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں پروفیسر مولانا محمد ایوب قادری (کراچی) کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے نہ صرف کتاب پر مقدمہ تحریر فرما کر میری حوصلہ افزائی کی بلکہ مفید مشوروں سے بھی نوازا۔

آخر میں اللہ تعالٰے سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے اولیائے کرام کی سچی محبت عطا فرمائے اور ان کی صحیح تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین

محتاجِ دعا

فضل احمد عارف

۲/۲۴۶ شمس آباد کالونی، ملتان

۷ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ

Marfat.com

مقدمہ

◎

از پروفیسر محمد ایوب قادری، گورنمنٹ اردو کالج کراچی

◎

قرآن کریم میں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا گیا ہے۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ○ | آپ لوگوں کو کتاب کی تعلیم اور حکمت سکھلاتے ہیں اور ان کا تزکیہ فرماتے ہیں۔

آپ کی رحلت کے بعد اس فریضہ کی انجام دہی صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین نے انجام دی۔ دوسری صدی ہجری کے اواخر تک تبع تابعین کا مبارک عہد رہا اس کے بعد صلحائے امت اور علمائے حق نے اس کام کو جاری رکھا اور اولیاء اللہ کا ایک مقدس گروہ پیدا ہو گیا جس نے لوگوں کے خیالات اور اعمال میں اخلاص پیدا کرنے اور اس کے قائم رکھنے کی تعلیم دی۔ تبع تابعین کے دور تک اسلام پر دوسرے ادیان اور علوم و افکار کا اثر بہت کم پڑا تھا اس لئے اس وقت اسلامی تعلیمات نہایت سادہ طریقے سے دی جاتی تھیں۔ پھر اس تعلیم کے ساتھ ساتھ اس دور کے لوگوں کی زندگیاں اور ان کے اخلاق بھی ایسے تھے کہ تعلیم سے زیادہ ان کی شخصیتیں دوسروں پر اثر ڈالتی تھیں۔ لیکن مامون الرشید کے زمانے سے یونانی علوم، ہندی ویدانت اور ایرانی تفکر کی اشاعت شروع ہوئی۔ اعتزال کا آغاز ہوا، فلسفہ نے مذہب پر اپنا اثر ڈالنا شروع کیا۔ بعض نئی تحریکیں جیسے قرامطہ و باطنیہ وغیرہ عجیب و غریب اصطلاحوں کو کام میں لا کر لوگوں نے اپنی نبوت و الوہیت کو بہت سے سادہ لوحوں سے منوایا اور ان کو اس طرح گمراہ کیا کہ وہ ان کے کید کو نہ سمجھ سکے اور ان کے دام تزویر میں پھنس گئے لطف یہ کہ ان تحریکوں کے بانی بظاہر نہایت دیندار اور عبادت گزار تھے چنانچہ "فتنہ قرامطہ" کے عنوان کے تحت طبری نے لکھا ہے

"اسی سال (۲۷۸ھ) ایک قوم کی حرکت کی خبریں آئیں جو کہ کوفہ کے دیہات میں "القرامطہ" کے نام سے مشہور تھے ان کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ایک شخص خوزستان

Marfat.com

سے کوفہ کے دیہات میں آیا اور ایک مقام پر جس کا نام "النہرین" تھا قیام کیا وہ زہد اور تنگدستی ظاہر کرتا تھا، کھجور کے پتے بنتا تھا۔ اپنی کمائی سے کھاتا تھا اور نماز بکثرت پڑھتا تھا اسی حالت میں ایک مدت تک قائم رہا......وغیرہ"

جب اس کی ان باتوں سے لوگ متاثر ہونے لگے تو اس کی شریعت کا اعلان کیا گیا جس کے بعض رکن یہ ہیں۔

"نماز چار رکعت ہے دو رکعت قبل طلوع آفتاب اور دو رکعت قبل غروب"

ہر نماز کی اذان یہ ہے۔

"اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ (دو مرتبہ) اشھد ان آدم رسول اللہ، اشھد ان نوحاً رسول اللہ، اشھد ان ابراھیم رسول اللہ، اشھد ان موسیٰ رسول اللہ، اشھد ان عیسیٰ رسول اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، واشھد ان محمد بن احمد الحنفیہ رسول اللہ"

"ہر رکعت میں استفتاح پڑھا جائے جو ان چیزوں میں سے ہے کہ محمد بن احمد الحنفیہ پر نازل کی گئی ہیں۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف ہے، حج بیت المقدس کا ہے، جمعہ دوشنبے کو ہے جس میں کوئی عمل نہ کیا جائے"۔

"روزہ سال میں دو دن ہے۔ مہرجان (ایرانیوں کی عید) اور نوروز کو، نبیذ حرام ہے اور شراب حلال ہے، جنابت کے لئے غسل نہیں ہے ایسا ہی وضو ہے جیسا نماز کے لئے ہے"۔

جس تحریک کی ابتداء اس معصومانہ طریقہ سے ہوئی اس نے چند ہی سال میں جو فتنے کھڑے کئے ان کے ذکر سے تاریخ اسلام کے صفحے بھرے ہوئے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ دینداری کے رنگ میں حسین بن منصور حلاج ظاہر ہوا۔ طبری اور مسعودی دونوں اس کے ہمعصر تھے۔ طبری اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ۔

"ایک جماعت اس سے نئے فتنے میں مبتلا ہو گئی"

اور مسعودی رقمطراز ہے:

Marfat.com

"اس کی نسبت جو مذہبی باتیں ہر جگہ بیان کی جا رہی تھیں ان کی وجہ سے وہ نہایت خطرناک تھا۔ اس کے متبعین اور پیروؤں کی تعداد بہت زیادہ تھی حلاّج تصوف اور الوہیت کی باتیں کرتا تھا۔"

یہی حسین بن منصور حلاج ہے جس نے بعد میں اولیاء اللہ کے زمرے میں جگہ پائی اور اس کے نعرۂ "انا الحق" نے انتہائی تقدس کا جامہ پہن لیا۔

یہ دو مثالیں بطور نمونہ پیش کر دی گئی ہیں ورنہ اور بھی کتنے فتنے تھے جو اس زمانے میں پیدا ہوئے وحید احمد (بدایونی) لکھتے ہیں۔

"عباسیوں نے جب عربوں کو برطرف کر دیا تو وہ اپنی فطری جہالت سے شور و شغب مچانے لگے [illegible] قرامطہ کے ساتھ ہو گئے بہیہ آفرید نے زردشتی تعلیم کو چمکایا۔ ابو مسلم نے اپنا نام اچھالا، شارک نے گل کھلایا، سفید جامگان نے شگوفہ چھوڑا۔ راوندیوں نے سر اٹھایا، علویوں نے شور مچایا، خارجیوں نے تماشہ دکھایا، الویدہ نے رنگ جمایا، رفع بن لیث نے ناچ نچایا۔" (اسلام مشرق میں ص۵۲)

ان ہی فتنوں کے خلاف علمائے حق اور صلحائے امت کی ایک جماعت کو کام کرنا پڑا ان ہی اخیار امت میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ قواریری کا نام نہایت نمایاں اور مہر و ماہ کی طرح روشن ہے۔

حضرت جنیدؒ ایرانی النسل تھے اور ان کا جدی وطن نہاوند تھا لیکن وہ خود بغداد میں پیدا ہوئے اس لئے بغدادی کہلائے ان کی ولادت تیسری صدی کے شروع میں ہوئی یہ مامون الرشید کا دورِ خلافت تھا۔ حضرت جنیدؒ کی والدہ نہایت نیک اور پارسا اور ان کے والد بھی دیندار اور پاک باطن بزرگ تھے لیکن سب سے زیادہ جس ہستی سے حضرت جنیدؒ کو علمی اور روحانی فیض حاصل ہوا وہ انکے ماموں حضرت ابوالحسن سری سقطی (م ۲۵۳ھ) تھے جن کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ شب بیدار اور صاحب دعوت و ارشاد بزرگ تھے رات کا بڑا حصہ یاد الٰہی اور عبادت میں گزر جاتا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنے فرائض میں شامل کر رکھا تھا ایسے بزرگ ماموں نے نہایت شفقت و محبت سے اپنے بھانجے کی تربیت کی۔ حضرت جنیدؒ کے اساتذہ میں حضرت سری سقطیؒ کے علاوہ، ابو عبداللہ ابراہیم بن خالد کلبی المعروف ابو ثور (م ۲۴۶ھ)،

Marfat.com

حارث المحاسبی (م ۲۴۳ھ) اور محمد بن علی القصاب (م ۲۷۵ھ) کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت جنید بغدادی جمیع علوم کے جامع اور دورِ اوّل کے نامور شیخِ طریقت تھے انہوں نے تصوّف کو مدوّن کیا۔ صوفیائے کرام میں ان کی حیثیت مجدد کی ہے وہ شریعت وطریقت کے جامع اور مرجع خلائق تھے انہوں نے رشد وہدایت کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ بزم طریقت کے ساتھ انہوں نے میدانِ رزم وجہاد کو بھی آراستہ کیا ان کے دور کے نامور مشائخ و اہلِ عرفان ان سے ملاقات اور حصولِ فیض کو سعادت سمجھتے تھے۔ انہوں نے ایک طرف اکل حلال کے لئے تجارت کو اختیار کیا تو دوسری طرف مسندِ درس کو زینت بخشی بلتنعب اور نامور مشاہیر علماء و مشائخ نے حضرت جنیدؒ کے حضور میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ جعفر قاسمی لکھتے ہیں۔

"تصوّف کی ابتداء اگرچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تاہم وقت گزرنے اور اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ مختلف ثقافتوں اور تمدنوں کے باہمی تال میل سے تصوف بھی اسلامی ادراک کی دوسری تمام شاخوں کی طرح مختلف مراحل سے گزرا۔ اور اس کے مختلف ضابطے متعین ہوئے علاوہ ازیں اس سلسلے میں دو گروہ بھی معرضِ وجود میں آگئے ایک گروہ اس نظریئے کا حامی تھا کہ تصوف کو عامۃ الناس کے لئے قابلِ فہم ہونا چاہیئے اور دوسرے گروہ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ تصوف کے اصولوں کو خواص تک محدود رہنا چاہیئے ان دونوں گروہوں میں خاص آویزش تھی اسلامی تقویم کی تیسری صدی میں معقولیت پسند صوفیوں کے رہنما الجنیدؒ نے اپنی تقریر وتحریر میں پہلی بار تصوف کو اصول وضوابط کی شکل دی۔ بعد میں لکھی جانے والی متعدد کتابوں میں ان اصول وضوابط کو مزید باقاعدہ کیا گیا اور ان کی تشریح کی گئی"۔[1]

علوم تصوف میں حضرت جنیدؒ کی خدمات مثالی ہیں۔

فضل احمد عارف ایک تجربہ کار استاد، نامور مصنّف اور صاحبِ علم وفضل شخصیت ہیں۔ وہ اس سے

---

[1] بابا فرید الدین مسعود ص۹

Marfat.com

پہلے کئی کتابیں لکھ چکے ہیں جن کو علمی و ادبی حلقوں میں خاصا قبول حاصل ہوا ہے۔ دورِ اول کے صوفیائے کرام کے احوال و آثار کو انہوں نے اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا ہے ان کی کتاب "سیرت بایزید بسطامی" کو اربابِ فکر و نظر نے حسنِ قبول بخشا ہے ان کا تازہ شاہکار "سیرت جنیدؒ" ہے۔

فاضل مؤلف نے "سیرتِ جنیدؒ" نہایت تحقیق و تلاش اور دقتِ نظر سے لکھی ہے استنباطِ نتائج میں صحیح رخ اختیار کیا ہے اور تحقیق کا اعلیٰ معیار پیش کیا ہے اور سیرت جنیدؒ سے متعلق جس زبان میں جو بھی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مواد ہو سکتا تھا اس تک رسائی حاصل کی ہے۔ بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ اب اردو زبان میں اعلیٰ تحقیقاتی کام ہو رہا ہے اس کی روشن مثال یہ کتاب ہے۔

مولف کی محنتِ شاقہ اور تحقیق و تدقیق کا اس سے اندازہ لگایئے کہ ستر سے زیادہ کتابیں ان کے پیش نظر رہی ہیں جن میں عربی، فارسی، انگریزی، اردو، فرانسیسی اور جرمن زبانوں کی کتابیں ہیں۔ بعض اوقات تو فاضل مولف کو صرف ایک پیراگراف یا ایک جملہ کے لئے ایک ضخیم کتاب پڑھنی پڑھی ہے۔ غرض اس کتاب کا علمی پایہ نہایت بلند ہے

یہ کتاب زبان و بیان کے اعتبار سے بھی بہت خوب ہے۔ سادہ اور سلیس زبان میں مولف نے اپنا مافی الضمیر ادا کیا ہے۔ گویا کہ ایک سبک دریا بہتا چلا جا رہا ہے۔ بعض جگہ تو چھوٹے چھوٹے جملے نہایت حسین معلوم ہوتے ہیں۔

یہ کتاب تصوف کے ادب میں قیمتی اضافہ ہے یہ نہ صرف حضرت جنید بغدادیؒ کی سیرت بلکہ علوم و معارف کا ایک خزینہ اور تصوف و عرفان کا ایک دائرۃ المعارف ہے۔

خدا تعالیٰ فاضل مولف کے علم و عمر میں برکت عطا فرمائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ملک و ملت کی خدمت کر سکیں۔

محمد ایوب قادری

۳ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ ، ۲۰ ستمبر ۱۹۷۴ء جمعۃ المبارک

کراچی

Marfat.com

باب اوّل

حالات و واقعات

Marfat.com

نام	جُنَیدؒ
کنیت	ابوالقاسم
نسبت (وطنی)	بغدادی
نسبت (پیشۂ آبائی)	(۱) القواریری (۲) الزجاج
نسبت (پیشۂ ذاتی)	الخزاز
القاب	(۱) سید الطائفہ (۲) طاؤس العلماء
خطاب	تاج العارفین
نسب	جنید بن محمد بن جنید

ابتدائی و خاندانی حالات

اجداد کا وطن و مذہب

حضرت جنید بغدادیؒ کے آباؤ اجداد ایران کے صوبہ جبال کے قدیم اور خوبصورت شہر نہاوند کے رہنے والے تھے۔ نہاوند ہمدان سے تین دن کی مسافت (تقریباً پچاس میل) پر واقع ہے اور یہ شہر سیدنا عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت کے دوران میں ۲۰ھ میں فتح ہوا تھا۔

پہلے یہ خاندان مجوسی اور آتش پرست تھا۔ فتوحاتِ ایران کی بدولت جب نورِ اسلام اس علاقے میں پھیلنے لگا اور آتش کدے بجھنے لگے تو یہ خاندان بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گیا۔ حضرت جنیدؒ کے جدِ امجد جنید نہاوندی پہلے شخص ہیں کہ جو اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے۔ اسلام کے بعد آباؤ اجداد کے حالات چنداں لائقِ اعتنا نہ رہے تھے لہٰذا سلسلۂ نسب بس جنید نہاوندی تک معلوم اور متعارف ہے جبکہ خاندانی حالات زیادہ تر پردۂ اخفا میں ہیں۔

حضرت جُنَیدؒ خود نسب کی تفصیلات اور خاندانی حالات پر کہیں روشنی نہیں ڈالتے۔ شاید اس کی وجہ یہی ہو کہ اسلام اور دُنیائے عشق میں یہ چیزیں قابلِ توجہ ہی نہیں۔ یہاں حسب اور ذاتی کردار درکار ہے، نام و نسب مطلوب نہیں۔

Marfat.com

بقول عارف جامی ؎

بندۂ عشق شدی، ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

خانوادۂ جنید کا ترکِ وطن

جب خلیفہ منصور عباسی نے بغداد کی تعمیر کرائی جو ۱۵۱ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی اور اسے دارالخلافہ مقرر کیا تو اس شہر کی رونق اور شہرت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا اور دنیا جہان کے اہل فن اور باکمال لوگ ادھر کا رُخ کرنے لگے۔ حضرت جنیدؒ کے والد بزرگوار محمد قواریری نے بھی تقاضائے مصلحت یہی جانا کہ ترکِ وطن کر کے اسلامی ثقافت کے اس مرکز میں کاروبار کا آغاز کیا جائے چنانچہ خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ جو تمام تر تجارت پیشہ تھے وہ یہاں آکر آباد ہو گئے۔ ان کا کاروبار آبگینہ فروشی تھا جو یہاں آکر خوب چمکا۔ اسی پیشۂ تجارت کی مناسبت سے حضرت جنیدؒ کو قواریری اور زجاج کی نسبت سے بھی یاد کیا جاتا ہے جس کے معنی شیشہ فروش اور آئینہ ساز کے ہیں لیکن کسے معلوم تھا کہ شیشہ فروش کا یہ بیٹا آگے چل کر تاجدارِ روحانیت بنے گا اور اس کی پاکیزہ تعلیمات رہتی دنیا تک شیشۂ دل کو صیقل کرنے کا کام دیں گی۔

ولادت باسعادت

حضرت جنیدؒ تیسری صدی ہجری کے اوائل میں عروس البلاد بغداد میں پیدا ہوئے۔ حتمی طور پر تو سن و سال کا تعین یقیناً دشوار ہے۔ البتہ قرائن سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ ولادت غالباً ۲۰۸ھ میں ہوئی ہو گی۔ ملاحظہ ہو[1]

جبکہ ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر مصری کے خیال میں سالِ ولادت ۲۱۰ھ قرین قیاس ہے۔ ماں، ماموں اور باپ نے مل کر دادا کے نام پر ان کا نام ـــــ جنید رکھا۔ جنید کے معنی چھوٹے سے لشکر کے ہیں۔ یہ نام بڑا مبارک ثابت ہوا کیونکہ آگے چل کر حضرت جنیدؒ اپنی گوناگوں خوبیوں کی بدولت اپنی ذات میں ایک انجمن،

---

[1] کارنامہ بزرگانِ ایران ص۹۱

Marfat.com

اپنے بابرکت وجود کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر اور اپنی پرکشش شخصیت کے طفیل وسیع حلقۂ ارادت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیائے روحانیت میں آپ بجا طور پر سید الطائفہ کے لقب سے پکارے جاتے ہیں اور اکثر و بیشتر روحانی سلسلوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں

بچپن اور لڑکپن

ع بالائے سرش زہوشمندی　　می تافت ستارۂ بلندی

کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو دل و دماغ کی پوری صلاحیتیں لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ اور بچپن ہی سے ان کی قابلیت اور بالغ نظری کے جوہر کھلنے لگ جاتے ہیں۔ دنیا ایسے لوگوں کو عبقری اور نابغۂ روزگار قرار دے کر ان کی عظمت کا برملا اعتراف کرتی ہے۔

حضرت جنیدؒ بھی بلاشبہ ان عظیم المرتبت لوگوں میں سے ایک تھے جنہیں مبداء فیض سے بہرۂ وافر میسر ہوتا ہے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، حضرت جنیدؒ کی دانشمندی کے آثار بچپن ہی سے ظاہر ہونے لگے۔ ابھی مشکل سے سات برس کے ہو پائے تھے کہ اپنی معرفت اور صلاحیت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر جمانے لگے۔

حقیقتِ شکر پر اظہارِ خیال

واقعہ یوں ہوا جیسا کہ تذکرہ نگاروں نے تواتر کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت جنیدؒ کے ماموں حضرت سری سقطیؒ کی قیام گاہ پر مشایخ جمع تھے اور مسئلہ شکر پر گرما گرم بحث ہو رہی تھی۔ آپ اس وقت سات برس کے بچے تھے اور مکان کے صحن میں کھیل کود رہے تھے۔ مشایخ عظام حسبِ دستور باری باری موضوع پر اظہارِ خیال کرتے رہے لیکن شکر کی حقیقت واضح نہ ہو سکی۔ حضرت سریؒ نے جنیدؒ کو قریب کھیلتے دیکھا تو پاس بلایا اور کہنے لگے بیٹے! تم بھی تو بتاؤ کہ شکرِ الٰہی کیا ہوتا ہے؟

سارے مشایخ حیران تھے کہ ایک بچے سے شکر کی حقیقت پوچھی جا رہی ہے بلکہ ان کی حیرانی کی کوئی انتہا ہی نہ رہی جب اس ہفت سالہ لڑکے نے بڑوں کی سی سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا اور

Marfat.com

جواب بھی ایسا ہو جو اپنے موضوع پر حرف آخر ہو۔

آپ نے حقیقتِ شکر بیان کرتے ہوئے فصیح و بلیغ عربی زبان میں بتایا کہ شکر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کے ذریعے انسان اس کی نافرمانی نہ کرے یعنی اس کے عطا کئے ہوئے اعضاء و جوارح، اس کی دی ہوئی قوت و توانائی اور اس کے بخشے ہوئے مال و دولت کا غلط مصرف نہ کیا جائے بلکہ اپنی تمام تر توانائیوں کو اس کی اطاعت میں خرچ کر دیا جائے۔

حضرت سریؒ نے یہ جواب سنا تو فرمانے لگے بیٹے! کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا سے تمہیں محض یہی زبان (فصاحت و بلاغت) عطا ہو۔

حضرت جنیدؒ کا بیان کہ مجھے جب کبھی حضرت سریؒ کی یہ بات یاد آجاتی ہے تو ہمیشہ اشکبار ہو جاتا ہوں [۵]

حضرت جنیدؒ کا زورِ بیاں دیکھتے ہی حضرت سریؒ کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں وہ گفتار کے غازی اور مناظر و متکلم ہی بن کر نہ رہ جائیں۔ گو بعد ازاں یہ اندیشے از خود دور اور کافور ہو گئے۔ جب آنے والے وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ جنیدؒ کے ہاں محض حسنِ گفتار ہی نہیں بلکہ حسنِ کردار بھی ہے اور حق تو یہ ہے کہ ان کا کردار ان کے گفتار سے کہیں زیادہ ہے۔ ع

پارہ بیش است از گفتارِ ما، کردارِ ما

لڑکپن اور واقعۂ زکوٰۃ

لڑکپن کا ایک اور واقعہ تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ کر رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت جنیدؒ جب مکتب سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے والد بزرگوار بیٹھے رو رہے ہیں۔ جنیدؒ نے سبب دریافت کیا تو فرمانے لگے جانِ پدر! میں نے آج زکوٰۃ کا کچھ روپیہ تمہارے ماموں سریؒ کو بھیجا تھا مگر انہوں نے ضرورت کے باوجود قبول نہیں فرمایا۔ یہ سن کر آپ نے عرض کیا ابا جان! اگر یہ بات ہے تو آپ وہ روپیہ مجھے دیدیں

---

[۵] تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۴۵، مراۃ الجنان ج ۲ ص ۲۴۳، رسالہ قشیریہ ص ۸۱، صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۳۵، نفحات الانس ص ۵۵-۵۴، شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۰، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۸، طبقات الصوفیہ ہروی ص ۱۶۸

Marfat.com

میں خود جاکر انہیں دے آتا ہوں۔ امید ہے کہ وہ ضرور قبول کر لیں گے۔ چنانچہ باپ نے روپیہ دے دیا اور وہ لے کر ماموں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے ماموں جان! اس خدائے بزرگ و برتر کے واسطے آپ زکوٰۃ کا یہ روپیہ قبول کر لیں کہ جس نے آپ کو بزرگی اور فضیلت اور میرے باپ کو عدل سے نوازا ہے حضرت سریؒ نے دریافت فرمایا اچھا بتاؤ تو سہی مجھے کون سا فضل اور تمہارے والد بزرگوار کو کون سا عدل دیا گیا ہے؟

آپ نے جواب دیا ماموں جان! صاف ظاہر ہے کہ رب العزت نے آپ کو فقر اور درویشی عطا کی ہے اس سے بڑھ کر اور کیا فضل و کرم ہوگا جبکہ میرے باپ کو اس نے یہ توفیق بخشی ہے کہ انہوں نے یہ روپیہ اس کے جائز حقدار و مستحق تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ یقیناً یہ عدل ہے۔

حضرت سریؒ یہ ایمان افروز بات سن کر اور ان کی حکمت و معرفت دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ نہ صرف زکوٰۃ قبول کر لی بلکہ انہیں اپنے دل میں عزت کی جگہ بھی دی[1]

نوعمری اور نسخۂ شب خیزی

حضرت ابوالحسین حکیمؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کی زبانی سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت سری سقطیؒ کی مجلس میں حاضر تھا۔ وہاں کافی مشائخ تشریف فرما تھے اور میں ان سب سے کم عمر تھا۔ حضرت سریؒ نے لوگوں سے پوچھا کہ کون سی ایسی چیز ہے جو آنکھوں سے نیند کو اڑا دے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ کوئی کہنے لگا...... بھوکے رہنا۔ کسی بزرگ کا خیال تھا کہ پانی کم سے کم مقدار میں پینا۔ میرے بولنے کی باری آئی تو میں نے جواب دیا علم القلوب باطلاع اللّٰہ تعالیٰ علیٰ کُلِّ نفسٍ بما کَسَبَتْ (دلوں کا اس بات کو جان لینا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کے بارے میں پوری طرح خبر ہے کہ اس نے کیا کچھ کمایا ہے) حضرت سریؒ نے یہ سن کر فرمایا اَحْسَنْتَ یَا بُنَیَّ (پیارے بیٹے! تم نے خوب جواب دیا ہے)

اس کے بعد انہوں نے مجھے اپنے قریب جگہ عطا فرمائی اور اس واقعے کے بعد میں جہاں کہیں بھی ہوتا ان تمام مشائخ پر وہ ہمیشہ مجھے ہی مقدم رکھتے تھے[2]

---

[1] تذکرۃ الاولیاء ص ۳۱۹ [2] نفحات الانس ص ۵۶

Marfat.com

تعلیم و تربیت

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی ؟

ع

سازگار ماحول

حضرت جنیدؒ اس لحاظ سے بڑے خوش نصیب واقع ہوئے تھے کہ قسامِ ازل نے جہاں آپ کو بہت زیادہ استعدادِ علمی سے نوازا تھا وہاں آپ کو صحیح پورے علمی ماحول بھی خوب میسر آیا تھا۔ گھر کے در و دیوار، بام و سقف ہمیشہ ذکر و اذکار سے گونجتے رہتے تھے۔ افرادِ خانہ تمام تر علم و عمل کے پیکر تھے۔ والدہ بڑی نیک دل اور پارسا خاتون تھیں اور اپنے زمانے کے شیخ طریقت حضرت سریؒ کی ہمشیرہ ہونے کا شرف رکھتی تھیں۔ پدر بزرگوار حضرت محمد قواریریؒ انتہائی دیانت دار تاجر اور سلوک کے مراحل طے کئے ہوئے بزرگ تھے۔ ماموں حضرت سری سقطیؒ عالم و فاضل، مفسر و محدث اور اپنے عہد کے مرجع خلائق قطبِ ارشاد تھے۔ بغداد کے مدرسۂ تصوف کی نمود انہی کی ذاتِ بابرکات کی رہینِ منت تھی۔ بغداد اس وقت اگر ایک طرف عیش و عشرت اور رنگ و رامش کی تفریح گاہ بنا ہوا تھا تو دوسری طرف وہ علم و عرفان کا مرکز اور دین و دانش کا گہوارہ بھی تھا۔ ہر علم کے استاد اور ہر فن کے امام یہاں رونق افروز تھے۔ کہیں قال اللہ و قال الرسول کی صدائے دلنواز بلند تھی تو کہیں شیوخ و صوفیہ نورِ بصیرت سے دلوں کو منور کر رہے تھے۔

حضرت جنیدؒ نے اسی مقدس ماحول میں آنکھیں کھولیں اور انہی علم پرور فضاؤں میں پروان چڑھے علم کی پیاس ایسی تھی کہ جوان کو کہیں چین نہ لینے دیتی تھی کبھی کسی استاد کے ہاں جاتے اور کبھی کسی شیخ کا در جا کھٹکاتے کبھی کبھی تو یوں بھی ہوا کہ بے وقت جا پہنچے۔ اساتذہ نے دبی دبی زبان سے بے وقت چلے آنے کا ذکر بھی کیا مگر وہ تو پیاس کے ہاتھوں مجبور تھے جو علم کے سمندر پی چکنے کے بعد بھی بجھنے کا نام نہ لیتی تھی۔ بغداد میں جہاں کہیں اور جس کسی بزرگ کی کسی فن میں سن گن پا لیتے تو وہاں ضرور پہنچتے اور زانوئے تلمذ تہ کیا کرتے۔

Marfat.com

حفظِ قرآن اور مکتبی تعلیم

حضرت جنیدؒ بچپن ہی سے اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ کی آغوشِ تربیت میں چلے گئے تھے اور باپ سے زیادہ انہی کے زیرِ اثر تعلیم و تربیت کے مراحل طے کیے۔ حضرت سریؒ حضرت ابن عیاشؒ، یشیخ یزید بن ہارونؒ اور امام سفیان بن عینیہؒ جیسے محدثین سے سماعتِ حدیث کا شرف رکھنے والے اور دینی درسیات سے باقاعدہ فارغ التحصیل عالم تھے اور بعد ازاں سلوک و طریقت کے مراحل سے گزر کر مسندِ رشد و ہدایت کو زینت دی تھی۔ اپنے علم اور تجربے کی روشنی میں ان کی یہ جچی تلی رائے تھی کہ قرآن و سنت اور فقہ و شریعت پر عبور حاصل کیے بغیر جادۂ تصوف و طریقت پر قدم رکھنا خطرات سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے بھانجے حضرت جنیدؒ کی تعلیم کا آغاز انہوں نے باضابطہ مکتب میں نوشت و خواند سے کرایا اور ساتھ ہی انہیں قرآن حفظ کرا دینے کا اہتمام کر دیا۔ قرینِ قیاس یہ ہے کہ ۸-۹ سال کی عمر تک حضرت جنیدؒ نے تجوید و ترتیل کے ساتھ قرآن مجید اپنے سینۂ بے کینہ میں محفوظ کر لیا ہوگا اور مکتب کی ضروری تعلیم سے بھی فارغ ہو گئے ہوں گے۔

بیعتِ توبہ

حضرت سریؒ کے دستور العمل کے مطابق حضرت جنیدؒ کے لئے تصوف و طریقت کی تحصیل و تربیت کا مرحلہ گو ابھی دور تھا تاہم جنیدؒ تصوف کے نظری پہلو سے رفتہ رفتہ روشناس ہوتے جا رہے تھے۔ اس کی بنیادی وجہ توارث اور ماحول کا قدرتی نتیجہ تھا۔ حضرت سریؒ کا گھر مشایخ کا مرجع اور صوفیہ کا مستقر و مامن تھا۔ لہٰذا یہاں ہر وقت مسائلِ تصوف زیرِ بحث رہا کرتے تھے اور احوال و اشغال کا چرچا رہتا تھا۔ حضرت سری حضرت جنیدؒ کو ان مجلسوں میں نہ صرف شرکت کا موقع دیا کرتے تھے بلکہ اپنے قریب بٹھایا کرتے تھے اور ان کے خیالات اور نتائجِ فکر کو بنظرِ تحسین دیکھا کرتے تھے۔ البتہ اتنی بات ضرور تھی کہ وہ تصوف کے عملی پہلو اور دورانِ تعلیم مجاہدات و مراقبات کی طرف زیادہ متوجہ ہونے سے مجتنب رہنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ حضرت جنیدؒ کے والد حضرت محمد قواریریؒ خود شیخِ طریقت تھے انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مناسب یہ سمجھا کہ جاتے جاتے اپنے بیٹے کو شاہراہِ طریقت پر لگا جائیں۔

---

* چنانچہ جیسا کہ شاہ حسن صابری چشتیؒ نے تواریخِ آئینۂ تصوف میں نشاندہی کی ہے کہ حضرت جنیدؒ نے نو سال کی عمر میں اپنے پدرِ بزرگوار (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

Marfat.com

درسِ حدیث

حضرت جنیدؒ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد پوری طرح اپنے ماموں حضرت سریؒ جو عالم حدیث بھی تھے کی سرپرستی میں آگئے اور ان سے حدیثِ نبوی اور اس سے متعلقہ علوم کی تحصیل کی۔ گمان غالب یہ ہے کہ انہوں نے دس سے پندرہ سال کی عمر کا زمانہ حدیث شریف پڑھنے اور کتابتِ حدیث کا خوشگوار فریضہ سرانجام دینے میں گزارا کتابتِ حدیث کے سلسلہ میں ان کے نامور شیخ حضرت حسن بن عرفہؒ تھے۔

تحصیل علمِ فقہ

کتاب وسنت کی تحصیلِ علم کے بعد فقہ پر توجہ مبذول کرنا ضروری امر تھا تاکہ احکامِ شریعت کی جزئیات سے کماحقہٗ واقفیت حاصل ہو سکے اور استنباطِ مسائل کا ملکہ پیدا ہو جائے۔ چنانچہ حضرت جنیدؒ تقریباً سولہ سال سے بیس سال کی عمر کے دوران میں اپنے عہد کے ممتاز بغدادی فقہاء مثلاً حضرت ابوعبیدؒ اور حضرت ابو ثورؒ سے سے فقہ سیکھتے رہے۔ انہیں فقہ سے خصوصی طور پر طبعی لگاؤ تھا لہٰذا اس مشکل علم پر بھی انہیں اس قدر عبور حاصل ہو گیا کہ اپنے استاد حضرت ابو ثورؒ کی موجودگی میں بیس سال ہی کی عمر میں وہ مفتی اور فقیہ تسلیم کر لئے گئے اور لوگ فتووں کے لئے اس نوعمر مفتی کی طرف بڑے اعتماد کے ساتھ رجوع کرنے لگے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ (القرآن)

تصوّف وطریقت کی تعلیم وتربیّت

شریعت کے حقائق ومعارف سے پوری طرح آگاہ ہو جانے کے بعد اصلاحِ باطن اور حسنِ عمل کی خاطر تصوّف اور طریقت کی طرف متوجہ ہونا لازمی اور لابدی امر تھا اور یہی حضرت سریؒ کے لائحہ عمل کا بھی تقاضا تھا۔

(حاشیہ بقیہ ص ـــــ) بڑے بزرگوار کے دستِ مبارک پر بیعت توبہ کی تھی۔ یاد رہے کہ تواریخ آئینۂ تصوّف تمام تر مصنف مرحوم کے ذاتی کشف پر مبنی نایاب کتاب ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ کشف کی بات دوسروں کے لئے حجت قرار پائے۔ یہ چونکہ روحانی نوعیت کی ایک خبر تھی لہٰذا اس پر اعتماد کر لینے میں یقیناً کوئی حرج نہیں۔ بیعت توبہ راہِ سلوک کا اوّلین قدم اور نقطۂ آغاز ہوا کرتا ہے۔

Marfat.com

اس میں شک نہیں کہ حضرت جنیدؒ تصوف و طریقت کے نظری پہلو سے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے بخوبی آشنا ہو چکے تھے اب انہیں زیادہ ترعمل اور روحانی تجربات سے گزرنے کی ضرورت تھی۔ اس سلسلے میں انہوں نے حضرت سریؒ کے علاوہ متعدد دوسرے شیوخ سے کسبِ فیض کیا جن میں سے حضرت حارث محاسبیؒ حضرت محمد بن علی القصابؒ، حضرت ابوجعفر الکبیرؒ، حضرت الکلانسی اور حضرت القنطریؒ قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت سریؒ کو اپنے ہونہار بھانجے جنیدؒ سے بے پناہ محبت تھی، ہمیشہ انہیں ساتھ رکھتے تھے حتیٰ کہ حج پر جاتے تو بھی ساتھ لے جاتے۔ سفر ہو یا حضر انہیں ہر وقت حضرت جنیدؒ کی تعلیم و تربیت کی فکر دامن گیر رہتی تھی۔ اگر حضرت جنیدؒ از خود کوئی سوال نہ پوچھتے تو آپ انہیں پیار سے پاس بلاتے۔ خود سوال کیا کرتے اور سقراطی انداز کے مطابق سوال و جواب کے ذریعہ ان میں علم کا شوق بڑھاتے رہتے تھے۔ اس طریق کار سے نہ صرف حضرت جنیدؒ کے علم میں اضافہ ہوتا رہتا تھا بلکہ خود اعتمادی بھی بڑھتی جاتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت جنیدؒ نے توفیقِ الٰہی، حضرت سریؒ کی سرپرستی، اساتذہ کی توجۂ خاص، اپنی طلبِ صادق اور کامل استعداد کے بل بوتے پر تھوڑے سے عرصے میں وہ سب کچھ حاصل کر لیا اور سلوک کی اس قدر منازل طے کر لیں جو دوسرے لوگ عمر بھر کی تگ و دو کے بعد بھی نہیں کر پاتے۔ طالب علمی کے اس یادگار دور میں حضرت سریؒ کی سرپرستی نگرانی اور علمی رہنمائی انہیں ہمیشہ میسر رہی۔

شیخ ابوطالب مکیؒ نے ایک واقعہ تحریر کیا ہے جو حضرت جنیدؒ کی علم سے لگن اور حضرت سریؒ کی رہنمائی پر بخوبی روشنی ڈالتا ہے۔ حضرت جنیدؒ کا بیان ہے کہ میں جب حضرت سریؒ کے پاس سے اٹھتا تو حضرت حارث محاسبیؒ کی خدمت میں جا حاضر ہوتا۔ ایک بار حضرت سریؒ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ جب تم یہاں سے اٹھ کر جاتے ہو تو پھر کس کے پاس جا بیٹھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت حارثؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں یہ سن کر ارشاد فرمایا۔ اچھا ٹھیک ہے۔ ان سے علم و ادب تو ضرور حاصل کر لینا لیکن ان کو علم کلام سے جو رغبت ہے اور ان کی مناظرے کی جو عادت ہے اس سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا۔ اس روز جب میں حضرت حارثؒ کے پاس سے واپس آیا تو دعائیں دینے لگے اور کہنے لگے خدا تمہیں پہلے حدیث کا عالم بننے کی توفیق دے اور پھر صوفی بنائے۔ پہلے صوفی اور بعد ازاں محدث بننے سے بچائے رکھے۔[1]

---

[1] قوت القلوب ج ۲ صہ ۳۵ ۔

Marfat.com

شیوخ سے کیا کچھ حاصل کیا؟

یوں تو حضرت جنیدؒ نے اپنے مشائخ سے تصوف کے اسرار و رموز، طریقت کے حقائق و معارف اور سلوک کا علم اور حال سب کچھ حاصل کیا لیکن کچھ اساتذہ سے بعض امور میں بطورِ خاص متاثر اور فیضیاب ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے مرشد و مربی حضرت سریؒ سے حدیث اور طریقت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ سماعت حدیث کا شغف، علمِ توحید میں انہماک، عمل کی اہمیت، مشایخ وقت سے میل جول، دردمندی، سوزِ عشق اور زہد و ورع کا سبق لیا۔ مزید برآں ان کے ذریعے انہیں علوم اہلِ بیت سے بھی استفادے کا موقعہ ملا کیونکہ حضرت سریؒ، حضرت معروف کرخیؒ کے شاگردِ رشید تھے جو خود حضرت امام علی رضاؓ کے پروردہ اور ان سے فیضانِ صحبت اٹھائے ہوئے تھے۔

حضرت حارث محاسبیؒ سے خوش ذوقی، بزم آرائی، تصنیف و تالیف کا شوق، اکلِ حلال کا اہتمام، غلبۂ سکر سے اجتناب اور شریعتِ مطہرہ کی کامل اتباع کو سیکھا۔ حضرت محمد بن علی قصابؒ بھی حضرت جنیدؒ کے شیخ طریقت تھے۔ ان سے انہوں نے تجرید و تفرید، خلوت و عزلت، مراقبہ و مشاہدہ، مروت اور دوستداری کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ حضرت قصابؒ ہمہ تن محاتِ حق کی طرف متوجہ رہتے تھے اس لئے ان سے انہوں نے توجہ الی اللہ اور تبتل الیہ تبتیلا کا راز پایا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کو نسبتِ فردیت حضرت قصابؒ سے نصیب ہوئی تھی اس لئے جب وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ مجھے حضرت سریؒ کا شاگرد سمجھتے ہیں حالانکہ میں تو حضرت قصابؒ کا ہوں۔ ان پر قطبیتِ ارشاد کے مقابلے میں اسی نسبتِ فردیت کا غلبہ ہوا کرتا تھا۔

حضرت ابن کرنبیؒ سے فقر و قناعت، زہد و تقویٰ، تواضع و انکسار، سادگی و صاف گوئی، مشفقانہ تنبیہ اور بروقت رہنمائی کی خوبیاں حاصل کی تھیں کیونکہ حضرت کرنبیؒ کی زندگی انہی خصائلِ حمیدہ کا مرقع تھی۔ حضرت قنطریؒ کے قول و عمل نے حضرت جنیدؒ کو کم گوئی، گوشہ نشینی، طہارت اور کسبِ حلال کی اہمیت اور ضرورت کا درس دیا۔ حضرت زیاتؒ کی صحبت میں رہ کر انہیں قرآن کے معارف و بصائر سے دامن بھرنے کا موقع میسر آیا۔ حضرت عطارؒ سے کاروبار میں دیانت اور یادِ الٰہی سے غافل نہ رہنے کا سبق حاصل کیا۔ حضرت ابو جعفر الحدادؒ سے مجاہدات و ریاضات اور ایثار و توکل کی تربیت پائی جبکہ حضرت کلانسیؒ سے

Marfat.com

حقوق العباد کی رعایت و نگہداشت ذہن نشین کی۔ حضرت سوحیؒ سے توحید کی حقیقت کا عرفان پایا اور بارگاہِ حق میں حضور و شہود کے آداب سیکھے اور ان کو ملحوظ رکھ کر جب عبادت میں مصروف ہوئے تو عبادت کا نور و سرور نصیب ہوا۔

اساتذہ و شیوخ کا تعارف

حضرت جنیدؒ کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد ستّر سے بھی متجاوز ہے۔ لیکن ان میں قابلِ ذکر حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت سری السقطیؒ (م۔ ۲۵۳ھ)

پورا نام ابوالحسن سری بن المغلس السقطی ہے۔ چونکہ ٹوٹی پھوٹی چیزوں کا معمولی سا کاروبار کرتے تھے لہٰذا سقطی (خوردہ فروش) کہلائے۔ انہوں نے جس شفقت اور محبت کے ساتھ اپنے بھانجے حضرت جنیدؒ کی تربیت کی، شاید ہی کسی نے کی ہو۔ ان کے گھر کا دروازہ علماء و مشایخ اور صوفیہ و سالکین کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ حلقۂ احباب بڑا وسیع تھا۔ باہر سے آنے والے مشایخ اکثر ان کے گھر آکر ٹھہرتے تھے اور صوفیائے بغداد کی محفلیں بھی اسی گھر میں جمتی تھیں۔ اس طرح حضرت جنیدؒ کو گھر ہی پر کسبِ فیوض کے مواقع میسّر آگئے تھے۔ حضرت سریؒ کے لئے فقر سرمایۂ فخر تھا۔ گھر میں گو مٹی کے چند ٹھیکروں کے سوا کچھ نہیں تھا لیکن گھر ان کے دل کی طرح وسیع تھا۔ دل دردمندی اور سوز و مستی سے مملو تھا۔ شب بیداری ہمیشہ ان کا معمول رہا رات کو جب ساری دنیا محوِ خواب ہوتی تو وہ جاگتے اور نالۂ نیم شبی میں مصروف ہوتے۔ شب بیداری بلاشبہ روحانی فیوض حاصل کرنے کا موثر ذریعہ ہے۔ حضرت سریؒ کا اپنا قول ہے کہ میں نے تاریکیٔ شب میں روحانی برکات کو قطار اندر قطار آتے دیکھا ہے[۱]۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ جب رات ہو جاتی تو حضرت سریؒ یادِ الٰہی میں مگن ہو جاتے اور جب زیادہ رات گزر جاتی تو آہ و بکا میں لگ جاتے۔ عشقِ الٰہی میں جلتے رہنا ان کی زندگی

---

[۱] صفۃ الصفوۃ: ج ۲ ص ۲۱۰

Marfat.com

تھی۔ یہ آہِ سحر گاہی اور نالۂ نیم شبی اسی لئے تھے۔

شیخ ابو عبدالرحمٰن السلمیؒ حضرت جنیدؒ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ایک بار کسی شخص نے حضرت سریؒ سے ان کا حال پوچھا تو ان کے لبوں پر یہ شعر آگیا۔

مَنْ لَمْ یَبِتْ وَالْحُبُّ حَشْوُ فُؤَادِہٖ　　لَمْ یَدْرِ کَیْفَ تَفَتَّتِ الْاَکْبَادُ[1]

ترجمہ:۔ جس شخص نے اس عالم میں کبھی رات بسر نہیں کی کہ آتشِ محبت اس کے دل کو جلا رہی ہو وہ کبھی یہ جان ہی نہیں سکتا کہ کلیجوں کا پھٹنا کیا ہوتا ہے۔

وہ صاحبِ دعوت وارشاد تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا شعار تھا۔ وہ جب علماء اور عام مسلمانوں کو فرائض سے غافل اور عیش وعشرت میں غرق پاتے تو پریشان ہو جاتے اور فرمایا کرتے افسوس! نیکی کرنے والوں کی راہ دشوار گزار ہوگئی اور اس پر چلنے والے کم اور بہت ہی کم رہ گئے۔ صد افسوس!! لوگوں نے نیک عمل کرنے چھوڑ دیئے بلکہ ان میں نیکی کی رغبت ہی نہیں رہی۔ حق بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا اور باطل کو فروغ دینے کے لئے سب مستعد وتیار ہیں۔ دیکھو تو سہی دین کے ٹھیکیدار وہ بن بیٹھے ہیں جو حسنِ عمل سے خود عاری ہیں۔ عزیمت کو چھوڑ چھاڑ کر رخصتوں کو پھیلا دیا ہے۔ تاویلوں کے دامِ تزویر بچھائے بیٹھے ہیں جس میں گناہوں کی طرف لپکنے والے شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ ہائے علمائے سوء کے فتنہ کی مصیبت! حیف راہبروں کی راہزنی!![2]

حضرت سریؒ خود بڑے باہمت اور عالم باعمل تھے۔ ان کے دن رات بڑی مصروفیت میں گزرتے تھے۔ کبھی ورد و وظیفہ ہو رہا ہے تو کبھی میدانِ جنگ میں برسرِ پیکار ہیں۔ کسبِ معاش بھی ہو رہی ہے اور خدمتِ خلق کا فریضہ بھی سر انجام دیا جا رہا ہے۔ وہ محض صاحبِ تسبیح وسجادہ بزرگ نہیں تھے بلکہ صاحبِ السیف مجاہد بھی تھے۔ روم کے خلاف متعدد مہمات میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور میدانِ جہاد میں اپنی مردانگی کے جوہر دکھائے۔ سَری ـــ لغت میں کہتے بھی جوانمرد کو ہیں گویا اسم بامسمٰی تھے۔ فتوت اور جوانمردی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اُن کی زندگی سراپا عمل پیہم مجاہدہ اور ہمہ عزیمت تھی۔ اپنے نوجوان مریدوں کو ترغیبِ عمل دیا کرتے تھے۔

---

[1] طبقات الصوفیہ ص۵۵ [2] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص۸۲

Marfat.com

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم اپنے شیخِ طریقت حضرت سریؒ کے چاروں طرف حلقہ بنائے بیٹھے تھے وہ فرمانے لگے نوجوانو! جوانی ہی میں عمل کیا کرو اور خوب عمل کیا کرو کیونکہ یہی عمل کا وقت ہے۔ بعد میں تو تم میری طرح بوڑھے اور ضعیف ہو جاؤ گے پھر تم اگر تم نیکی کا کام کرنا بھی چاہو گے تو نہ کر سکو گے[1]۔

حضرت جنیدؒ جن کے سامنے حضرت سریؒ کی زندگی کا بیشتر حصہ گزرا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سریؒ سے بڑھ کر اللہ کی عبادت کرنے والا کوئی بزرگ نہیں دیکھا۔ اٹھانوے سال کے ہو چکے تھے مگر مرض الموت کے سوا میں نے انہیں کبھی بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا[2]۔

حضرت جنیدؒ بتاتے ہیں کہ حضرت سریؒ کی مرض الموت میں عیادت کے لئے گیا اور علاج معالجے کے بارے میں دریافت کیا تو فرمانے لگے ؎

کیف أشکو الیٰ طبیبی ما بی　　　والذی اصابنی من طبیبی

ترجمہ:۔ میں اپنے معالج سے اپنی بیماری کی کیسے شکایت کروں؟ کیونکہ جس نے مجھے یہ درد دیا وہی تو میرا دوا دینے والا ہے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں پنکھا لے کر انہیں ہوا دینے لگا تو فرمانے لگے عزیزم! اس پنکھے کی ہوا سے آخر اس شخص پر کیا اثر ہو گا کہ جس کا باطن (عشقِ الٰہی کی آگ میں) جل رہا ہو۔ پھر یہ شعر گنگنانے لگ گئے ؎

القلب محترقٌ والدمعُ مستبقٌ　　　والکربُ مجتمعٌ والصبرُ مفترقٌ[3]

ترجمہ:۔ دل جل رہا ہے اور آنسو ہیں کہ بہتے چلے جا رہے ہیں۔ بے چینیوں کا تو جمگھٹا ہے (شوقِ لقا کی وجہ سے) یارائے ضبط باقی نہیں رہا۔

وقتِ وصال قریب ہوا تو حضرت جنیدؒ نے وصیت کی درخواست کی اور انہوں نے درہم والیں بُرے لوگوں کی صحبت سے بچنے کی تاکید کی۔ وفات بروز بدھ ۶، رمضان المبارک ۲۵۳ھ اذانِ فجر کے بعد ہوئی۔

---

[1] رسالہ قشیریہ ص ۲۸، تذکرۃ الاولیاء ص ۲۵۹، صفتہ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۱۳ [2] البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۳، شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۲۸، تذکرۃ الاولیاء ص ۲۵۴، نفحات الانس ص ۳۷، صفتہ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۱۶ [3] البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۳، صفتہ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۱۷

Marfat.com

علامہ ابن جوزی، امام ابن کثیر اور مولانا جامی کا اس پر اتفاق ہے مگر علامہ ابن خلکان اور شیخ شعرانی کے بیان کے مطابق سال وفات ۲۹۵ھ ہے۔ نماز عصر کے بعد قبرستان شونیزیہ میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔

اقوال زرّیں

۱ :- ان سے عقل کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا عقل وہ ہے کہ جس کے ذریعے اوامر و نواہی پر حجت قائم کی جا سکے[۱]

۲ :- ارشاد فرمایا قلیلٌ فی سُنّۃٍ خیرٌ من کثیرٍ مع بدعۃٍ وکیف یقِلُّ عملٌ مع التقویٰ [۲]

ترجمہ :- مسنون طریقے پر تھوڑی سی نیکی اس زیادہ عمل سے کہیں بہتر ہے کہ جس میں بدعت کی آمیزش ہو گئی ہو۔ مگر وہ عمل تھوڑا ہو ہی کیسے سکتا ہے کہ جو خدا ترسی کے پاکیزہ جذبے کے ساتھ سرانجام دیا جائے۔

۳ :- مَنْ خَافَ اللّٰہَ خَافَہٗ کُلُّ شَیْئٍ [۳]

ترجمہ :- جو شخص خدا سے ڈرتا ہے ہر شے اس سے ڈرنے لگتی ہے۔

۲۔ حضرت حارث المحاسبیؒ (م۔ ۲۴۳ھ)

ابو عبداللہ حارث بن اسد المحاسبیؒ پورا نام ہے بقول امام سمعانیؒ محاسبی اس وجہ سے کہلاتے ہیں کہ آپ اپنے نفس کا بہت زیادہ محاسبہ کیا کرتے تھے۔ آپ علم، ورع، معاملہ اور حال میں یکتائے روزگار اور ان پانچ بزرگوں میں سے ایک ہیں کہ جو علم ظاہر اور علم باطن کے جامع سمجھے جاتے ہیں[۴]

شیخ سبکی نے ابو منصورؒ کے حوالے سے انہیں امام شافعیؒ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ آپ کی تصانیف دنیائے تصوف میں بڑی مشہور رہی ہیں۔ اگرچہ محققین کے نزدیک وہ رطب و یابس سے ہر گز خالی نہیں ہیں۔ بصری الاصل عرب تھے اور بغداد میں مقیم ہو گئے تھے۔ اکثر اہل بغداد انہیں اپنا روحانی پیشوا مانتے تھے۔ ان کے ہاں اکل حلال کی بڑی احتیاط تھی وہ شبہ کا لقمہ تک نہ کھا سکتے تھے۔ اگر منہ میں

---

[۱] طبقات الصوفیہ ص۱۶۵ [۲] کتاب مذکور ص۱۶۵، صفتہ الصفوۃ ج ۲ ص۲۱۲ [۳] طبقات الصوفیہ ص۱۶۳

[۴] مراۃ الجنان ج ۲ ص۱۴۳، نفحات الانس ص۳۶

Marfat.com

کوئی مشکوک لقمہ پڑ بھی جاتا تو ان کا ذوقِ سلیم اسے کھانے سے فوراً انکار کر دیتا تھا۔ کتبِ تاریخ میں تحریر ہے کہ ان کا باپ قدریہ عقائد رکھتا تھا اس لئے اس کے مرنے پر جب وراثت تقسیم ہوئی تو ان کے حصے میں ستر ہزار درہم آئے تھے مگر انہوں نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت جنیدؒ کا بیان ہے کہ حضرت محاسبیؒ نے جب وفات پائی تو وہ کوڑی کوڑی کے محتاج تھے[۱]۔ وفات ۲۴۳ھ میں ہوئی اور بغداد میں مدفون ہوئے۔

قولِ زرّیں:۔ جو شخص اپنے باطن کو مراقبے اور اخلاص سے درست کر لیتا ہے، اللہ تعالےٰ اس کے ظاہر کو ضرور مجاہدے اور اتباعِ سنّت سے مزیّن کر دیتا ہے[۲]۔

۳۔ حضرت محمد بن علی القصابؒ (م۔ ۲۷۵ھ)

کنیت ابو جعفر ہے اور آپ ماوراء النہر کے مشایخ متقدّمین کے صحبت یافتہ تھے۔ قیام اکثر و بیشتر بغداد میں رہا اور وہیں ۲۷۵ھ میں راہی ملکِ بقا ہوئے۔ ایک قول کے مطابق آپ اُمّی محض تھے اور لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے مگر اس کے باوجود تصوّف و طریقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ بڑے بڑے علماء اور مشایخ کو ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے دیکھا گیا۔ بقول شاعر ؎

نگارِ من کہ بہ مکتب نہ رفت و خط نہ نوشت
بغمزہ مسئلہ آموز، صد مدرس شُد

حضرت جنیدؒ کہا کرتے تھے کہ لوگ تو مجھے حضرت سریؒ کے شاگرد کی حیثیت سے یاد کرتے ہیں حالانکہ میرے اصل استاد تو حضرت قصابؒ ہیں[۳]۔

قولِ زرّیں:۔ جو شخص بھی خداوند تعالےٰ سے نیک تر ہوگا اور اس سے اپنا تعلق اور رابطہ مضبوط رکھے گا، اس کا دل ہمیشہ مسرور و مطمئن رہے گا اور اسے روحانی قوت حاصل ہوگی۔ اسی طرح جو شخص اس سے روگردانی اور غفلت اختیار کرے گا وہ رنج و محن میں مبتلا ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا[۴]۔

---

[۱] صفتہ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۰۸ [۲] نفحات الانس ص ۳۶، تذکرۃ الاولیاء ص ۲۱۱، طبقات الصوفیہ ہروی ص ۷۵

[۳] تاریخ بغداد ج ۳ ص ۶۲، نفحات الانس ص ۵۶ [۴] کشف المحجوب

Marfat.com

۴۔ حضرت ابو ثور الکلبیؒ (م۔ ۲۴۶ھ)

پورا نام ابراہیم بن خالد بن الیمان الفقیہ الکلبی ہے اور ابو ثور کنیت ہے جس سے وہ مشہور ہیں۔ ابتدا میں اہل الرائے کے فقہی مذہب پر تھے مگر امام شافعیؒ (م۔ ۲۰۴ھ) کے بغداد تشریف لانے کے بعد شافعیت اختیار کر لی اور حدیث کی ترویج و اشاعت میں زیادہ سرگرم ہو گئے۔ وہ امام شافعیؒ کی طرح اپنی ذاتی رائے کے مقابلے میں حدیث کو خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو ہمیشہ ترجیح دیا کرتے تھے۔ حضرت ابو ثورؒ اپنے علم و تفقہ کی بدولت نہ صرف شافعی مسلک کے امام بلکہ خود صاحبِ مذہب مجتہد تسلیم کیے جاتے ہیں۔ علامہ ابن الندیم (م۔ ۳۸۵ھ) کے زمانہ میں آذربائیجان اور آرمینیہ کی اکثریت ان کے مذہب کی تقلید پر فخر محسوس کرتی تھی۔

حضرت جنیدؒ حضرت ابو ثورؒ کی وساطت سے امام شافعیؒ کی روایات خصوصاً سنّت سے گہری وابستگی کے ورثہ دار تھے۔ انھوں نے ان روایات کا پوری طرح تحفظ کیا اور عمر بھر اکابر کی اسی محتاط روش پر چلتے رہے اور بدعات سے بچتے رہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اُن کا پیش کردہ تصوّف باطنیہ فرقے کے اثرات سے محفوظ ہے۔

حضرت ابوبکر الاعینؒ نے ایک بار امام احمد بن حنبلؒ سے حضرت ابو ثورؒ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں انہیں گذشتہ پچاس سال سے سنّت کے عالم اور عامل کی حیثیت سے جانتا ہوں۔ وہ میرے نزدیک تو حضرت سفیان ثوریؒ کی باقیات صالحات میں سے ہیں [۱]

قاضی ابن خلکان صاحب وفیات الاعیان لکھتے ہیں کہ امام ابو ثورؒ نے ۲۷ صفر المظفر ۲۴۶ھ کو بغداد میں رحلت کی اور قبرستان باب الکناس میں آسودۂ خاک ہوئے مگر ابن الندیمؒ ابن العماد حنبلی اور شیخ سبکی سال وفات ۲۴۰ھ بیان کرتے ہیں۔

۵۔ حضرت سفیان ثوریؒ (م۔ ۱۶۱ھ)

قاضی ابن خلکان رقمطراز ہیں کہ سفیان ثوریؒ صاحبِ اجتہاد ائمہ فقہ میں سے ہیں اور خاص طور پر

---

[۱] شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۵

Marfat.com

حدیث اور متعلقہ دوسرے علوم میں تو وہ مسلّمہ امام ہیں۔ ان کی دینداری، ورع، زہد اور ثقاہت پر لوگوں کا اجماع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شیخ ابوالقاسم جنیدؒ ان کے مذہب پر تھے۔[۱]

بعض لوگوں غلطی سے حضرت سفیان ثوریؒ کو حضرت جنیدؒ کا استاد قرار دے دیا ہے حالانکہ دونوں کے سنین ولادت و وفات میں بڑا فرق ہے۔ حضرت ثوریؒ ولادتِ جنیدؒ سے قریب قریب نصف صدی پہلے وفات پا چکے تھے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ دونوں بزرگوں کے مزاج و مذاق میں گہری یکسانیت اور مشابہت ہے۔ دونوں فقیہ اور صوفی تھے اور سنّت کے پرجوش مبلغ تھے۔ مزید برآں حضرت جنیدؒ کے مسلّمہ استاد امام ابوثورؒ بھی حضرت سفیان ثوریؒ سے مطابقت و مشابہت رکھتے تھے۔

۶۔ حضرت ابوجعفر الحداد الکبیرؒ

حضرت جُنیدؒ کے استاد حضرت ابوجعفرؒ سخت مجاہدوں اور ایثار سے کام لینے والے بزرگ تھے۔ قیام اکثر سرزمینِ حجاز میں رہا۔ اس ایثار پیشہ بزرگ کا انداز یہ تھا کہ جو کچھ کماتے تھے وہ راہِ خدا میں بانٹ دیتے تھے اور خود چند لقمے مانگ کر گزارہ کر لیا کرتے تھے ؎

علدیل ہمت ساقی ست فطرتِ عرفیؔ — کہ حاتم دگراں و گدائے خویشتن ست

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت جُنیدؒ کے استاد شیخ ابوجعفر الحدادؒ مغرب اور عشاء کے درمیان نکلا کرتے تھے اور ایک یا دو دن کے بعد اپنی ضرورت کے مطابق ایک دو دروازوں سے کچھ مانگ لیا کرتے تھے۔[۲]

حضرت جنیدؒ اپنے شیخ کی موجودگی میں کبھی توکّل پر گفتگو نہ کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ توکّل حضرت ابوجعفرؒ کا مقام ہے۔ مجھے خدا سے حیا آتی ہے کہ ان کے سامنے توکّل کے موضوع پر کچھ گفتگو کروں۔[۳]

۷۔ حضرت ابن الکرنبیؒ

اس بزرگ کے نام اور کنیت میں بڑا اختلاف ہے۔ مولانا جامیؒ نے کنیت ابوجعفر بیان کی ہے

---

[۱] وفیات الاعیان ج ۱ ص ۱۴۶ [۲] عوارف المعارف اردو ترجمہ ص ۱۹۷ [۳] قوت القلوب ج ۳ ص ۲۴

Marfat.com

جبکہ شیخ ابوطالب مکی نے ابوالحسن بتائی ہے۔ نام کرنبی (پہلے یائے اور پھر بائے) کربنی (پہلے بائے پھر نون) اور کرنبی (پہلے نون پھر بائے) بھی بیان کیا جاتا ہے۔ نکلسن کی تحقیق کے مطابق مؤخر الذکر یعنی کرنبی (KARANBI) درست ہے[۱] پروفیسر عبدالحی حبیبی کی بھی یہی رائے ہے۔ انہوں مراصد الاطلاع کے حوالے سے لکھا ہے کہ کرنبا اہواز کے نواح میں ہے[۲]

شیخ ابوطالب مکی، قوت القلوب میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت جُنیدؒ کے شیخ حضرت ابوالحسن الکرنبیؒ کو تین بار دعوتِ طعام دی اور روا اکرام مسلم کا لحاظ کرتے ہوئے تینوں مرتبہ اس کے پاس گئے لیکن اس نے کھانا پیش کرنے سے گریز کیا۔ حضرت چوتھی بار از خود چلے گئے۔ اس مرتبہ اس شخص نے کھانا کھلا دیا۔ اس شخص نے تلخ تجربے کے باوجود چوتھی بار حضرت کے آجانے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا بھائی ہم نے اپنے نفس کو بیس سال سے ذلت پر راضی کر لیا ہے یہاں تک کہ وہ کُتّے کی مانند ہوگیا ہے۔ اسے بار بار دھتکارا بھی جاتا ہے اور جب اسے بلایا جاتا ہے تو وہ بخوشی آبھی جاتا ہے۔

ے   ازاں بر ملائک شرف داشتند   کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے شیخ ابن الکرنبیؒ کے پاس تھا جب وہ دنیا سے رخصتِ سفر باندھ رہے تھے اور واصل بحق ہو رہے تھے۔ اس وقت میری نگاہ آسمان کی طرف اُٹھ گئی۔ فرمانے لگے بہت دور ہے۔ پھر میں نے زمین پر نظر ڈالی تو بھی یہی فرمایا "بہت دور ہے" مطلب یہ تھا کہ خدا کی ذات تمہارے بہت قریب ہے اس چیز سے کہ تم آسمان یا زمین کی طرف تکنے لگو۔ البتہ وہ وراء المکان ضرور ہے[۳]

۸۔ حضرت حسن بن عرفہؒ (م۔ ۲۵۷ھ)

پورا نام ابو علی حسن بن عرفہ العبدی ہے۔ وہ روایتِ حدیث میں حضرت جنیدؒ کے شیخ ہیں۔ وفات ۲۵۷ھ میں پائی۔

---

[۱] INTRODUCTIN TO اللمع P XXVII [۲] حواشی بر طبقات الصوفیہ ہروی ص ۱۸۴
[۳] اللمع فی التصوف ص ۳۳۷، نفحات الانس ص ۵۷

Marfat.com

خطیب بغدادی، تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بن عرفہؒ نے اسماعیل بن عیاشؒ، عبداللہ بن المبارکؒ، خلف خلیفہؒ وغیرہ حضرات سے سماعتِ حدیث کی اور ان سے جنید بغدادیؒ، ابوالقاسم البغویؒ اور عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ وغیرہم روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عرفہ کی مرویات اور احادیث کا ایک مجموعہ مشہور ہے۔

۹۔ حضرت ابواحمد الکلانسیؒ (م۔ ۲۷۰ھ ؟)

پورا نام ابواحمد مصعب بن احمد الکلانسی ہے۔ اصل میں مَرْوْ کے علاقہ قلانس کے خاندان سے تھے۔ سکونت بغداد میں رہی۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ حضرت ابوسعید ابن الاعرابیؒ جو حضرت جنیدؒ کے نامور شاگرد تھے۔ اپنے آپ کو حضرت کلانسیؒ کی ارادت مندی سے نسبت دیا کرتے تھے۔ وصال دیارِ حبیب مکہ معظمہ میں ہوا جہاں ارادہ حج سے گئے ہوئے تھے۔

قولِ زرّیں:۔ ہمارے مذہب طریقت کی بنیاد تین اصولوں پر ہے۔

۱:۔ ہم دوسروں سے اپنے ان حقوق کا مطالبہ نہ کریں جو ان پر واجب ہیں۔

۲۔ اپنے نفسوں سے دوسروں کے حقوق ادا کرنے کا مطالبہ کریں۔

۳۔ دوسروں کے حقوق ادا کرتے وقت اپنی کوتاہی اور تقصیر کا احساس کریں۔ [۱]

۱۰۔ حضرت ابوبکر القنطریؒ (م۔ ۲۶۰ھ)

پورا نام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبدالرحمٰن القنطری ہے۔ ابن جوزیؒ نے صفتہ الصفوۃ میں ان کے مفصل حالات قلمبند کئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ قنطرۃ البردان میں مقیم تھے۔ زہد و ورع، دنیا اور دنیا داروں سے بے نیازی میں حضرت بشر بن الحارثؒ کے مشابہ تھے۔ کھانا پینا نہایت مختصر تھا۔ حضرت سفیان ثوریؒ کا مجموعہ احادیث اجرت پر کتابت کر کے گزر اوقات کیا کرتے تھے۔ حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اساتذہ و شیوخ ایسے تھے کہ جن کو دیکھ لینا ہی ہفتوں کی روحانی غذا کے قائم مقام ہو جاتا تھا۔ حضرت قنطریؒ

---

[۱] اللمع فی التصوف ص ۲۱۷

Marfat.com

ان بزرگوں میں سے ایک تھے۔

حضرت جنیدؒ کا بیان ہے کہ ایک روز عین دوپہر کو میں پل عبور کر کے حضرت قنطری کے پاس پہنچا کہنے لگے کہ اس وقت تمہیں اور کوئی (نیکی کا) کام نہیں تھا کہ جو تمہیں ادھر آنے سے روکتا۔ میں نے عرض کیا پیر و مرشد! آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ہی تو میرا (نیکی کا) کام ہے پھر بھلا کسی اور کام کے روک دینے کا کیا سوال ہے [1]

انتقال پُرملال بروز بدھ ۲۵ ذی الحجہ ۲۶۰ھ کو ہوا۔

۱۱۔ حضرت حسن المسوحیؒ

مولانا جامیؒ نے نسبت المسوحی لکھی ہے اور انہیں حضرت جنیدؒ کا شیخ قرار دیا ہے۔ البتہ شیخ الاسلام ہروی نے فرمایا ہے کہ لوگ تو انہیں استادِ جنیدؒ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ہمعصروں اور ہمسروں میں سے تھے۔ وہ حضرت سریؒ کے بزرگ ساتھیوں میں سے تھے اور حضرت بشر الحافیؒ سے روایتِ حدیث کی تھی۔ تنہائی پسند تھے لہٰذا قبرستان باب الکناس کی ایک شکستہ مسجد میں رہا کرتے تھے۔ ان کا دل جلوہ گاہِ کبریا تھا لہٰذا انہیں ویرانوں میں رہنے سے کوئی وحشت نہ ہوتی تھی۔ حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے ان سے اُنس کے بارے میں گفتگو کی تو فرمانے لگے کیسا اُنس؟ اور کیسی وحشت؟؟ بخدا جو کچھ زیرِ آسمان ہے وہ سب مر کھپ جائے تو بھی مجھے وحشت نہ ہوگی [2]

۱۲۔ حضرت محمد بن منصور طوسیؒ (م۔ ۲۵۴ھ)

مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ وہ صوفیائے بغداد میں سے تھے اور وہ حضرت ابو العباس ابن مسروقؒ حضرت ابو جعفر الحداد الصغیرؒ حضرت ابو سعید الخرازؒ اور حضرت جنیدؒ کے استاد ہیں [3]

---

[1] صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۲۱
[2] نفحات الانس ص ۶۵، صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۴۰، طبقات الصوفیہ ہروی ص ۲۱۵
[3] نفحات الانس ص ۴۴

Marfat.com

۱۳۔ حضرت ابوحاتم العطارؒ

بقول مولانا جامیؒ وہ حضرت ابوتراب نخشبیؒ (م۔ ۲۴۵ھ) کے ہمسر تھے اور حضرت ابوسعید الخرازؒ اور حضرت جنیدؒ کے اساتذہ کرام میں سے ہیں۔ وہ تجارت پیشہ تھے لیکن یادالٰہی سے کبھی غافل نہیں رہتے تھے۔ ان کے بارے میں بزرگوں کا یہ قول بڑا مشہور ہے۔

انہ کان ابوحاتم العطار ظاھرہ التجار و باطنہ باطن الابرار[۱]

ترجمہ:۔ بے شک حضرت ابوحاتم عطارؒ کا ظاہر تجارت پیشہ لوگوں کا سا تھا لیکن ان کا باطن بلاشبہ نیک لوگوں کے باطن جیسا تھا۔

۱۴۔ حضرت ابویعقوب الزیاتؒ

حضرت جنیدؒ ان کے پاس اکثر و بیشتر اکتسابِ علم اور تربیتِ روحانی کے لئے جایا کرتے تھے۔ ایک روز بے وقت ان کا دروازہ جا کھٹکایا تو انہوں نے فرمایا کیا تمہاری اس وقت اللہ تعالٰے کے معاملے میں کوئی مصروفیت و عبادت نہیں تھی کہ جو تمہیں میرے پاس آنے سے روکتی؟ حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضرت! ہمارا آپ کے یہاں آنا بھی تو عبادت اور تعلق باللہ کا ذریعہ ہے۔ یہ جواب سن کر فوراً دروازہ کھول دیا اور علمی افادات اور روحانی نکات سے نوازا[۲]

ابن جوزیؒ، صفۃ الصفوۃ میں لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت زیاتؒ نے اپنے ایک نووارد مرید سے پوچھا کہ تم نے قرآن حفظ کیا ہے یا نہیں؟ اس نے نفی میں جواب دیا تو دکھ بھرے لہجے میں فرمانے لگے واغوثاہ! باللہ مریدٌ لا یحفظ القرآن کاترجۃ لاریح لھا فبم یتنعم فبم یترنم فبم یناجی ربّہٗ[۳]

ترجمہ:۔ ہائے کون ایسے شخص کی فریادرسی کرے! بخدا جو مرید قرآن حفظ نہیں کرتا وہ تو ایسے عطر کی مانند ہے کہ جس میں سرے سے کوئی بو اور باس نہ ہو بھلا وہ قرآن کے بغیر کس چیز سے فیض اٹھائے کس شے کے ساتھ حمدالٰہی میں نغمہ سرا ہو اور کس ذریعے سے اپنے پالنے والے سے سرگوشی اور مناجات کرے۔

۱۔ نفحات الانس ص۳۷، طبقات الصوفیہ ہروی ص۷۰ ۲۔ کتاب مذکور ص۹۰، صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص۲۳۵

۳۔ صفۃ الصفوۃ ج۲ ص۲۳۵

Marfat.com

جُنیدؒ باتمکین کا وعظِ اوّلین

تکمیلِ طریقت

علوم ظاہرہ کی تحصیل اور منازلِ سلوک کی تکمیل کے بعد شیوخ کے فیضانِ نظر اور توفیقاتِ الٰہیہ کے طفیل حضرت جنیدؒ اب اس قابل ہو گئے تھے کہ وہ رشد و ہدایت کی مسند کو زیب و زینت بخش سکیں حضرت سریؒ ایسے مشفق مرشد کی ہمہ وقت رہنمائی میں انہوں نے طریقت میں کمال حاصل کیا اور قطبِ ارشاد کے منصبِ بلند پر فائز ہوئے۔[1]

وعظ پر لوگوں کا اصرار

مشایخ اور یارانِ طریقت کا پرزور تقاضا تھا کہ وہ مسجد شونیزیہ کے منبر سے اپنے وعظ کا آغاز فرمائیں اور عوام و خواص کو اپنے ملفوظاتِ عالیہ سے نوازیں۔ لیکن حضرت جنیدؒ منصبِ ارشاد کی عظمت و جلالت، اساتذہ کے اکرام و احترام اور اپنے مثالی انکسار کے پیشِ نظر ایسا کرنے سے گریزاں رہے۔ بالآخر جب ہادئ اعظم رحمتِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس سے خواب میں اِذن و اشارہ پایا تو وعظ کہنے پر آمادہ ہو گئے۔

لوگوں کا جوش و خروش

لوگ مدت سے حضرت جنیدؒ کی تقریر دلپذیر سننے کے مشتاق تھے۔ چنانچہ جب یہ اعلان ہوا کہ جمعہ کے روز حضرت کا وعظ ہوگا تو لوگ جوق در جوق وعظ سننے کے لئے آئے۔ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے صحن مسجد اپنی وسعت کے باوصف تنگ محسوس ہو رہا تھا۔ حضرت جنیدؒ منبر پر تشریف لائے تو لوگ گوش برآواز

---

[1] صاحب تواریخ آئینہ تصوف کا بیان ہے کہ حضرت سریؒ ہی سے انہوں نے خلافت حوالت اور امامت کلی مجددی پائی تھی۔

Marfat.com

ہو گئے۔

وعظِ پُرتاثیر اور خطبۂ بے نظیر

حمد و ثنا کے بعد حضرت جنیدؒ نے توحید کے حقائق و معارف بیان کئے اور شرک کے جلی اور خفی پہلوؤں سے اجتناب کی تلقین فرمائی۔ تقریر کیا تھی، فصاحت کا بلاغت کا موجیں مارتا سمندر تھا۔ وہ بولتے نہیں تھے کوثر و سلسبیل میں دھلی زبان سے موتی رولتے تھے۔ اس وعظ میں انہوں نے علم و عرفان کے جو موتی لٹائے ان کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ بات دل سے نکل رہی تھی اور دلوں میں اثر کر رہی تھی۔ بیٹھے بیٹھے لوگ دھیرے دھیرے انقلابِ باطن کا کام کرتے جا رہے تھے۔ آخر کار وعظ ختم ہو گیا لیکن کچھ دیر تک مجمع شدتِ تاثر کے باعث بیٹھا کا بیٹھا رہ گیا۔

امتحان و آزمائش

لوگ ابھی بیٹھے تھے کہ پچھلی صفوں میں سے ایک نوجوان اٹھا۔ ذرا سنبھل کر اس نے ایک درخواست اور ایک سوال کیا۔ وہ کہہ رہا تھا حضرت! ذرا اس حدیثِ رسول ﷺ کا مفہوم سمجھاتے جائیے۔ سبھی لوگ متوجہ ہو گئے اور وہ شخص حدیث کے الفاظ دہرانے لگا۔ لوگوں نے سنا تو وہ یہ حدیث پیش کر رہا تھا اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ یعنی مومن کی فراست (ایمانی) سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

پیر روشن ضمیر نے ذرا گردن جھکائی اور پھر سر بلند کر کے ارشاد فرمایا اے نوجوان! تو اس حدیث کا مفہوم مجھ سے جاننا چاہتا ہے تو ادھر آ اور مسلمان ہو جا کیونکہ تیرے اسلام لانے کا وقت آ گیا ہے۔

نصرانی کا قبولِ اسلام

لوگ حیرانی سے اس شخص کا منہ تکنے لگے کہ جو مسلمانوں کا سا لباس پہنے ہوئے تھا اور بظاہر مسلمان دکھائی دیتا تھا۔

اتنے میں وہ شخص آگے بڑھا، حضرت جنیدؒ کے پاس پہنچا اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔

Marfat.com

نعرۂ تکبیر کی گونج میں اس نے بتایا کہ میں ایک عیسائی تھا۔ جب میں نے سنا کہ مسلمانوں کے روحانی پیشوا حضرت جنیدؒ وعظ کے لئے پہلی بار مسجد میں آ رہے ہیں تو میں مسلمانوں جیسا لباس پہن کر مسجد میں آ موجود ہُوا۔ ارادہ یہ تھا کہ امتحان لینے کی خاطر ان سے اس حدیث کا مفہوم پوچھوں گا۔ اگر انہوں نے میری باطنی کیفیت کو پہچان لیا تو یہ ان کے اور ان کے بانیٔ مذہب کی دلیلِ صداقت ہوگی اور میں آبائی دین چھوڑ کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ الحمدللہ مجھے اسلام کی صداقت اور حضرت جنیدؒ کی فراستِ ایمانی کا ثبوت مل گیا ہے۔ لہٰذا حلقہ بگوشِ اسلام ہوگیا ہوں۔ آپ لوگ میری استقامت اور سلامتیٔ ایمان کی دعا فرمائیں۔ اہلِ اسلام اس واقعے سے بہت خوش ہوئے اور اس طرح یہ وعظِ اولیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یادگار بن گیا۔ ملاحظہ ہو۔ [1]

کشف و کرامات

امام یافعیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ تو اس واقعہ میں حضرت جنیدؒ کی ایک کرامت شمار کرتے ہیں حالانکہ میرے لئے اس میں حضرتؒ کی دو کرامتیں مضمر ہیں (۱) یہ جان لینا کہ وہ شخص درحقیقت مسلمان نہیں بلکہ بھیس بدلے ہوئے ایک عیسائی ہے (۲) یہ پہچان لینا کہ اب اس کے اسلام لانے کا وقت بھی آ گیا ہے [2]

مواعظ کی اثر آفرینی

اللہ تعالیٰ نے حضرت جنیدؒ کے وعظ میں بڑی تاثیر رکھی تھی۔ جو بھی آتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ لوگ آتے تھے اور ایمان وایقان سے جھولیاں بھر بھر کر جاتے تھے۔ جرائم پیشہ اور معاشرے کے بگڑے ہوئے افراد آپ کا وعظ سن پاتے یا آپ کے اخلاق کی کوئی جھلک دیکھ لیتے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تائب ہو جاتے دنیا نے اسی بارگاہ سے بدنام زمانہ — ابنِ ساباط کو راہزنی اور چوری چکاری سے توبہ کرتے دیکھا ہے۔ ابوعلی رودباریؒ امیر کبیر اور دنیادار انسان تھے ان کا گزر حضرت جنیدؒ کے پاس سے ہُوا۔ آپ اس وقت

---

۱ مراۃ الجنان ج ۲ ص ۲۳۱، رسالہ قشیریہ ص ۱۰، وفیات الاعیان ج ۱ ص ۱۴۶، شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۲۸، البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۱۴، تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۳، نفحات الانس ص ۵۶، ۲ مراۃ الجنان ج ۲ ص ۲۳۲

Marfat.com

وعظ فرما رہے تھے۔ کانوں میں وعظ کے دو بول پڑے۔ یہی دو بول کانوں میں ایسا رس گھول گئے کہ ان کی کایا پلٹ گئی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہیں کے ہو کر رہ گئے پھر بالآخر اُن کے نامور خلیفہ قرار پائے۔

کتنے اچھے وہ دن تھے کہ جب منبر و محراب کی زینت اہلِ دل عالم ہُوا کرتے تھے کہ جن کے وعظ سے دل کے بند دریچے کھل جایا کرتے تھے، گمراہوں کو راہِ ہدایت ملتی تھی اور جن کے ارشاد و تلقین سے ایمان و یقین کی دولت میں اضافہ ہوتا تھا۔ ایک آج کی تقریریں ہیں کہ جن سے ایمان و یقین گھٹتے ہیں اور شبہات و اختلافات بڑھتے ہیں ؎

ببین تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا؟

شیخ عطارؒ حضرت جنیدؒ کی روحانی فتوحات اور ان کے مواعظ کی اثر آفرینی کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ کے مواعظِ حسنہ کا نتیجہ یہ ہُوا کہ کئی ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ کچھ عرصہ وعظ کرتے رہے پھر خود بخود خاموشی اختیار کر لی۔ آخر تقریباً دو سال کے بعد بغیر کسی التجا کے خود ہی وعظ کہنا شروع کر دیا[1]

قیامِ حجاز کے واقعات

حج کی سعادت حاصل کرنے اور دیارِ حبیب کی پر انوار فضاؤں سے برکت اندوز ہونے کی خاطر حضرت جنیدؒ کئی بار حجاز مقدس گئے ہیں۔ اس سرزمین میں عارضی قیام کے دوران میں جو اہم واقعات پیش آئے وہ درج ذیل ہیں۔

بچپن کا سفر

حضرت جُنیدؒ کو سات سال کی چھوٹی عمر میں سرزمینِ پاک کی زیارت کا موقع ملا جب وہ اپنے ماموں حضرت سَریؒ کے ہمراہ وہاں گئے تھے۔ قیامِ مکّہ کے دوران میں بقول شیخ عطارؒ انہیں چار سو مشایخ کے سامنے مسئلہ شکر پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہُوا۔ ان کا جواب سن کر سب شیخ کہہ اٹھے تھے اَحْسَنْتَ یَا قُرَّۃَ عَیْنِ الصِّدِّیْقِیْن[1]

---

[1] تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۳۴

Marfat.com

صدیقوں کی آنکھ کی ٹھنڈک! آپ نے خوب جواب مرحمت فرمایا ہے) ؎

خطاب تاج العارفین

حضرت جنیدؒ عنفوانِ شباب میں حج بیت اللہ کے لئے گئے تو وہاں ایک اہم واقعہ پیش آیا کہ جس نے آپ کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

حضرت ابوبکر الکتانیؒ بیان کرتے ہیں کہ حج کے زمانے میں مکہ مکرمہ میں مشایخ کے درمیان ایک روز عشق الٰہی کے مسئلہ پر زوردار بحث ہوئی۔ مشایخ نے باری باری اظہارِ خیال کیا حضرت جنیدؒ بھی اس مجلس میں موجود تھے اور سب سے کم عمر تھے۔ آخر میں مشایخ کی ان پر نظر پڑی تو کہنے لگے اے عراقی نوجوان! اگر کچھ بیان کرنا ہو تو تم بھی بیان کر لو۔ ہماری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔ حضرت جنیدؒ نے سر جھکا لیا، آنکھوں میں آنسو آگئے اور رُندھی ہوئی آواز میں عاشق صادق کی صفات کو بیان کرنا شروع کر دیا اور فرمایا عبدٌ ذاھبٌ عن نفسہٖ متصلٌ بذکرِ ربہٖ قائمٌ بأداءِ حقوقہٖ ناظرٌ الیہ بقلبہٖ احرق قلبہٗ انوارُ ھویتہٖ وصفا شربہٗ من کاسِ وُدہٖ وانکشف لہ الجبارُ من استارِ غیبہٖ فاِنْ تَکَلَّمَ فَبِاللّٰہِ وَاِنْ نَطَقَ فَعَنَ اللّٰہِ وان تحرک فَبِاَمْرِ اللّٰہِ وَاِنْ سَکَنَ فَمَعَ اللّٰہِ فھو! للّٰہِ وَبِاللّٰہِ و مع اللّٰہِ۔

ترجمہ:۔ خدا کا عاشق تو وہ بندہ ہے جو اپنی نفسانیت کو مٹا دے، لگاتار اپنے پالنے والے کا ذکر کرنے والا ہو، حقوق اللہ کے ادا کرنے پر مدام کمربستہ ہو اور اپنے دل کی نگاہوں سے اس کی تجلیات کا نظارہ کرنے والا ہو۔ ایسے شخص کے دل کو ذاتِ حق کے انوارِ وجود نے جلا کر رکھ دیا ہے۔ وہ ہر دم شرابِ محبت کے پیالے پیتا ہے۔ حق تعالیٰ نے اس شخص کے لئے اپنے غیب کے پردے ہٹا دیئے ہیں (اور شہود سے نوازا ہے)

پس ایسا شخص اگر کلام کرتا ہے تو مشیتِ الٰہی سے کلام کرتا ہے، بات کرتا ہے تو خدا کی طرف سے بات کرتا ہے حرکت کرتا ہے تو حکمِ الٰہی سے حرکت کرتا ہے یعنی اللہ کے حکم کے بغیر وہ قدم تک نہیں

؎ تذکرۃ الاولیا ص ۳۱۹

Marfat.com

اٹھاتا۔ اگر وہ سکون و قرار اختیار کرتا ہے تو وہ اللہ کی معیت میں ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی کی خاطر سب کچھ کرتا ہے۔

مشایخ عظام نے حضرت جنیدؒ سے عاشق کی یہ تعریف سنی تو اشکبار ہو گئے اور یک زبان ہو کر کہنے لگے مَا عَلٰی هٰذا مزید جبرك الله یا تاج العارفین[۱]

ترجمہ:۔ اے عارفوں کے تاج! آپ کو خوشخبری اور مبارکباد ہو۔ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے یہ حرفِ آخر ہے۔ اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔

صحبتِ مساکینِ مدینہ ــــ ذریعہ عرفانِ حق

سیر الاولیاء میں منقول ہے خواجہ نظام الدین اولیاءؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مدینہ شریف کی گلیوں میں حق کو پایا ہے۔ پوچھا گیا کہ وہ کیسے؟ تو فرمایا ایک روز میں مدینہ منورہ کے بازار میں چلا جا رہا تھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ کچھ خستہ حال مسکین ہیں جن کی خستہ حالی بیان نہیں کی جا سکتی مجھے ان پر ترس آیا اور دل سے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے ساتھ ساتھ رہوں گا اور ان کی صحبت اختیار کروں گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ ان مساکین کی خدمت میں رہا اور مجھے اچھی طرح پتہ چل گیا کہ واقعی خدا خستہ حالوں کے ساتھ ہے۔

متفرق واقعات

حجازِ مقدس میں چند اور واقعات بھی مختلف اوقات میں حضرت جنیدؒ کو پیش آئے تھے۔ ان میں سے ایک تو ایک حجام سے اخلاصِ عمل کا سبق لینے کا واقعہ ہے۔ دوسرا واقعہ ایک دولتمند کا بہت سا مال فقراء میں تقسیم کرنے کی خاطر حضرت جنیدؒ کے پاس لانا اور آپ کا اسے قبول کرنے سے انکار کر دینے کا ہے۔ ان واقعات کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

---

[۱] رسالہ قشیریہ صـ۱۷۹

Marfat.com

سرحدِ روم پر محاذِ جنگ کے واقعات

حضرت جنیدؒ کے دورِ حیات میں رومیوں کے خلاف کئی بار جہاد کیا گیا۔ آپ نے بھی ان محاربات میں سرگرمی سے حصہ لیا اور کئی مہمات میں شریک ہو کر دادِ شجاعت دی۔ محاذ کے چند واقعات حسب ذیل ہیں۔

زہد و ورع کا انعام

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب میں ایک مہم لے کر رومیوں کے خلاف گیا تو امیرِ لشکر نے میرے ذاتی اخراجات کے لئے کچھ رقم بھیجی۔ میں نے اسے اپنی ذات پر خرچ کرنا پسند نہ کیا بلکہ ضرورتمند غازیوں میں بانٹ دی۔ ایک روز نماز ظہر پڑھ کر بیٹھا ہوا تھا۔ ان دنوں مجھے یہ پریشانی رہتی تھی کہ میں نے رقم قبول کر کے غلطی کی ہے گو وہ رقم میں نے مستحق لوگوں میں تقسیم بھی کر دی تھی۔ نماز کے بعد بار بار یہی احساس مجھے ستا رہا تھا۔ اسی فکر میں غلطاں و پیچاں تھا کہ مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ کئی شاندار محل تیار ہو رہے ہیں جن میں ہر طرح کا سامانِ عیش موجود ہے۔ میں نے کسی سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ محل بہشت میں ان لوگوں کے لئے تیار ہو رہے ہیں کہ جن کا راہِ خدا میں دیا ہوا روپیہ آپ نے غازیوں میں تقسیم کیا تھا۔ مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا میرے لئے بھی یہاں کوئی مکان ہے یا نہیں۔ اس پر مجھے ایک بہت بڑا محل دکھایا گیا جو سارے محلوں سے زیادہ شاندار تھا۔ میں حیران ہوا اور پوچھا کہ مجھے ان لوگوں سے بڑا محل کیوں دیا جا رہا ہے تو بتایا گیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے تو ثواب کی امید پر یہ مال راہِ خدا میں نکالا تھا جبکہ تو نے یہ مال پھر اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور پھر بھی اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہا اور خدا کے ہاں اس کے قبول ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فکر مند رہا للہذا تجھے دگنا اجر دیا گیا ہے[۱]

۱؎ تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۳۴

Marfat.com

سعید اور شہید

ایک دفعہ حضرت جنیدؒ نے عزم جہاد کیا اور اپنے آٹھ خاص مریدوں کو ہمراہ لے کر محاذِ روم پر پہنچے انہوں نے اور ان کے مریدوں نے مردانگی کے خوب جوہر دکھائے۔ آٹھوں مرید لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضرت خود فرماتے ہیں کہ میں نے ہوا میں معلق نو ہودج دیکھے۔ میرا جو مرید شہید ہوتا تھا اس کی روح فرشتے ایک ہودج میں ڈال کر آسمانوں کی طرف لے جاتے تھے جب آٹھوں ہودج چلے گئے اور صرف ایک باقی رہ گیا تو میری آس بندھی کہ یہ ہودج مجھے نصیب ہوگا اور شہادت کا شرف حاصل ہوگا۔

اتنے میں دیکھتا کیا ہوں کہ ایک رومی کافر میری طرف چلا آرہا ہے۔ وہ قریب آیا تو اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کو کلمہ پڑھا دوں۔ چنانچہ میں نے اسے کلمہ پڑھا دیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر وہ کہنے لگا حضرت! یہ ہودج میرے لئے رہنے دیں اور آپ واپس بغداد جا کر لوگوں کو راہِ راست دکھائیں۔ اس کے بعد وہ نو مسلم اپنی فوج کی طرف لپکا۔ آٹھ کافروں کو تہ تیغ کیا اور پھر خود بھی شہید ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ہودج اسی روح سعید کے انتظار میں تھا۔ فرشتوں نے اس کی روح کو ہودج میں رکھا اور آسمان کی طرف لے کر پرواز کر گئے۔[1]

این سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہمعصر مشائخ سے تعلقات

حضرت جنیدؒ کے اپنے معاصر مشائخ سے خواہ وہ کسی شہر میں مقیم تھے تعلقات نہایت دوستانہ اور خوشگوار تھے۔ اس دور کے قریب قریب تمام اہم مشائخ یا تو ان کے اساتذہ میں سے یا مریدوں میں سے تھے یا پھر احباب میں شامل تھے۔ یہ حسن اتفاق شاذ و نادر ہی وقوع پذیر ہوا کرتا ہے۔

---

[1] تذکرۃ الاولیاء صـ ۲۳۱

Marfat.com

مشایخ بغداد

مشایخ بغداد میں سے حضرت محمد بن ابی الوردؒ اور حضرت احمد بن ابی الوردؒ دونوں بھائی حضرت جنیدؒ کے ہمسر اور ہم جلیس تھے۔ حضرت جنیدؒ کے ہاں جو علمی مذاکرے اور روحانی مجالس منعقد ہوتی تھیں۔ یہ دونوں بھائی ان میں سرگرمی سے حصہ لیا کرتے تھے۔ حضرت سہل تستریؒ (م۔ ۲۸۳ھ) جو بہت بڑے شیخ طریقت تھے ان کے اور حضرت جنیدؒ کے درمیان انتہائی دوستانہ اور برادرانہ مراسم قائم تھے۔

حضرت ابوسعید الخرازؒ (م۔ ۲۸۶ھ) کے بارے میں شیخ الاسلام ہرویؒ کہ وہ تو اپنے آپ کو حضرت جنیدؒ کا شاگرد بنایا کرتے تھے حالانکہ درحقیقت وہ ان کے یار جاں نثار تھے[1]

حضرت خیر النساجؒ کی حضرت جنیدؒ سے خیر خواہی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ انہوں نے اپنے مرید حضرت شبلیؒ کو آپ کی خدمت کی غرض سے بھیجا تھا۔

حضرت حماد السمینؒ حضرت جنیدؒ دونوں ایک دوسرے سے محبت و احترام سے پیش آتے تھے۔

حضرت ابوعمرو حماد قرشیؒ بغدادی کے ہاں حضرت جنیدؒ کی آمد و رفت رہی ہے[2]

حضرت سمنون المحبؒ اور حضرت جنیدؒ کی دوستی تو مثالی حیثیت رکھتی تھی۔

حضرت ابوالعباس احمد بن مسروقؒ (م۔ ۲۹۹ھ) آپکے مشفق استاد اور مخلص دوست تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت جنیدؒ کے ہمراہ ایک روز بغداد کی گلیوں میں سے گزر رہا تھا۔ ایک مغنی یہ شعر گا رہا تھا۔

؎ منازلُ کنت تھواھا و تالفھا　　　ایامَ انتَ علی الایام منصورُ

دکیسی کیسی اترنے کی جگہیں تھیں جن سے تو محبت کیا کرتا تھا اور ان دنوں تو گردش روزگار سے بھی تو محفوظ تھا۔ حضرت جنیدؒ نے یہ شعر سنا تو پھوٹ پھوٹ کر روئے اور پھر مجھ سے کہنے لگے اے ابوالعباس! انس اور الفت کی منزلیں کتنی پیاری اور پاکیزہ ہیں اور مخالفت کے مقامات کتنے وحشتناک ہیں ابتدائے عشق الٰہی میں، میں نے کس قدر محنت و مشقت اٹھائی تھی کس قدر تگ و دو کی تھی اور کس قدر خون پسینہ ایک

---

[1] طبقات الصوفیہ ہروی صفحہ ۱۳۴، نفحات الانس صفحہ ۸۵ [2] طبقات الصوفیہ ہروی صفحہ ۱۵۴

Marfat.com

حضرت ابو محمد المروزیؒ (م۔ ۲۹۰ھ) حج پر آتے جاتے کئی بار بغداد اترے۔ حضرت جنیدؒ ان کے مداح تھے اور وہ حضرت جنیدؒ کی معرفت کے معترف۔ حضرت ابو عثمان الحیریؒ (م۔ ۲۹۸ھ) نے بغداد ہی میں سماعتِ حدیث کی تھی بعدازاں اگرچہ ان کا قیام نیشاپور ہی میں رہا لیکن حضرت جنیدؒ کے لئے پرخلوص جذبات رکھتے تھے حضرت ابوبکر کسائی دینوریؒ بھی نیشاپور میں اقامت پذیر تھے اور وہ حضرت جنیدؒ کی صحبت سے مستفیض تھے دونوں میں خط و کتابت کا سلسلہ قائم تھا۔ انہوں نے کم و بیش ایک ہزار مسائل حضرت جنیدؒ سے دریافت کئے اور حضرت نے ان سب کے جوابات لکھ کر بھجوائے تھے۔ وصال سے پہلے انہوں نے حضرت جنیدؒ کی رضا اور منشا کے عین مطابق ان تحریروں کو بادلِ نخواستہ ضائع کر دیا تھا۔

مشایخ شام

بغداد و نیشاپور کے بعد شام کا مدرسۂ تصوف ممتاز تھا۔ مشایخ شام کے سرگروہ حضرت احمد بن ابی الحواریؒ (م۔ ۲۴۶ھ) تھے۔ دونوں بزرگوں میں غالباً ملاقات تو نہیں ہوئی لیکن ایک دوسرے سے متعارف اور ایک دوسرے کی عظمت کے معترف تھے ان کی وفات کے بعد ان کے تلامذہ حضرت جنیدؒ کی ارادت مندی میں آگئے تھے۔ ایک بار مشایخ شام نے حضرت جنیدؒ سے چند مسائل دریافت کئے جن کا جواب باصواب آپؒ نے ایک رسالے کی صورت میں تحریر کر کے بھجوا دیا تھا۔

مشایخ بصرہ

حضرت جنیدؒ بصری مشایخ میں بھی بڑے مقبول تھے چنانچہ حضرت سہل تستریؒ (م۔ ۲۸۳ھ) کی وفات کے بعد ان کے بصری مشایخ اور مریدین نے حضرت جنیدؒ کی طرف رجوع کیا تھا اور ان سے طریقت کا اکتساب کیا تھا۔ بعض بصری مرید اور احباب انہیں فتوح اور ھدایا بھی بھیجا کرتے تھے۔

سلسلہ طیفوریہ کے مشایخ

حضرت جنیدؒ کی ملاقات حضرت بایزید بسطامیؒ (م ۲۶۱ھ) سے نہیں ہو سکی لیکن ان کے دوست اور ساتھی حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ سے ملنے کا ضرور اتفاق ہوا ہے۔ حضرت یحییٰؒ جب بغداد میں آئے ہیں

Marfat.com

کیا تھا لیکن اب ان دنوں کی یاد باقی ہے۔ راہِ عشق میں ویسی قربانیاں دینا اپنے بس کی بات نہیں رہی [۱]

حضرت ابوحمزہ بغدادیؒ (م۔ ۲۸۶ھ) اور حضرت جنیدؒ میں اس قدر دوستی اور بے تکلفی تھی کہ ایک بار حضرت ابوحمزہؒ حج سے واپس آئے تو سیدھے حضرت کے پاس پہنچے اور چند کھانوں کی فرمائش کر دی اور خلافِ معمول تمام کھانا کھا گئے۔ حضرت جنیدؒ نے مسکراتے ہوئے وجہ پوچھی تو فرمایا بھائی تعجب نہ کرو یہ مکہ سے یہاں تک میرا تیسرا کھانا ہے [۲]

مشائخ نیشاپور

تیسری صدی میں نیشاپور کا مدرسۂ تصوف بڑی شہرت رکھتا تھا۔ وہاں کے مشائخ حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ جاتے تو بغداد سے ہو کر گزرتے تھے، حضرت جنیدؒ سے ملاقات ہوتی تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ اس طرح عقیدت و محبت کے تعلقات استوار ہو جاتے تھے۔

حضرت ابوحفص الحداد نیشاپوریؒ (م۔ ۲۷۰ھ) دو تین بار بغداد تشریف لائے۔ حضرت جنیدؒ سے ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ جب بھی وہ آتے حضرت جنیدؒ اپنے مریدوں کو ان کے استقبال کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ سخا کی حقیقت پر تبادلۂ افکار ہوا تو دونوں بزرگ ایک دوسرے کی عظمت کے معترف ہوئے۔ ایک بار وہ آئے تو پورے سال حضرت جنیدؒ کے ہاں مہمان رہے۔ آٹھ مرید باصفا بھی ساتھ تھے۔ حضرت جنیدؒ نے مہمان داری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور میزبانی کا حق ادا کر دیا۔

حضرت ابوحفصؒ نے نیشاپور آنے کی دعوت دی لیکن حضرت جنیدؒ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث وہاں نہیں جا سکے۔ نیشاپور کے ایک اور بزرگ حضرت ابراہیم الخواص (م۔ ۲۹۱ھ) فضیلتِ صحو کے باب میں حضرت جنیدؒ کے ہم مشرب تھے۔ اس طرح دونوں میں یگونہ خلوص تھا۔

حضرت یوسف بن حسین رازیؒ (م۔ ۳۰۴ھ) بغداد آئے۔ دونوں بزرگوں میں احوال و مقامات پر گفتگو ہوئی روحانی تعلق اتنا مضبوط ہو گیا کہ جہاں کہیں وہ رہے مراسلت کا سلسلہ جاری رہا۔

---

[۱] طبقات الصوفیہ ص ۲۴۰ [۲] کتاب مذکور ص ۲۹۷

Marfat.com

تو اس وقت حضرت جنیدؒ نوعمر تھے۔ ملاقات ہوئی اور بعد ازاں دونوں بزرگوں میں خط وکتابت ہوتی رہی اور افادہ و استفادہ کا سلسلہ قائم رہا۔

بغداد میں مصروفیات

حضرت جنیدؒ کا قیام اکثر و بیشتر اپنے شہر بغداد میں رہا جہاں ان کی مصروفیات گوناگوں تھیں۔ ان کے شب و روز مجاہدہ و مراقبہ، عبادت و تجارت، وعظ و نصیحت، درس و تدریس، حقوق کی ادائیگی، فرائض کی بجاآوری مریدین کی تربیت اور معاصرین کی خدمت میں گزرتے تھے۔ ان کی مصروفیات اور مشاغل کا مختصر جائزہ حسب ذیل ہے۔

تجارت و عبادت

حضرت جنیدؒ دیگر مشائخ کی طرح کسب حلال پر بہت زیادہ زور دیتے تھے۔ اس لئے اپنے آباؤ اجداد کی مانند کاروبار تجارت کے ذریعے اپنی روزی کمایا کرتے تھے۔ اپنے کنبے کی ضروریات اور مریدوں پر اخراجات کے بعد جو کچھ بچ رہتا وہ راہِ خدا میں دے دیتے تھے۔ آپ ریشمی کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے اسی وجہ سے الخزاز کہلاتے ہیں۔ دکان بازار میں تھی جہاں وہ کچھ وقت کاروبار میں صرف کرتے تھے لیکن یاد الٰہی سے کبھی غافل نہیں رہتے تھے۔

حضرت جعفر الخلدیؒ کا بیان ہے کہ بازار میں حضرت جنیدؒ کی دکان تھی۔ ساتھ ہی روزانہ تین سو رکعت نافلہ ادا کرتے اور تیس ہزار بار تسبیح (سبحان اللہ) پڑھا کرتے تھے [۱]

حضرت اسماعیل بن نجیدؒ بتاتے ہیں کہ حضرت علیہ الرحمۃ ہر روز بازار میں آتے، اپنی دکان کھولتے اور پھر سامنے پردہ لٹکا کر پوری چار سو رکعات نفل نماز ادا فرماتے تھے [۲]

۞ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ، ۳۷/۲۴ القرآن

[۱] تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۴۲، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۹، المنتظم ج ۶ ص ۱۰۵، صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۳۵ [۲] النجوم الزاہرہ ج ۳ ص ۱۶۹

رسالہ قشیریہ ص ۱۹

درس و تدریس

حضرت جنیدؒ عہد سے لحد تک تحصیلِ علم کرنے کے اصول پر کاربند تھے لہٰذا عمر بھر علم و حکمت کی طلب اور تلاش میں سرگرم رہے۔ ان کے ہاں افادہ اور استفادہ کی غرض سے محفلیں جمتی تھیں۔ مذاکرے اور مباحثے ہوتے تھے اور قرآن و حدیث اور فقہ و تصوف کی درس و تدریس ہوتی تھی۔ اپنا فیض دوسروں تک پہنچانے میں بڑے فراخدل تھے۔ مریدوں کا بڑا وسیع حلقہ تھا جن کی تربیت میں وہ دن رات مصروف رہتے تھے۔ اس زمانے میں استاد اور شاگردوں کے بیٹھنے کا یہی مؤدبانہ انداز تھا جس کی جھلک آج بھی دینی درس گاہوں میں دکھائی دیتی ہے۔

شیخ ابو طالب مکیؒ قوت القلوب میں لکھتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کے زمانے میں علماء اور تلامذہ کا اندازِ نشست یہ تھا کہ وہ گھٹنوں کے بل اپنے قدموں پر التحیات کی صورت میں بیٹھتے تھے اور اپنی دونوں کہنیاں پڑھتے وقت گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے۔ کرسیوں کا رواج ہنوز مدرسوں میں نہیں ہوا تھا۔

دعوت و ارشاد

داعیِ حق کی حیثیت سے حضرت جنیدؒ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بڑی حسن و خوبی کے ساتھ سرانجام دیا کرتے تھے۔ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں دین کو سربلند اور لوگوں کو اس کا پابند دیکھنے کے آرزومند تھے۔ تبلیغ اور موعظت میں جو کچھ کہتے تھے، دردمندی سے کہتے تھے لہٰذا ان کی باتوں کا اثر بھی ہوتا تھا۔ زندگی کا ہر لمحہ دعوتِ حق کے لئے وقف تھا۔ زبان اور عمل سے یہی تلقین ہوتی رہتی تھی۔ مرشدِ طریقت کی حیثیت میں تزکیہ نفوس اور تطہیر قلوب کی گرانقدر خدمات سرانجام دیا کرتے تھے آپ کی شہرت بوئے مشک کی طرح ہر سو پھیل چکی تھی۔ دنیا کے کونے کونے سے ارادت مند اور عقیدت کیش بڑی تعداد میں آپ کے ہاں فیض یاب ہونے کے لئے آتے رہتے تھے۔ جو بھی آتا آپ دل کو موہ لینے والی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتے۔ خوشدلی کے ساتھ ان کی روحانی تربیت کرتے اور سلوک کے مراحل طے کراتے۔ اپنے مریدوں سے انہیں بے پناہ محبت تھی اور برابر ان کے ظاہر اور باطن کی اصلاح میں لگے رہتے مریدوں کو خطرات اور قلبی واردات سے باخبر رکھنے کی تاکید کرتے اور خود بھی کشفی طور پر ان کی باطنی

Marfat.com

کیفیات سے آگاہ رہتے تھے۔ اگر کسی مرید کو دیکھتے کہ وہ عزیمت کی بجائے رخصت اور سنت کی جگہ بدعت کی طرف راغب ہو رہا ہے تو اسے فوراً روک دیتے۔ پابندیٔ شریعت اور اتباعِ رسول ہی ان کے نزدیک سچے تصوف اور صحیح طریقت کی شرطِ اولیں تھی۔

حلقۂ تربیت میں مریدوں کی تعداد کوئی معمولی نہ تھی۔ مختلف علاقوں اور مختلف رنگ و نسل کے لوگ وہاں موجود تھے اور سب باہم پیار اور محبت سے رہتے تھے۔ کچھ منتہی تھے تو کچھ مبتدی۔ کچھ ایسے تھے کہ دوسرے مشائخ کے ہاں سے تربیت مکمل کر کے آئے تھے اور یہاں آکر انہیں محسوس ہوا کہ جس کو وہ انتہا سمجھ چکے تھے وہ تو یہاں کی ابتدا ہے۔ حضرت ان سب کے لئے حسبِ ضرورت رہنمائی کرتے رہتے۔ ان کے خورد و نوش کا اہتمام کرتے، ان کی خودداری کا تحفظ کرتے، انہیں دوسروں کے سامنے کبھی ہاتھ نہ پھیلانے دیتے بلکہ خود ضروریات پوری کرتے اور تعلیم و تربیت کے ذریعے ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو جاگر کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ اُن کی حسنِ تربیت ہی کا یہ اعجاز تھا کہ وہ ذرّے، درخشندہ آفتاب بن گئے اور مرید بامراد اور خود صاحبِ دعوت و ارشاد بن گئے۔

خط و کتابت

حضرت جُنیدؒ دریات کے جید استاذ، علوم شریعت کے سلمہ امام اور طریقت کے قطب ارشاد تھے اس لئے معاصر مشائخ اور مریدین پیش افتادہ مسائل میں بغداد سے دور بیٹھے ہوئے بھی تحریری طور پر ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ اس طرح حضرت سے ان کی خط و کتابت جاری رہتی تھی۔ حضرت ابوبکر کسائیؒ نیشاپور سے مسائل لکھ بھیجتے تھے اور یہاں سے حضرت جُنیدؒ کے رسائل جواب میں جاتے تھے۔ اصفہان سے حضرت علی بن سہلؒ تبادلۂ افکار کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عثمان مکیؒ ارضِ پاک سے خط لکھتے رہتے تھے اور حضرت جُنیدؒ بڑی باقاعدگی سے جواب مرحمت کیا کرتے تھے۔ شامی مشائخ کو بھی یہ شرف حاصل تھا کہ انہوں نے کچھ استفسارات کئے تھے جن کے جواب میں حضرت نے ایک رسالہ تحریر کر کے انہیں بھیجا تھا۔ حضرت یوسف بن الحسین رازیؒ، حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ، حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ اور دیگر یارانِ طریقت کو جو خطوط آپ نے تحریر فرمائے تھے ان میں سے بعض خطوط مکتبہ خدیویہ قاہرہ (متحدہ عرب جمہوریہ) میں مخطوطہ رسائل کی صورت میں محفوظ ہیں۔ یہ رسائل شہید علی پاشا کے یادگار مجموعے کا ایک حصہ ہیں۔

Marfat.com

ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر مصری نے انگریزی زبان میں AL-JUNAID: LIFE, PERSONALITY, WRITINGS کے نام سے ایک کتاب لکھ کر ان رسائل کے مندرجات پر سیر حاصل بحث کی ہے اور حضرت جنیدؒ کے تصنیفاتی پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ البتہ بعض مقامات پر ان سے کچھ تسامحات بھی سرزد ہوئے ہیں جو غالباً مستشرقین نوازی کی رو میں ہو گئے ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ جناب محمد کاظم نے کیا ہے اور مکتبہ جدید لاہور کے زیر اہتمام زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے۔

تدبیرِ منزل اور تربیتِ نسل

بعض صوفیہ کے ہاں مجرد رہنا نیکی ہے حالانکہ یہ سراسر رہبانیت ہے جو دین فطرت کے مزاج کے خلاف ہے۔ حضرت جنیدؒ کے نزدیک نیکی کا راز اتباعِ سنت میں مضمر تھا چنانچہ انہوں نے تعلیم و تربیت کے بعد احکام سنت کے مطابق نکاح کیا اور خوشگوار ازدواجی زندگی گزاری۔ وہ گھریلو ضروریات اور خرچ خوراک کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے اور اپنے عائلی فرائض سے کبھی غافل نہ ہوتے تھے۔ غالباً انہوں نے ایک شادی کی تھی اور ایک ہی لڑکا تھا جس کا نام قاسم تھا۔ اسی مناسبت سے آپ کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہوئی۔ اولاد کی تعلیم و تربیت والدین کے فرائض میں شامل ہے چنانچہ اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کی طرف پوری توجہ دی اور انہیں علم و فضل میں یکتا بنا دیا۔ جب حضرت جنیدؒ کی وفات ہوئی تو ان کے صاحبزادے حضرت قاسمؒ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ طریقت میں چونکہ خلافت اور جانشینی وراثت کی بنیاد پر نہیں ہوا کرتی بلکہ اس کا انحصار خصوصی صلاحیت اور اہلیت پر ہوا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت جنیدؒ نے اپنے بیٹے کی بجائے اپنے تربیت یافتہ مرید حضرت ابو محمد جریریؒ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اس طرح محبتِ اولاد کی اس آزمائش میں بھی پورے اترے۔

معاندین کی مخالفت و مخاصمت

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز ۔۔۔ چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

یہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے اور شاید ایسا ہوتا رہے کہ کچھ شر پسند لوگ ہمیشہ داعیانِ حق کی مخالفت

Marfat.com

پر کمر بستہ رہتے ہیں' ان کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں' سب و شتم کے تیر برساتے ہیں اور نقصان پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ یہ سب کچھ وہ کیوں کرتے ہیں اس کی بڑی وجہ حسد اور مفادِ عاجلہ کا مذموم جذبہ ہوتا ہے۔ ہوا و ہوس کے بندے کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی اللہ کا بندہ لوگوں کی محبت اور عقیدت کا مرکز بنے۔ تخت و تاج کے وارثوں اور اقتدار کے مالکوں کو بھی بوریہ نشینوں کی مقبولیت کھٹکتی رہتی ہے۔

حضرت جنیدؒ بھی زمانے کی اس رسمِ کہن سے مستثنےٰ نہیں رہے۔ چنانچہ جب سارا ملک ان کے علم و فضل اور زہد و عبادت کے چرچوں سے گونج رہا تھا وہاں چند حاسدوں کی مکروہ آوازیں بھی بلند ہونے لگیں ان میں دو شخص قابلِ ذکر ہیں۔ دونوں حاسد اور طالبانِ دنیا میں سے تھے۔ ایک شخص غلام الخلیل کہلاتا تھا جس کا اصل نام شیخ ابو طالب مکیؒ نے احمد بن غالب بتایا ہے۔ یہ بدبخت شاہ کا مصاحب یعنی خلیفہ معتضد باللہ کا درباری تھا اور ہر وقت مشایخ کی مخالفت پر آمادہ رہتا تھا۔ حسبِ عادت اس نے خلیفہ وقت کے سامنے حضرت جنیدؒ اور ان کے یارانِ طریقت کی چغلی کھائی لیکن حضرت جنیدؒ کی جلالتِ علم اور محتاط روش کی بدولت منہ کی کھائی اور نقصان پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ دوسرا شخص ابو دانیال کوئی غیر معروف آدمی تھا جو اپنے خبثِ باطن کا اظہار مشایخ کرام اور اولیائے عظام کو گالیاں دے کر کرتا تھا حضرت ابو بکر تلمسانیؒ کہتے ہیں کہ یہ شخص عام طور پر حضرت جنیدؒ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف زہر اگلتا رہتا تھا۔ جب کسی کو ان بزرگوں کا ذکرِ خیر کرتے سنتا تو انگاروں میں لوٹنے لگتا۔ لیکن اس کی ژاژ خائیوں اور مخالفت کا نتیجہ بھی وہی ہوا جو حق و باطل کی آمیزش میں ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے۔ مخالفت کرنے والے مر کھپ گئے اور صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے جبکہ حضرت جنیدؒ کا نام اور کام صدیاں گزرنے کے بعد بھی زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

Marfat.com

وفات اور وصال

> ؎ وعدۂ وصل چوں شود نزدیک — آتشِ شوق تیز تر گردد

ماہ و سال گزرتے گئے اور بالآخر وہ وقت آپہنچا کہ حضرت جنیدؒ اپنے عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑ کر اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملیں۔ نوے یا اکانوے سال کی عمر مبارک تھی کہ بیمار ہوئے اور یہی بیماری جان لیوا ثابت ہوئی۔ زندگی کے آخری لمحات میں ذوقِ جبیں سائی فزوں ہو گیا تھا۔ بار بار نمازیں پڑھنے اور سجدے کرنے کے باوجود تھکتے نہ تھے تاہم درود وظائف کا جو معمول تھا اس میں کوئی کمی نہ آنے دی۔

بسترِ مرگ پر نماز

تذکرہ نگار بیان کرتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ مرض الموت میں منہ پر ورم کی وجہ سے سخت تکلیف میں تھے لیکن اس کے باوجود تکیے پر منہ رکھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک نوجوان نے عرض کیا حضرت! کیا ایسی حالت میں نماز چھوڑی نہیں جا سکتی؟ سلام پھیرنے کے بعد جواب دیا بھائی! اسی نماز کے ذریعے سے تو میں خدا تک پہنچا ہوں۔ اس لئے اس کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ [1]

تلاوتِ قرآن

حضرت ابو محمد جریریؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت کے سرہانے کھڑا تھا جب آپ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ دن جمعہ مبارک کا تھا۔ حضرت کلام پاک کی تلاوت کرتے رہے۔ جب ختم کر چکے تو میں نے عرض کیا آپ اس حال میں بھی تلاوت فرما رہے ہیں؟ یہ سن کر ارشاد فرمایا تلاوتِ قرآن کا اس وقت مجھ سے بڑھ کر کون زیادہ ضرورت مند ہوگا جبکہ میرا نامۂ اعمال لپیٹا جا رہا ہے۔ [2]

---

[1] تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۴۷ - ۲۴۸ [2] البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۱۴ ۔ المنتظم ج ۶ ص ۱۰۵ ۔ طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۳۵ شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۲۸ ۔ رسالہ قشیریہ ص ۱۳۷

Marfat.com

حضرت ابو بکر العطویؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرتؒ کے وصال کے موقع پر موجود تھا۔ پہلے انہوں نے سارا قرآن ختم کیا پھر دوبارہ تلاوت شروع کردی اور سورۂ بقرکی ستر آیتیں پڑھ پائے تھے کہ پیغامِ اجل آن پہنچا [1]۔

ورد و وظیفہ

جب حضرت جنیدؒ سفرِ آخرت کی تیاری کر رہے تھے اس وقت حضرت ابنِ عطاؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا مگر آپ نے جواب دینے میں کچھ دیر لگا دی۔ جب سلام کا جواب دیا تو معذرت بھی کی کہ بھائی میں ایک ورد میں مصروف تھا اس لئے جواب فوراً نہ دے سکا [2]۔

وصیتیں

حضرت جنیدؒ نے حضرت ابو محمد الجریریؒ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔ جب وقت قریب ہوا تو انہوں نے قریب بیٹھ کر دریافت کیا حضرت کوئی کام ہو تو حکم دیجئے۔ ارشاد فرمایا ہاں جب میں انتقال کر جاؤں تو تم مجھے غسل دینا اور تمہی میرے کفن کا انتظام کرنا۔ حضرت جریریؒ نے یہ بات سنی تو رو دیئے اور ان کے ساتھ دوسرے حاضرین بھی رونے لگ گئے۔ اس کے بعد پھر ارشاد فرمایا کہ ایک کام اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے دفن کرنے کے بعد میرے ساتھیوں کے لئے کچھ کھانا تیار کرا دینا تاکہ جب وہ تجہیز و تدفین سے واپس آئیں تو ان کو کھانا مل سکے اور ان میں پراگندگی واقع نہ ہو۔ یہ بات سنتے ہی حضرت جریریؒ اور زیادہ رونے اور آنسو بہانے لگے اور کہنے لگے خدا کی قسم اگر ہم اپنی یہ دونوں آنکھیں بھی کھو بیٹھیں تو بھی ہم میں سے کوئی دو شخص اب اکٹھے ہوتے دکھائی نہیں دیتے۔

حضرت ابو جعفر فرغانیؒ کا بیان ہے کہ بغداد سانحۂ ارتحال کے بعد ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ یارانِ طریقت

---

[1] وفیات الاعیان ج ۱ ص ۱۴۶، مراۃ الجنان ج ۲ ص ۲۳۲، رسالہ قشیریہ ص ۱۹، تذکرۃ الاولیاء ص ۳۴۲، تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۴۸، شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۲۸، النجوم الزاہرہ ج ۳ ص ۱۷۱ [2] رسالہ قشیریہ ص ۱۴۰، صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۳۸

Marfat.com

کی کثرت اور اتفاق جو حضرتؒ کی موجودگی میں تھا وہ باقی نہ رہا۔ لوگوں کا وہ مثالی اجتماع تو بس حضرت اقدسؒ کی کشش اور برکت کی بدولت تھا۔ قدرت نے یہ اتنے سارے لوگ حضرت کے جمالِ قدسی تمثال کی زیارت کی خاطر اکٹھے کر دیئے تھے۔[1]

حضرت علی بن محمد بن حاتمؒ کہتے ہیں کہ حضرتؒ نے بوقت وفات مجھے وصیت فرمائی کہ جو کچھ علم تحریری شکل میں مجھ سے منسوب ہے وہ سب دفن کر دیا جائے۔ عرض کیا گیا حضرت وہ کیوں؟ ارشاد فرمایا کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جب اپنے پالنے والے سے ملوں تو اپنے پیچھے کوئی ایسی چیز نہ چھوڑ گیا ہوں کہ جو مجھ سے منسوب ہو جبکہ تمہارے درمیان ہدایت کے لئے اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا علم موجود ہو۔[2]

تلقین کلمہ طیبہ

حضرت جنیدؒ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو کسی شخص نے کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی اور کہہ دیا حضرت! اب اللہ اللہ کریں۔ یہ سنا تو فرمانے لگے بھائی بھلا وہ مجھے فراموش ہی کب ہوا ہے؟ پھر زبان مبارک پر یہ شعر آ گئے۔

خاضر فی القلب یعمرہ — لست انساہ فاذکرہ
فھو مولای ومعتمدی — ونصیبی منہ أدفرہ[3]

ترجمہ:۔ میرا دل اس ذاتِ حق کی یاد سے آباد اور تروتازہ ہے۔ میں اسے کبھی بھولتا ہی نہیں کہ پھر یاد کرنے کرانے کی نوبت آئے۔

وہی میرا آقا اور وہی میرا سہارا ہے (الحمدللہ) مجھے اس سے (توفیق کا) وافر حصہ نصیب ہوا ہے۔

سجدہ ریزی اور گریہ زاری

حضرت جریریؒ کا بیان ہے کہ وفات سے دو گھڑی پہلے جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا

---

[1] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۵ [2] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۵، تاریخ بغداد ج ۷، ص ۲۴۸

[3] رسالہ قشیریہ ص ۱۳۹۔

Marfat.com

روتے ہیں اور بار بار سجدے کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا پیرو مرشد! آپ کو تو اس قدر زیادہ تکلیف ہے اور پھر بھی آپ عبادت میں اتنی زحمت اٹھا رہے ہیں۔ فرمانے لگے اے ابو محمد! اسی گھڑی تو مجھے زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت ہے کہ اپنے معبود کے پاس جا رہا ہوں۔ اس کے بعد بھی وہ سجدہ ریزی اور گریہ زاری کرتے رہے حتیٰ کہ اسی حالت میں دنیائے فانی سے گزر گئے۔ [1]

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ:

تاریخِ وفات

حضرت ابو القاسم جنیدؒ نے بروز ہفتہ ۲۹۷ھ میں وفات پائی اور وہ دن نیروز الخلیفہ تھا لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ۲۹۸ھ/۹۱۰ء میں جمعہ کے روز کی آخری ساعت میں واصل بحق ہوئے اور ہفتہ کے روز سپردِ خاک کئے گئے [2]

ابن المناویؒ کی تصریح کے مطابق مہینہ شوال کا تھا [3]

نیروز الخلیفہ سے مراد خلیفہ مقتدر باللہ کی خلافت کی سالگرہ کا دن ہے۔

کارنامہ بزرگانِ ایران کے مؤلف کا کہنا یہ ہے کہ حضرت جنیدؒ نے اکانوے سال کی عمر میں ۲۹۷ھ کے آخری دن وفات پائی اور اتوار ۲۹۸ھ کے پہلے دن — نوروز — کو دفن کئے گئے۔

قطعۂ تاریخ وفات

(از مفتی غلام سرور لاہوری)

سید الطائفہ ولی زماں — یعنی حضرت جنیدؒ عالیشاں
رفت چوں از جہاں بباغ جناں — نامور گشت سالِ رحلت آں
نامور ۲۹۷ھ

(خزینۃ الاصفیا)

---

[1] اللمع فی التصوف ص۲۱۲، صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص۲۳۵ [2] وفیات الاعیان ج ۱ ص۱۲۶، طبقات الصوفیہ ص۱۵۶

[3] النجوم الزاہرہ ج ۳ ص۱۶۸

Marfat.com

غسل و کفن

حسبِ وصیت حضرت جریریؒ نے احباب کی مدد سے جسدِ اقدس کو غسل دیا اور کفن پہنایا۔ شیخ عطارؒ اور خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے بیانات کے مطابق اس وقت کئی کرامتوں اور خوارق عادات کا ظہور بھی ہوا تفصیل تذکرۃ الاولیاء اور افضل الفوائد میں موجود ہے۔

نمازِ جنازہ

جب جنازہ تیار ہو گیا تو حضرت اقدسؒ کے صاحبزادے (حضرت قاسم) آگے بڑھے اور نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازے کی نماز میں شریک ہونے والوں کی تعداد کم و بیش ساٹھ ہزار تھی۔[1]

حضورؐ کی رُوحانی شرکت

روایت ہے کہ اس رات کسی بزرگ نے خواب میں زیارت نبوی کا شرف حاصل کیا اور انھوں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ تیز تیز کہیں تشریف لے جا رہے ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ خلیفہ وقت کے جنازے میں شریک ہونے کے لیے جا رہے ہیں۔ اس بزرگ نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ خلیفہ تو زندہ ہے البتہ حضرت جنیدؒ کا وصال ہوا ہے۔ گویا آنحضرتؐ نے حضرت جنیدؒ کو خلیفہ قرار دیا تھا۔[2]

مدفنِ مبارک

تدفین بغداد کے مشہور قبرستان شونیزیہ کی غربی جانب حضرت سری سقطیؒ کے مزار مبارک کے پاس عمل میں آئی۔ اس طرح یہ استاد اور شاگرد جیسے اپنے دورِ حیات میں ساتھ رہے تھے مرنے کے بعد پھر بھی پہلو بہ پہلو حیات سرمدی کی چادر تانے محوِ خواب ہیں۔

سوگواروں کا اظہارِ غم

حضرت جنیدؒ کی رحلت کا غم کوئی معمولی غم نہیں تھا۔ لوگ انہیں یاد کر کے مدتوں اظہارِ افسوس کرتے رہے۔ ان کے جانے سے علم و عرفان کی محفلیں لٹ سی گئیں اور تصوف و طریقت کی راہیں سونی پڑ گئیں۔

---

[1] تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۴۸، المنتظم ج ۶ ص ۱۰۵، النجوم الزاہرہ ج ۳ ص ۱۷۱، صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۳۹

[2] طبقات الصوفیہ ج ۲ ص ۱۶۲

Marfat.com

یارانِ طریقت کا شیرازہ بکھر گیا اور ایسا بکھرا کہ پھر انہیں اکٹھا ہونا کبھی نصیب نہ ہوا۔ مسجد شونیزیہ میں جو غلغلہ اذکار اور زمزمۂ تسبیح و تہلیل بلند ہوتا رہتا تھا وہ ماند پڑ گیا لوگ جب گھبرائے تو مزار جنیدؒ کا رخ کرتے اور یہ حالت کئی ماہ تک قائم رہی۔ حضرت ابوالحسین المناویؒ کا بیان ہے۔

مَا زَالَ النَّاسُ یَنْتَابُوْنَ قَبْرَہٗ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ نَحْوَ الشَّھْرِ اَوْ اَکْثَر[۱]

ترجمہ:۔ لوگ آپؒ کے مزار پر ہر روز لگاتار ایک مہینہ بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے تک آتے رہے۔

مرثیۂ مجذوب

حضرت ابو محمد جریریؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کے پڑوس میں ایک شکستہ حال مصیبت زدہ مجذوب سا شخص ایک کھنڈر میں رہا کرتا تھا۔ جب حضرتؒ کی وفات ہو گئی اور ہم انہیں دفن کر کے واپس آ رہے تھے تو وہ شخص ہمارے سامنے آیا۔ پھر ایک بلند جگہ پر چڑھ کر اور میری طرف رُخ کر کے کہنے لگا اے ابو محمد! کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں پھر اس کھنڈر کی طرف لوٹ جاؤں گا جبکہ میں اپنے سردار کو کھو بیٹھا ہوں، نہیں، ہرگز نہیں۔ اب ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ پھر وہ یہ شعر پڑھنے لگا۔

۱۔ وا أسفی من فراقِ قومٍ	ھم المصابیح والحصون
۲۔ والمدنُ والمزنُ والرواسی	والخیرُ والامنُ والسکون
۳۔ لَمْ تتغیّر لنا اللیالی	حتّٰی توفتھم المنون
۴۔ فکلُّ جمرٍ لنا قلوب	وکلُّ ماءٍ لنا عیون[۲]

ترجمہ اشعار

۱۔ ہائے افسوس! وہ لوگ ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے کہ جو (گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ہدایت کے روشن) چراغ تھے اور (اہلِ دین کی حفاظت کے مضبوط) پہاڑ تھے۔

---

[۱] تاریخ بغداد ج ۷ صفحہ ۲۴۸، النجوم الزاہرہ ج ۳ صفحہ ۱۷۰ [۲] الطبقات الکبریٰ ج ۱ صفحہ ۹۵-۹۶ و تاریخ بغداد ج ۷، صفحہ ۲۴۹

Marfat.com

۲- وہ بزرگ (علم و عرفان کے شہر (برکتوں کے) باران رحمت، عزیمت و استقامت کے) پہاڑ اور امن و سکون اور خیر و خوبی کے پیکر تھے۔

۳- ہمارے لیل و نہار ٹھیک ہی رہے مگر اس وقت تک جب تک کہ انہیں موت نے ہم سے چھین نہیں لیا۔ ان کی رحلت کے بعد تو نہ وہ راتیں ہیں اور نہ وہ دن رہے ہیں۔

۴- اب تو ہمارے دل کیا ہیں؟ یوں سمجھئے کہ (آتش فراق میں) جلنے والے انگارے ہیں اور ہماری آنکھیں ہیں کہ بس (غم رفتگاں میں) بہنے والے دریا ہیں۔

نکیرین سے سوال و جواب

کسی بزرگ نے حضرت جنیدؒ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ منکر نکیر کے ساتھ کیسے گزری۔ حضرت جنیدؒ نے جواب دیا کہ جب نکیرین آئے اور انھوں نے مَنْ رَّبُّكَ (تیرا رب کون ہے؟) کا سوال کیا تو میں مسکرا دیا اور ان سے کہنے لگا کہ جس روز ازل میں خداوند تعالیٰ نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) کہا تھا تو اس وقت میں نے یقیناً جواب میں بلیٰ (کیوں نہیں) کہا تھا اب تم مجھ سے آکر یہ پوچھتے ہو کہ تمہارا خدا کون ہے۔ بھلا جس نے بادشاہ کو جواب دیا ہو۔ اس کو آخر غلام سے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ میں آج بھی اسی زبان سے وہی جواب دیتا ہوں کہ جو الست کے روز دیا تھا۔ یہ سن کر وہ دونوں فرشتے یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ یہ عاشق الٰہی ابھی تک محبت میں سرشار ہے[۵۱]

آخرت میں کیا کام آیا؟

حضرت جریریؒ نے حضرت جنیدؒ سے ان کے وصال کے بعد خواب میں زیارت کی اور دریافت کیا حضرت! فرمائیے کیا حال ہے؟ ارشاد فرمایا۔ طاحت تلك الاشارات و بادت تلك العبارات ما نفعنا الا تسبیحات کنا نقولها بالغدوات[۵۲]۔

ترجمہ:- وہ اشارات دھرے کے دھرے رہ گئے اور متصوفانہ عبارتیں اور مضامین سب

---

[۵۱] تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۴۷، افضل الفوائد ج ۱ المجلس ۱۰ [۵۲] رسالہ قشیریہ صفحہ ۱۸۵

Marfat.com

بے فائدہ رہے۔ اصل فائدہ پہنچا یا تو بس ان کلماتِ ذکر اور تسبیحات نے کہ جو ہم راتوں کو پچھلے پہر پڑھا کرتے تھے

حضرت جعفر خلدیؒ نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا۔ انہیں حضرتؒ نے جو جواب دیا تھا اس کے الفاظ یہ تھے طاحَتْ تلكَ الاشاراتُ وغابَتْ تلكَ العباداتُ وَفنيتْ تلكَ العلومُ ونفدتْ تلكَ الرسومُ مَانَفَعَنَا اِلَّا رکیعات کنا نرکعها فِي السَّحَرِ۔[۱]

ترجمہ:۔ وہ اشارات بے سود رہے۔ عبارات چھپ چھپا گئیں۔ علوم کچھ زیادہ کام نہ آئے اور رسوم بے فائدہ سی رہیں۔ بالآخر صحیح معنوں میں کام آئیں تو صرف وہ چھوٹی سی چند رکعتیں کام آئیں کہ جو ہنگام سحر ہم ادا کیا کرتے تھے۔

---

[۱] طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۳۱، النجوم الزاہرہ ج ۳ ص ۱۷۰، مکتوباتِ امام ربانی ج المکتوب ۱۸۲، صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۴۰

Marfat.com

باب دوم

علم و عمل

Marfat.com

تبحرِ علمی

حضرت جنیدؒ علوم ظاہرہ و باطنہ کے متبحر عالم تھے اور قرآن و سنت اور فقہ و تصوف کے حقائق و معارف پر جو دسترس انہیں حاصل تھی وہ صوفیہ اور مشایخ میں سے شاید ہی کسی کو میسر ہو۔

؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

استحضارِ قرآن

قرآن مجید علوم کا سرچشمہ ہے۔ حضرت جنیدؒ نے نہ صرف اسے حفظ کرنے پر اکتفا کیا بلکہ اس میں اس قدر مشق و مہارت بہم پہنچائی کہ جو آیت جب اور جہاں سے چاہتے وہ فوراً ذہن میں آجایا کرتی۔ یہ استحضار مسائل کے استنباط اور استدلال میں بڑا معاون ثابت ہوا۔ مذاکروں کی آب و تاب اور فقہ و طریقت کے کارنامے اسی قرآنی استحضار کے مرہونِ منت تھے۔

فہمِ قرآن

قرآن فہمی کا ملکہ کسی کسی کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ قرآن کے اسرار و رموز ہر کس و ناکس پر نہیں کھلتے کیونکہ اس کے لئے زبان کی مہارت سے زیادہ تقویٰ و طہارت کی شرائط ضروری ہیں۔ حضرت جنیدؒ کے ہاں ان اوصاف کی کوئی کمی نہ تھی۔ مشایخ کے زیرِ تربیت رہ کر اور تدبر و تفکر سے کام لے کر انہوں نے قرآن کے حقائق و معارف اور بصائر و عبر سے علم و آگہی پائی اور قرآن فہمی کی نعمت سے مالا مال ہو گئے۔

تفقہ فی القرآن

کتاب اللہ میں جس قدر زیادہ غور و فکر کیا جائے اتنا زیادہ نورِ بصیرت ارزانی ہوتا ہے اور مسائل کے حل میں مدد ملتی ہے۔ حضرت جنیدؒ کو تفقہ فی القرآن سے طبعی مناسبت اور اس پر مہارت تھی۔ چند واقعات اس سلسلے میں نذرِ قارئین ہیں۔

Marfat.com

۱:۔ حضرت جنیدؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت سریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ان کی مجلس میں ایک شخص بے ہوش پڑا ہے۔ وجہ پوچھی تو حضرت سریؒ نے بتایا کہ اس شخص نے قرآن کی ایک آیت سنی اور سن کر بے ہوش ہو گیا۔ میں نے تجویز کیا کہ اسے دوبارہ وہی آیت سنوائی جائے چنانچہ جب وہ آیت پڑھی گئی تو اسے افاقہ ہو گیا۔ حضرت سریؒ نے اس حکمتِ عملی کی توجیہہ دریافت کی تو میں نے جواب دیا کہ یہ کارگر نسخہ میں نے حکمتِ قرآن سے سیکھا۔ کیونکہ جب میں نے قرآن میں غور و فکر کیا تو مجھ پر انکشاف یہ ہوا کہ حضرت یوسفؑ کی قمیص جو حضرت یعقوبؑ کی نورِ بصیرت چھننے کا باعث بنی تھی وہی قمیص بینائی کی بازیافت کا باعث بھی بن گئی۔ حضرت سریؒ نے یہ سنا تو بڑے خوش ہوئے اور ان کے دل میں میری قدر بہت بڑھ گئی۔[۱]

۲:۔ حضرت عبداللہ المکانسیؒ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالقاسم جنیدؒ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور حضرت سے کہنے لگی کہ میرا بیٹا گم ہو گیا ہے، دعا فرمائیں کہ جلد واپس مل جائے۔ حضرت نے فرمایا جاؤ اور جا کر صبر کرو۔ وہ عورت اس وقت تو چلی گئی لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر آموجود ہوئی اور دعا کی درخواست کرنے لگی۔ حضرت نے حسبِ سابق اسے لوٹا دیا لیکن وہ عورت اس کے بعد بھی بار بار آتی رہی اور آپ بھی صبر کی تلقین کرتے رہے بالآخر ایک بار جب وہ آئی تو مامتا کے مارے اس کا برا حال تھا، بڑی بے چین اور پریشان تھی۔ تنگ آکر کہنے لگی حضرت! اب مجھ میں صبر کی تاب نہیں رہی، خدا کے لئے دعا کیجئے۔

حضرت جنیدؒ نے جب اس کا یہ اضطرار دیکھا تو فرمایا "تم گھر جاؤ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارا بیٹا گھر پہنچ چکا ہوگا۔ وہ خاتون گھر گئی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ واقعی اس کا بیٹا گھر آچکا تھا۔ اب وہ خوش خوش آئی اور حضرت کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ اس کا بیٹا واپس آگیا ہوگا۔ ارشاد فرمایا خدا ہی کا تو فرمان ہے أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ ۲۷/۶۲ یعنی اللہ کے سوا اور کون ہے جو بیقرار کی دعا کو قبول کرتا ہے جبکہ وہ اس کو پکارتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔[۲]

---

[۱] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص۹۴، رسالہ قشیریہ ص۱۴۵ . [۲] رسالہ قشیریہ ص۱۱۹ ، تذکرۃ الاولیاء ص۲۳

Marfat.com

۳:- حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا گیا کہ مریدوں کو بزرگوں کی حکایات وغیرہ سنانے میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں۔ ارشاد فرمایا حکایات یقیناً افادیت رکھتی ہیں کیونکہ الحکایات جُندٌ من جنودِ اللّٰہِ یقوی بِھا قلوب المریدین یعنی بزرگوں کے یہ قصے کہانیاں اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر کا درجہ رکھتی ہیں کہ جن سے مریدوں کے دل تقویت پاتے ہیں۔ اس کی دلیل پوچھی گئی تو آپ نے سند میں یہ آیت پڑھا وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۱۱/۱۲ یعنی اور ہم پیغمبروں کے قصوں میں سے یہ سارے (مذکورہ) قصے آپؐ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔[۱]

۴:- ایک دفعہ حضرت شبلیؒ نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا۔ یہ کلمہ عموماً کسی ناگوار بات پر ادا کیا جاتا ہے لہٰذا حضرت جنیدؒ نے فرمایا تمہارے اس قول کا مطلب تو یہ ہے کہ تمہارا سینہ تنگ ہے انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر حضرت نے مزید فرمایا کہ سینے کی تنگی سے یہ پتہ بھی چلتا ہے کہ تم قسمت پر بھی راضی نہیں ہو۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ نے جو کچھ فرمایا اس میں رضا کی اصل بنیاد کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مقام رضا قلب کے انشراح کی بدولت حاصل ہوتا ہے اور شرح صدر ہمیشہ نور یقین سے میسر آتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۲۲/۳۹ یعنی پس خدا نے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا ہے، وہ اپنے پروردگار کے (عطا کردہ) نور پر ہے[۲]

اسی طرح ایک اور آیت میں یہی حقیقت کھول کر بیان کر دی گئی ہے فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا۔ الآیہ ۶/۱۲۵ یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ راہِ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو گمراہ رہنے دینا چاہتا ہے سو اس کے سینے کو تنگ اور بہت تنگ کر دیتا ہے۔

---

[۱] رسالہ قشیریہ صفحہ ۹۳، تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵، نفحات الانس صفحہ ۲۱ [۲] عوارف المعارف اردو ترجمہ صفحہ ۵۶۸

Marfat.com

قرآنی مذاکرے

حضرت جنیدؒ کے اساتذہ وشیوخ کے ہاں مذاکرے روزمرہ کا معمول تھے۔ روحانی مباحث میں کتاب وسنت سے شواہد پیش کر کے گتھیاں سلجھائی جاتی تھیں اور ان سے استنباطِ مسائل کی صلاحیت کو جلا ملتی تھی۔ حضرت جنیدؒ نے اپنے طالب علمی کے دور میں ان مذاکرات میں سرگرمی سے حصہ لیا تھا اور جب خود مسندِ ارشاد پر بیٹھے تو ان روایات کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ ان میں چار چاند لگا دیئے۔ امام قشیریؒ نے اپنے رسالے میں ایک قرآنی مذاکرے کا ذکر کیا ہے جو حضرت جنیدؒ کی مجلس میں منعقد ہوا تھا۔

موضوع کا عنوانِ عبارت یہ تھا مَا نَجَا مَنْ نَجَا اِلَّا (نہیں نجات پائی جس نے بھی نجات پائی مگر) شرکائے مذاکرہ حضرت جنیدؒ کے علاوہ ان کے مایۂ ناز شاگرد حضرت رویمؒ، حضرت جریریؒ اور حضرت ابن عطاؒ تھے۔ حضرت جنیدؒ نے بحث کا آغاز کیا اور فرمایا۔

مَا نَجَا مَنْ نَجَا اِلَّا بصدق اللجا، یعنی نہیں نجات پائی جس نے بھی نجات پائی مگر خدا کی سچی حفاظت کے ذریعے سے پائی۔ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں یہ آیت بھی پیش فرمائی وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ - الآیہ ۹/۱۱۸ یعنی اور ان تین شخصوں پر جو پیچھے رہ گئے تھے۔ یہاں تک کہ جب ان پر زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہو گئی تھی حتیٰ کہ ان پر اپنا وجود تنگ ہو گیا تھا اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ (کے عذاب) سے ان کے لئے سوائے اسی ذات کے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

حضرت رویمؒ لب کشا ہوئے اور فرمایا مَا نَجَا مَنْ نَجَا اِلَّا بِصِدْقِ التُّقٰى یعنی نہیں نجات پائی جس نے نجات پائی مگر تقویٰ کی سچائی کے ساتھ پائی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۳۹/۶۱ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنہوں نے تقوٰے اختیار کیا حفاظت کی جگہ پر بچاوے گا، ان لوگوں کو کوئی برائی پیش نہیں آئے گی اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

حضرت جریریؒ نے بیان فرمایا مَا نَجَا مَنْ نَجَا اِلَّا بمرعاۃ الوفا یعنی نہیں نجات پائی جس نے بھی نجات پائی مگر وفا کی پوری نگہداشت کے ساتھ۔ اس پر انہوں نے یہ آیت پیش کی اَلَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ۱۳/۲۰ یعنی یہ (سمجھدار) لوگ ایسے ہیں کہ اللہ سے جو کچھ انہوں نے عہد

Marfat.com

کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اور (اس) عہد کو توڑتے نہیں۔ اس کے بعد کی ایک آیت میں کہا گیا اُولٰئِکَ لَھُمْ عُقْبَی اللہ ار یعنی نیک انجام انہی لوگوں کے لئے مقدر ہے۔

اب حضرت ابن عطاؒ کی باری تھی انہوں نے فرمایا ما نجا من نجا الا بتحقیق الحیاء یعنی نہیں نجات پائی جس نے بھی نجات پائی مگر حیا کی حقیقت کے ساتھ۔ انہوں نے تائید میں جو آیت پڑھی وہ یہ تھی اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللہَ یَرٰی ۹۶/۱۴ یعنی کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالٰی دیکھ رہا ہے۔

اس کے بعد حضرت جنیدؒ نے بحث کا اختتام کرتے ہوئے اکٹھے دو معرفت بھرے نکتے بیان فرمائے اور یوں گوہر فشاں ہوئے مَا نَجَا مَنْ نَجَا اِلَّا بِالحکم والقضا یعنی نہیں نجات پائی جس نے نجات پائی مگر اللہ کے حکم اور فیصلے کے ساتھ۔ اس پر یہ دلیل پیش کی اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولٰئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ ۲/۲۱ یعنی بیشک جن لوگوں کے لئے ہماری بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ اس (دوزخ) سے دور کئے جائیں گے۔

پھر حضرت نے مزید ارشاد فرمایا مَا نَجَا مَنْ نَجَا اِلَّا بِمَا سَبَقَ لَہٗ من الاجتبا یعنی نہیں نجات پائی جس نے بھی نجات پائی مگر محض اس بات کے ساتھ کہ اللہ نے ان کو پہلے ہی سے چن لیا تھا۔ اس موقف کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے یہ آیت پڑھی واجتبینٰھُمْ وھدینٰھم الی صراطٍ مستقیم ۶/۸۸ یعنی ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھے راستے کی طرف ہمیں نے ان کی رہنمائی کی۔

کتابتِ حدیث

حضرت جنیدؒ کا زمانہ حدیثِ نبوی کی جمع و تدوین کا زمانہ ہے چنانچہ انہوں نے بھی اس مقدس کام میں بھرپور حصہ لیا اور کتابتِ حدیث اور سماعتِ حدیث کا فریضہ سر انجام دیا۔ آپ کے استاد حضرت سریؒ کا موقف یہ تھا کہ راہِ طریقت پر قدم رکھنے سے پہلے سالک کو سنت سے باخبر ہونا چاہیئے اور کتابت حدیث کر لینی چاہیئے۔ اس سلسلے میں ان کا مشہور قول ہے اِذا ابتدا الانسان بالنسكِ ثُمَّ کتب الحدیث فتر واذا ابتدا بکتبۃ الحدیث ثُمَّ تنسّکَ نَفَذَ لہ

لہ طبقات الصوفیہ ص۵۵

Marfat.com

یعنی جب انسان پہلے طریقت اختیار کرلے اور پھر کتابتِ حدیث کرے تو وہ خرابی سے محفوظ نہیں رہ سکتا جبکہ پہلے کتابتِ حدیث کر لینے اور اس کے بعد طریقت شروع کرنے سے وہ یقیناً کامیاب و کامران رہتا ہے۔

اپنے شیخ کی طرح حضرت جنیدؒ کی رائے بھی یہی تھی کہ قرآن و سنت کا علم حاصل کئے بغیر طریقت پر گامزن ہوجانا ہلاکت وضلالت کے سوا کچھ نہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے مَنْ لَمْ یَحْفَظِ الْقُرْآنَ وَلَمْ یَکْتُبِ الْحَدِیْثَ لَا یُقْتَدٰی بِہٖ۔[۱]

یعنی جو شخص قرآن حفظ نہیں کرتا اور حدیث نہیں لکھتا اس کی طریقت میں قطعاً پیروی نہیں کی جاسکتی۔

روایتِ حدیث

حضرت جُنیدؒ روای حدیث کی حیثیت سے بھی متعارف ہیں۔ شیخ ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ نے ایک حدیث کی روایت ان اسناد کے ساتھ کی ہے۔ حدثنا محمد بن عبد اللہ الحافظ قال حدثنا بکیر بن محمد الحداد الصوفی بمکة حدثنا الجنید بن محمد ابو القاسم الصوفی حدثنا الحسن بن عرفہ حدثنا محمد بن کثیر الکوفی عن عمرو بن قیس الملائی عن عطیة عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إحذروا فراسةَ المومنِ فَاِنَّہٗ ینظر بنور اللہ وقرا اِنَّ فِیْ ذٰالِکَ لَاٰیَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِیْنَ۔[۲]

توجہ بحذف اسناد۔ حضور رسالت مآبؐ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ پھر آں حضرتؐ نے آیت پڑھی جس کے معنی یہ ہیں بے شک اس میں تاڑنے والے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

یہ حدیث امام سیوطی کی الجامع الصغیر میں موجود ہے البتہ اہلِ نظر کی نگاہ میں یہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن یاد رہے کہ ضعیف حدیث موضوع حدیث سے بالکل مختلف چیز ہے۔ ضعیف حدیثیں

---

[۱] رسالہ قشیریہ صف ۱۹، رسالۃ الفرقان ص ۲۷ [۲] طبقات الصوفیہ ص ۱۵۶

Marfat.com

ترغیب و ترہیب اور مناقب کے بیان میں مسلمہ طور پر قابل قبول ہیں۔حدیث کی اس قسم کو ضعیف اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سلسلۂ اسناد میں کوئی وجۂ ضعف مثلاً کسی راوی کا نقصانِ حفظ یا کسی راوی کا پتہ نہ چلنا وغیرہ رہ جاتا ہے۔اس حدیث میں جس راوی کا ضعف پیشِ نظر ہے وہ یقیناً حضرت جنیدؒ کی ذات بابرکات ہرگز نہیں ہے۔

علامہ ابن جوزیؒ نے صفۃ الصفوۃ میں بھی اس حدیث کا تذکرہ کیا ہے اور پھر خطیب بغدادیؒ کے اس قول کی تردید کی ہے کہ جس میں انہوں نے کہا تھا کہ حضرت جنیدؒ سے اس کے علاوہ کسی اور حدیث کی روایت ہمیں معلوم نہیں۔مزید فرمایا ہے کہ میں نے حضرت جُنَیدؒ سے ایک اور حدیث کی روایت کی ہے۔

جہاں تک سماعتِ حدیث کا تعلق ہے حضرت جُنَیدؒ نے بہت سے شیوخ سے کافی حدیث سماعت کی تھی جیسا کہ ابن النادیؒ کا بیان ہے کان الجنید قد سمع الحدیث الکثیر من الشیوخ[1] یعنی حضرت جُنَیدؒ نے شیوخِ حدیث سے بہت زیادہ حدیث سماعت کی تھی۔قلتِ روایت کا باعث ممکن ہے بہت سے اکابر کی طرح ان کی احتیاط ہو۔

علمِ فقہ

فقہ احکامِ شریعت کی تفصیل کا نام ہے۔اس کی مدد سے حلال و حرام، فرض و واجب موکدہ و غیر موکدہ سنت اور مستحب و مباح وغیرہ کا اندازہ ہوتا ہے۔نیکی کے ہر کام کا درجہ اس کی اہمیت کی بنا پر متعین کیا جاتا ہے۔تصوف و طریقت میں فقہ کی ضرورت محققین کے نزدیک محتاجِ بیان نہیں کیونکہ فقہ ہی اساسِ طریقت ہے۔محض جہلا صوفیہ فقہ کو قابلِ اعتنا نہیں سمجھتے اور اپنی جہالت کی بدولت گمراہی کا شکار ہوتے ہیں۔

امام شعرانیؒ بجا طور پر فرماتے ہیں کہ حق تو یہ ہے کہ فقہ میں مشغولیت بیکاری ہرگز نہیں ہے۔بلکہ یہی تو طریقت کی اساس ہے کیونکہ اہلِ طریقت کی شان بھی یہی ہے کہ ان کی تمام حرکات و سکنات پوری طرح کتاب و سنت کے عین مطابق ہوں اور یہ چیز اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتی جب تک کہ انہیں

---

[1] تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۴۲

Marfat.com

حدیث، فقہ اور تفسیر کے علوم میں تبحر حاصل نہ ہو۔[۱]

انسان کا مقصدِ تخلیق عبادت ہے لیکن بلا سوچے سمجھے اور بغیر علم کے عمل و عبادت کرنے رہنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا اس لئے اہل طریقت کے لئے شریعت کے اسرار و رموز اور اصول و آداب سے آگاہی ضروری امر ہے۔ طریقت میں صحیح معنوں میں کامیاب وہی ہوتا ہے کہ جو علم و دانش سے کام لے اور پوری طرح اتباعِ سنت کرے کیونکہ سنت ہی سراپا خیر و برکت ہے۔

حضرت جنیدؒ نے حضرت ابو ثورؒ سے علم فقہ باقاعدہ طور پر حاصل کیا تھا اور ان کے حلقے میں ان کی موجودگی ہی میں بیس سال کی عمر میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔[۲]

غالباً آپ نے حضرت سفیان ثوریؒ کے فقہی مسلک سے بھی استفادہ کیا تھا۔ اس طرح علمِ فقہ سے دلچسپی اور اپنی جودتِ طبع کی بدولت انہیں اس علم پر اس قدر دسترس ہو گئی تھی کہ خود امام اور مجتہد قرار پا گئے اور یہی فقہی مہارت شیطان کی کارستانیوں اور دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کے خلاف ان کے لئے مضبوط حصار ثابت ہوئی۔ حضرت جنیدؒ خود فرماتے ہیں تفقھت علیٰ مذھب اصحاب الحدیث کابی عبید وابی ثور وصحبت الحارث المحاسبی وسری بن المغلس رحمۃ اللہ علیھم وذالک کان سبب فلاحی إذ علمنا ھٰذا مضبوط بالکتاب والسنۃ ومن لم یحفظ القرآن ویکتب الحدیث ویتفقہ قبل سلوکہٗ فانہٗ لا یجوز الاقتداء بہ۔[۳]

ترجمہ:۔ میں نے اصحابِ حدیث مثلاً حضرت ابو عبیدؒ اور حضرت ابو ثورؒ کے مسلک پر فقہ حاصل کی اور پھر حضرت حارث محاسبیؒ اور حضرت سریؒ کی صحبت اختیار کی۔ یہی چیز میری کامیابی و کامرانی کا باعث بنی کیونکہ ہمارا یہ علم طریقت کتاب و سنت سے مستفید اور نصوصِ شریعہ سے مضبوط ہے جو شخص سلوک سے پہلے قرآن حفظ نہیں کرتا، کتابتِ حدیث نہیں کرتا اور علم فقہ نہیں سیکھتا یقیناً ایسے شخص کی پیروی قطعاً جائز نہیں۔

حضرت جنیدؒ کی فقیہانہ مہارت کی جھلک ان کے رسائل اور کتب میں بھی بخوبی دکھائی دیتی ہے۔

۱۔ الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۹۲ ۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۱۳، تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۴۲، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۸، رسالہ قشیریہ ص ۱۸، کتاب الانساب ورق ۱۴۲ ۳۔ طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۳۶

Marfat.com

جہاں وہ ایک فقیہ کے انداز میں اپنے احوال اور روحانی واردات کا تجزیہ کرتے ہیں، مباحث کے سلسلے میں پیدا ہونے والے سوالات ترتیب دیتے ہیں پھر ان کے جوابات دیتے ہیں اور کتاب و سنت سے استشہاد کرتے ہیں۔

علم تصوف و طریقت

فقہ کا تعلق انسان کے عمل کے ظاہری پہلو سے ہے جبکہ تصوف و طریقت کا تعلق عمل کے باطنی پہلو سے ہے۔ فقہ کا مطمح نظر یہ ہوتا ہے کہ حکم کی بظاہر تعمیل ہو گئی ہے یا نہیں۔ اسے اس سے چنداں بحث نہیں کہ اس وقت دل کا کیا حال تھا جبکہ تصوف دل اور باطن کی درستی اور تسلیم و انقیاد کا اہتمام کرتا ہے۔ عبادات میں خشوع و خضوع، اخلاصِ نیت اور حضورِ قلب کی کیفیت تصوف و احسان کی مرہونِ منت ہوا کرتی ہے۔ اعمال میں حسن و خوبی پیدا کرنے اور خوشنودیٔ خدا کا التزام کرنے کی خاطر تصوف و طریقت کی ضرورت لازمی و ابدی ہے۔ تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ خوارج جو اعمالِ ظاہرہ کی بجا آوری میں مبالغے کی حد تک مستعد اور سرگرم تھے محض اپنے خبثِ باطن کی وجہ سے فرمانِ رسالت کے مطابق دنیا و آخرت کی ہر سعادت سے محروم رہے ہیں۔

ہماری سعادت کا راز اسی میں مضمر ہے کہ فقہ اور تصوف دونوں سے رہنمائی حاصل کرتے رہیں انہی کی بدولت ہمارے اعمال ظاہری اور باطنی طور پر درست ہو جائیں گے۔ فقہ اور تصوف کی ایک دوسرے سے علیحدگی اور ثنویت انسانیت کے لئے ضرر رساں ہے۔

میرا ذاتی مشاہدہ ہے اور یقیناً بہت سے لوگ بھی اس سے اتفاق کریں گے کہ تصوف و طریقت کے بغیر فقہاء کا غرورِ زہد میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اور علم فقہ کے بغیر صوفیاء بدعت کی طرف بے تحاشہ لپکتے ہیں۔

حضرت جنیدؒ فقہ و شریعت اور تصوف و طریقت دونوں کے جانے پہچانے امام تھے۔ ان علوم میں آپ کا جو مرتبہ ہے وہ اہلِ نظر سے مخفی نہیں ہے۔ فقہ کے بعد تصوف کی جو اہمیت ان کی نگاہ میں تھی اس کا اندازہ ان کے اس قول سے ہوتا ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا لو علمت اَنَّ لِلّٰہِ علماً تحت ادیم السماء اشرف من ھذا العلم الذی نتکلم فیہ مع اصحابنا و اخواننا لسعیتُ الیہ و قصدتُہٗ۔[1]

---

[1] تاریخ بغداد ج ۷، صفحہ ۲۴۲، کتاب الانساب ورق ۱۴۲ ب

Marfat.com

یعنی اگر میں یہ جانتا کہ زیر آسماں اس علم سے کہ جس میں اپنے احباب کے ساتھ ہم مصروفِ گفتگو رہتے ہیں، بڑھ کر خدا تک پہنچانے والا کوئی علم ہے، تو میں ضرور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا اور جہاں کہیں ہوتا وہاں جانے کا قصد کرتا۔

علم لدنّی

علم لدنّی اس علم کو کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالےٰ کی نظرِ کرم کا رہینِ منت ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ ہی بطورِ خاص اس نعمت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اسے خلوصِ نیت اور حسنِ عمل کا ثمر کہنا بھی مناسب ہوگا کیونکہ قربِ خداوندی بخشنے والے کام کرنے اور رسولِ پاک کے نقشِ قدم پر چلنے سے جو روحانی بصیرت پیدا ہوتی ہے وہی چیز علم لدنّی کہلاتی ہے۔ اس کے ذرائع الہام اور کشف ہوتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ جو اولیائے کرام کے سرتاج ہیں اس علم سے مالامال تھے۔ حافظ ابنِ کثیرؒ جو خود بہت بڑے محدث، مفسر اور مورخ گزرے ہیں اور اہلِ حدیث میں بڑے مقبول ہیں وہ حضرت جنیدؒ کے بارے میں صراحت فرماتے ہیں لازم التعبد ففتح اللہ علیہ بسبب ذالك علوماً کثیرۃ[1]۔ یعنی انہوں نے اپنے آپ کو عبادت گزاری کے لئے وقف کر دیا۔ اس کی برکت کے طفیل اللہ تعالےٰ نے ان پر بہت سے علوم کے دروازے کھول دیئے۔

نامور فقیہ حضرت ابن سُریجؒ نے حضرت جنیدؒ سے کوئی سوال پوچھا تو آپ نے اس کے متعدد جواب دیئے اور جب انہوں نے املا کرا دینے کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا لئن کنت اجریہ فانا املیہ ای ان اللہ ھوالذی یجری ذالك علیٰ قلبی وینطق بہ لسانی ولیس ھٰذا استفاد من کتب ولا من بالقلم وانما ھٰذا من فضل اللہ یلھمنیہ و یجریہ علی لسانی[2]۔

ترجمہ:۔ اگر یہ بات از خود کہتا تو لکھوا بھی دیتا یعنی یہ جو کچھ ہے خاص اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے وہی میرے دل میں القا کرتا ہے تو میری زبان گویا ہو جاتی ہے۔ اس علم کا تعلق پڑھنے پڑھانے یا قلم و قرطاس سے قطعاً نہیں بلکہ یہ سب کچھ فیضانِ ربّانی ہے۔ وہی الہام کرتا ہے اور میری زبان سے یہ باتیں جاری ہو جاتی ہیں۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۱۳ [2] کتاب مذکور ص ۱۱۴

Marfat.com

حضرت جنیدؒ کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو فوراً خدا کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے۔
حضرت فارس بغدادیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی مجھ سے علمِ حقیقت کا کوئی مسئلہ پوچھا جاتا ہے اور مجھے اس کے جواب پر پوری قدرت نہیں ہوتی تو پوچھنے والے سے توقف کرنے کے لئے کہہ دیتا ہوں۔ حضرت فارسؒ بتاتے ہیں کہ ایسے موقع پر حضرت گھر میں داخل ہو جاتے اور مالکِ حقیقی سے معاملہ کرتے اور پھر باہر آکر جواب دیا کرتے تھے۔[1]

اس اللہ والے معاملے کی کیفیت حضرت محمد بن علی بن حبیشؒ کے بیان سے واضح ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت جنیدؒ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ تھوڑا سا انتظار کریں میں اپنے استاد سے پوچھ لوں۔ اس کے بعد آپ گھر تشریف لے گئے۔ دو رکعت نماز نافلہ گزاری اور اس کے بعد باہر آکر جواب دیا۔[2] ممکن ہے کہ یہ دو رکعت نماز استخارہ کیا کرتے ہوں اور مراقبے میں جو القا و انکشاف ہوتا ہو وہ جواب میں بیان کر دیتے ہوں۔ لوگ مشکل مسائل لے کر آیا کرتے تھے اور آپ منٹوں میں جواب سے سرفراز کرتے تھے۔ لوگ جوابات سن کر اور علم کے بحرِ بیکراں کو دیکھ کر ورطۂ حیرت میں پڑ جایا کرتے تھے۔
تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا ہے تو اپنے گھر کی ایک سیڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ میں پورے تیس سال تک اس سیڑھی کے نیچے خدا کے حضور میں (مراقبے) میں بیٹھا ہوں۔ تب کہیں جا کر یہ کچھ مجھے نصیب ہوا ہے۔[3]

ذوقِ شعر و شاعری

شعر ابلاغ اور اظہارِ جذبات کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ صوفیائے کرام نے اس ذریعۂ ابلاغ سے پوری طرح فائدہ اٹھایا ہے اور عشقِ الٰہی، واردات روحانی، موعظت اور معرفت کے مضامین حسن و خوبی کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ قدرت نے حضرت جنیدؒ میں بھی یہ ذوقِ شاعری ودیعت کر رکھا تھا چنانچہ ان کے ہاں بھی شعر و شاعری کے کچھ نمونے میسر ہیں۔ غالباً وہ شعر بہت کم کہتے تھے لیکن جب کہتے درد اور سوز میں ڈوب کر

---

[1] تاریخ بغداد ج ۷، ص ۲۴۶ [2] کتاب مذکور ج ۷، ص ۲۴۵ [3] طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۹، رسالہ قشیریہ ص ۱۹، صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۳۶

Marfat.com

کہتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اثنائے وعظ میں بیان فرمایا کہ حضرت جنیدؒ کی زبان مبارک پر اکثر یہ شعر رہتا تھا۔

ے العبد وما یملک بمولاہ اَیُّ شیءٍ عَلیٰ مِنّی[1]

یعنی میرا ہے ہی کیا؟ غلام خود اور جو کچھ اس کے پاس ہے، سب اس کے آقا کا ہے۔

ایک شخص نے حضرت جنیدؒ سے پوچھا کہ کس وقت کے گزر جانے پر اظہار افسوس کرنا چاہیئے۔ فرمایا زمانۂ بسط کہ جس کے بعد انقباض ہو یا زمانۂ انس کہ جس کے جلو میں وحشت آئے۔ اس کے حسب حال یہ شعر بھی پڑھا ے

قَدْ کَانَ لی مشرب یصفو برؤیتکم فَکَدَّرتہُ یدُ الایامِ حِینَ صَفَا[2]

یعنی میرے لئے ایک گھاٹ تھی جو تمہاری دید اور زیارت سے صاف رہتی تھی۔ مگر افسوس گردشِ ایام کے ہاتھوں صفائی کے بعد اب تو اس میں کدورت آگئی ہے۔

امام کلابازی رقمطراز ہیں کہ حضرت جنیدؒ کا یہ شعر ہم تک پہنچا ہے ے

ذکرتك لا انی نسیتك لمحۃً وأ ایسر ما فی الذکر ذکر لسانی[3]

یعنی اے میرے محبوب خدا، میں تمہیں یاد کرتا ہوں اور تمہیں کبھی لمحہ بھر کے لئے بھی نہیں بھولا۔ مجھے ذکر میں سب سے آسان ذکر میرا اپنی زبان سے ذکر الٰہی کرنا ہے۔

شیخ ابو عبدالرحمٰن السلمیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ اور حضرت نوریؒ کو کوئی عارضہ لاحق ہو گیا۔ حضرت جنیدؒ نے اس کا اظہار کر دیا جبکہ حضرت نوریؒ نے اخفا کو پسند کیا۔ حضرت نوریؒ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو وہ کہنے لگے ہم کسی تکلیف میں مبتلا ہی نہیں ہوتے جس پر حرفِ شکایت زبان پر لائیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے چند اشعار بھی پڑھے۔ جب یہ شعر حضرت جنیدؒ کو سنائے گئے تو آپ نے وضاحت فرمائی کہ ہم بھی شکوہ و شکایت نہیں کرتے بلکہ ہم نے تو عین القدرت سے پردہ اٹھانا چاہا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ہمیں غم بھی ان کا

---

[1] الفتح الربانی ص۱۵۵، [2] طبقات الصوفیہ ص۱۶۳، صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص۲۳۸، [3] تعرف لمذہب اہل التصوف ص۱۴۷۔

Marfat.com

عزیز ہے کیونکہ انہی کی دی ہوئی چیز ہے۔ پھر یہ شعر پڑھے۔

۱۔ أجلّ ما منك يبدو　　لأنه عنك جلا

۲۔ وانت يا انس قلبي　　أجل من عن تجلا

۳۔ افنيتني عن جميعي　　فكيف ارعي المحلا؟[1]

(۱) ترجمہ :۔ اے خدا! جو کچھ بھی تجھ سے ظاہر ہوتا ہے وہ بلند مرتبت ہے کیونکہ وہ تمہاری ہی طرف سے آیا ہے۔

(۲) اے میرے دل کی راحت! تو اس سے بلند ہے کہ تیری کسی چیز سے اظہار کراہت کیا جائے۔

(۳) تو نے ہی تو مجھے اپنی ہر چیز سے لاتعلق کر دیا ہے بس میں کیسے اپنی مصیبت کی نگہداشت کروں؟

حضرت جنیدؒ میں شعر گوئی کے ساتھ ساتھ سخن فہمی کا مادہ بھی وافر تھا جب کوئی اچھا شعر سنتے تو پھڑک اٹھتے لیکن ان کے نزدیک اچھا شعر وہی تھا جو عشق حقیقی کا ترجمان اور معرفت اور عبرت سے لبریز ہو۔ حضرت جنیدؒ خود فرمایا کرتے جتنا فائدہ مجھے ان شعروں سے پہنچا شاید ہی کسی چیز سے پہنچا ہو۔ پوچھا گیا کہ وہ شعر کون سے ہیں تو ایک واقعہ سنایا کہ میں باب الفراطیس سے گزر رہا تھا کہ ایک لونڈی کو یہ شعر پڑھتے سنا وہ کہہ رہی تھی۔ سہ

۱ - اذا قلت اهدى الهجر لي حلل البلى　　تقولين لولا الهجر لم يطب الحب

۲۔ وان قلتُ هذا القلب احرقه الهوى　　تقولي بنيران الهوى شرف القلب

۳۔ وَاِنْ قلتُ ما اذنبتَ قلتِ مجيبةً　　حياتك ذنبٌ لا يقاس به ذنب

(۱) ترجمہ :۔ جب میں کہتا ہوں کہ ہجر و فراق نے میرے لئے مصیبتوں کے حُلّے تحفے میں دیئے ہیں تو تو جواب دیتی ہے کہ اگر ہجر و فراق نہ ہوں تو محبت ٹھیک ہی نہیں رہتی۔

(۲) اور اگر میں کہتا ہوں کہ اس دل کو آتش محبت نے جلا کر رکھ دیا ہے تو تو کہتی ہے کہ آتش محبت ہی سے تو دل کی عزت حاصل ہے۔

(۳) اور اگر میں یہ کہتا ہوں کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا تو تم جواب میں کہتی ہو تمہاری زندگی وجود ہی تو ایسا گناہ ہے کہ جس کے برابر کوئی گناہ نہیں۔

[1] طبقات الصوفیہ ص ۱۶۸

Marfat.com

حضرت جنیدؒ مزید فرماتے ہیں کہ شعر پڑھنے کے بعد وہ لونڈی بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئی۔ اسی اثنا میں مکان کا مالک اور لونڈی کا آقا باہر نکلا اور اس نے مجھ سے کیفیت دریافت کی۔ میں نے سارا حال کہہ سنایا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ میری لونڈی ہے لیکن اب میں اسے آپ کو ہبہ کئے دیتا ہوں۔ میں نے اس لونڈی کو قبول کر لیا لیکن خانقاہ پہنچ کر اسے آزاد کر دیا اور اپنے ایک مرید کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔ بعد ازاں اس سے ایک بچہ پیدا ہوا جو بڑا ہو کر بڑا صالح جوان ثابت ہوا۔ اس جوان نے تن تنہا اور پیادہ پا تیس حج ادا کئے۔[1]

جامعیتِ علوم

حضرت جنیدؒ کے لئے علم متاعِ گم گشتہ تھی لہٰذا ہمیشہ اس کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے، جہاں سے مل جاتا، پا کر بہت خوش ہوتے۔ ہوتے ہوتے ان کی ذات ظاہر و باطن کے بہت سے علوم کی جامع بن گئی۔ خود فرمایا کرتے تھے مَا اَخْرَجَ اللہُ اِلَی الْاَرْضِ عِلْمًا وَجَعَلَ لِلْخَلْقِ اِلَیْہِ سَبِیْلًا اِلَّا وَقَدْ جَعَلَ لِیْ فِیْہِ حَظًّا وَنَصِیْبًا۔[2]

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر جس قدر علم پھیلایا ہے اور مخلوق کو اس کے حصول کا موقع دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں میرا ضرور حصہ رکھا ہے۔

ان کی ژرف نگاہی اور تبحر علمی کا سارا زمانہ معترف ہے۔ ہر علم و فن کا استاد ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے اور ان سے خوشہ چینی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس سلسلے میں مشہور معتزلی فاضل ابوالقاسم الکعبی (المتوفی ۳۱۹ھ) کی عینی شہادت اسی حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے۔ وہ لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے کہ میں نے بغداد میں تمہارا ایک بزرگ دیکھا ہے جنہیں لوگ حضرت جنیدؒ بن محمد کے نام سے یاد کرتے ہیں وہ بزرگ کیسے ہیں؟ خدا کی قسم! میری ان دو آنکھوں نے ان جیسا کوئی بزرگ آج تک نہیں دیکھا۔ ان کے علم و فضل کا یہ عالم ہے کہ ادیب ان کی ثروتِ الفاظ کے لئے موجود رہتے تھے، فلسفی ان کے ہاں دقیق معانی

---

[1] وفیات الاعیان ج ۱ صفحہ ۱۴۶، البدایہ والنہایہ ج ۱۱ صفحہ ۱۱۵، مرآۃ الجنان ج ۲ صفحہ ۲۳۲۔ [2] تاریخ بغداد ج ۷ صفحہ ۲۴۲
طبقات الشافعیہ ج ۲ صفحہ ۲۸، صفۃ الصفوۃ ج ۲ صفحہ ۲۳۵، المنتظم ج ۶ صفحہ ۱۰۵

Marfat.com

اور لطیف مطالب کی خاطر حاضر ہوا کرتے تھے شعراان کی فصاحت کی خوشہ چینی کے لئے حاضری دیتے تھے اور متکلمین ان کے مسکت اور دلائل کی دولت سے مالا مال علم سے استفادہ کے لئے ان کے حضور میں آیا کرتے تھے لیکن آپ کا کلام ان لوگوں کے فہم، علم اور کلام سے کہیں بلند ہوا کرتا تھا۔[1]

حُسنِ عمل

علم کی دولت سے تو بہت سے لوگ مالا مال ہوتے ہیں لیکن علم کے ساتھ عمل کی توفیق بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا کرتی ہے اور جس کسی کو یہ توفیق میسر ہو تو وہ شخص نورٌ علیٰ نور ہے۔ حضرت جنیدؒ جہاں اپنے تبحرِ علم میں باکمال تھے وہاں حسنِ عمل میں بھی ان کا کوئی جواب نہیں۔ ان کی عبادات اور اعمالِ صالحہ کا کسی قدر اندازہ حسب ذیل عنوانوں کے مندرجات سے ہو سکتا ہے۔

تلاوتِ قرآن

حضرت جنیدؒ کو کتاب اللہ سے جو وابستگی اور شیفتگی تھی اسی کا اثر تھا کہ انہیں جو عبادت سب سے زیادہ محبوب رہی وہ تلاوتِ قرآن تھی۔ یہ تلاوت ان کا روزمرہ کا معمول بن گئی اور دن رات اسی عبادت میں لگے رہتے تھے۔ رات کے سناٹے میں جب کوئی حجرۂ جنیدؒ سے کان لگا کر سنتا تو اسے پر سوز آواز میں الوہی نغمات سنائی دیتے تھے۔ تلاوت قرآن ان کا اصل ورد وظیفہ تھا اور یہی ان کی دعا و مناجات۔ جو وقت اس عبادت میں بسر ہو جاتا اس کو اپنی متاعِ عزیز سمجھتے اور اسی کو اپنا توشۂ آخرت قرار دیتے تھے۔ حتیٰ کہ جب بسترِ مرگ پر چند گھنٹوں کے مہمان پڑے تھے تو اس وقت بھی تلاوت سے غافل نہیں ہوئے۔ اس وقت پورا قرآن ختم کیا تھا اور دوسری بار سورہ بقرہ کی ستر آیتیں تلاوت کر پائے تھے کہ پیغامِ اجل آپہنچا اور اس کے بعد وہ زبان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی کہ جو تلاوت سے ہمیشہ تر رہا کرتی تھی۔

---

[1] تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۴۳، لبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۸، شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۸، مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۲۳۳-۲۳۴

Marfat.com

قرآن پر عمل

علم کے ہوتے ہوئے عمل نہ کرنا یا بغیر علم عمل کرتے جانا دونوں خطرناک چیزیں ہیں۔ ان سے اندوہ و پشیمانی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ صحیح علم پر حسنِ عمل ہی وہ چیز ہے جو دین و دنیا میں کامیابی و کامرانی کی ضامن ہے۔ علم پر حسن کارانہ انداز میں عمل پیرا ہونے سے جو مزید علم و عرفان حاصل ہوتا ہے صوفیہ کی اصطلاح میں وہ علم حقائق کہلاتا ہے۔ حضرت جنیدؒ علم و عمل کے مجمع البحرین تھے۔ انہوں نے قرآن پڑھا، سمجھا اور پھر اس کی تعلیمات پر پوری طرح عمل بھی کیا۔ قرآن نے جن چیزوں سے روکا وہ رک گئے، جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا وہ کام کئے۔ مختصر یہ ہے کہ کتاب اللہ نے تقویٰ شعار لوگوں کے لئے زندگی کا جو سانچہ تیار کیا وہ اس میں ڈھل گئے۔ تلاوت کے ساتھ ساتھ تدبر کرتے جاتے اور یہ بھی دیکھتے جاتے کہ کن کن نواہی سے وہ باز رہے ہیں اور کن کن اوامر پر عمل ہوا ہے۔ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہتے اور جائزہ لیتے رہتے کہ ابھی کتنے ایسے احکام ہیں کہ جو ابھی شرمندۂ عمل نہیں ہو پائے۔ جہاں کہیں اپنی کوتاہی محسوس کرتے توبہ و استغفار کرتے اور کامیابیوں کو توفیقاتِ الٰہی کا کرشمہ قرار دیتے۔ جتنا علم و عمل زیادہ ہوتا جاتا اتنا عجز و انکسار میں اضافہ ہوتا۔ سچ ہے جو جو شاخ ثمر دار ہوتی ہے وہی زیادہ جھکتی ہے۔

اپنے قول و عمل سے سراپا تبلیغ تھے لیکن جو کچھ کہتے خود اس پر دوسروں سے زیادہ عمل کیا کرتے تھے۔ اپنے علم و عمل پر کبھی نازاں نہیں ہوتے تھے بلکہ اسے بس توفیقِ الٰہی کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ وما توفیقی الا باللہ

ایک بار کسی شخص نے حضرت جنیدؒ کے سامنے یہ آیت پڑھی یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۶۱/۲ یعنی اے ایمان والو! تم وہ باتیں (دوسروں کو کرنے کے لئے) کیوں کہتے ہو جن پر تم خود عمل نہیں کرتے۔ حضرت جنیدؒ نے یہ آیت سنی تو بارگاہِ الٰہی میں عجیب اعتذار اور بڑے ناز و نیاز کے ساتھ التجا کرنے لگے۔ پالنے والے! تو جانتا ہے کہ ہم نے جو کچھ کہا وہ محض تیری رضا کی خاطر اور تیری ہی توفیق سے کہا ہے اور جو کچھ نیک عمل بن پڑے ہیں وہ بھی بس تیری رضا کے لئے اور تیری توفیق ہی سے سرانجام دے سکا ہوں۔ بار الٰہا! پھر ہمارا قول، ہمارے فعل کے خلاف کیوں کر تصور ہوگا؟[۱]

---

[۱] کشف المحجوب صفحہ ۴۵۸

Marfat.com

اتباعِ سنّت

حضرت جنیدؒ نے سنت کا علم حدیث کے ذریعے سے حاصل کیا تھا اور زندگی بھر اس اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا رہے۔ وہ خود بہت بڑے ولی اللہ تھے اور ان کی سب سے بڑی کرامت سنت پر استقامت تھی۔ قرآن کے بعد سنت ہی کو وہ ہدایت کا سرچشمہ اور طریقت کا رہنما سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک سنت ہی عشقِ الٰہی کی بنیاد اور عبودیت کی معراج تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ عبودیت کی دو خصلتیں ہیں یعنی ظاہر و باطن میں خدا کی رضا پر راضی ہونا اور رسولِ کریمؐ کی کمالِ محبت کے ساتھ پوری اتباع کرنا۔[1]

اقامتِ صلوٰۃ

نماز بلاشبہ اہلِ اسلام کی امتیازی شان والی عبادت اور اطمینانِ قلب، ترقی درجات، اور تقربِ خداوندی کا بہترین ذریعہ ہے۔ حضرت جنیدؒ یہ نماز پورے آداب، کمال یکسوئی اور اس خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے کہ جو خاصانِ خدا کا حصہ ہے یہ نماز انہوں نے اس وقت بھی نہیں چھوڑی جبکہ مرض الموت میں مبتلا اور متورّم اعضا کے باعث سخت تکلیف میں تھے۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ اس حال میں بھی تکیے کا سہارا لے کر فریضۂ خداوندی ادا کر رہے ہیں۔ تاریخ نے ان کی پابندیٔ نماز کا ایک اور واقعہ بھی اپنے صفحات میں محفوظ کر رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ آشوبِ چشم کی نوعیت کی کوئی سخت تکلیف آنکھوں کو لاحق تھی۔ امراضِ چشم کے ایک ماہر مجوسی معالج کو بلوایا گیا۔ اس نے مشورہ دیا کہ آنکھوں کو پانی لگنے سے بچایا جائے۔ حضرت جنیدؒ نے یہ سن کر فرمایا وضو کی وجہ سے ایسی احتیاط پر کاربند ہونا تو مشکل ہوگا۔ معالج کہنے لگا کہ اگر آنکھوں کی صحت درکار ہے تو اس احتیاط کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں۔ یہ کہہ کر معالج تو چلا گیا لیکن حضرت نے حسبِ معمول وضو کیا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو سب مرید یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آنکھیں بالکل ٹھیک ہو چکی تھیں۔ دوسرے روز وہ مجوسی معالج آیا تو وہ بھی بڑا حیران ہوا۔ حضرت جنیدؒ سے شفایابی کا سبب دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا بس ہیں لمے

---

[1] تذکرۃ الاولیا، ص ۳۲۷

Marfat.com

تو آنکھوں کے مقابلے میں آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو عزیز تر سمجھ کر وضو کر لیا تھا اور نماز شروع کر دی تھی۔ شافی مطلق نے اپنا کرم فرمایا اور آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔ یہ سن کر وہ مجوسی معالج بے اختیار بول اٹھا۔ یہاں انسان کا کیا کام؟ یہ تو خالق و مالک کا خاص علاج ہے۔ ساتھ ہی یہ کرامت دیکھ کر وہ معالج مسلمان ہو گیا۔[۱]

حضرت جنیدؒ بالعموم نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ نماز باجماعت کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ خود ان کا اپنا بیان ہے کہ بیس سال ہونے کو آئے ہیں کبھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔[۲]

التزام روزہ

کچھ کھائے پیئے بغیر ذکر الٰہی کرنا فرشتوں کا وصف ہے۔ انسان بھی اگر بہیمیت چھوڑ کر ملکوتی صفات کا آئینہ دار بننا چاہے تو اس کے لئے خالی پیٹ رہنا اور بھوکے پیاسے رہ کر ذکر کرنا لازم ہوگا۔ سیر شکمی یقیناً اس راہ کا سنگِ گراں ہے اور اس کے ساتھ روحانی ارتقاء ناممکن الحصول ہے۔ اسلام نے خلوئے بطن کا ایک مثالی طریقہ روزے کی شکل میں ہمارے لئے مقرر کر دیا ہے۔

رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ انسان جتنے چاہے نفلی روزے رکھ سکتا ہے۔ روزوں سے روحانیت اور نورانیت پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ کی تربیت کا بخوبی اہتمام ہو جاتا ہے۔ حضرت جنیدؒ روزے کی برکات سے فیضیاب ہونے اور ترقی مدارج کی خاطر سال کے اکثر و بیشتر دن روزے کی حالت میں بسر کیا کرتے تھے البتہ اگر کوئی دوست یا مہمان آجاتا تو نفلی روزہ افطار کر لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ دوستوں کے ساتھ مل کر کھانا فضیلت و ثواب میں نفلی روزے سے کسی طرح کم نہیں ہے۔[۳]

حضرت جنیدؒ کی روحانیت اور ولایت کا راز زہد، شب بیداری اور گرسنگی میں تھا چنانچہ فرمایا کرتے تھے یہ سب کچھ ہم نے قرطاس و قلم یا قیل و قال سے حاصل نہیں کیا بلکہ اس سلسلے میں ہمیں صحابی رسولؐ حضرت ابو عبداللہ حارثہ بن نعمانؓ کی زندگی سے رہنمائی حاصل ہوئی ہے جن کا قول یہ تھا عزفت نفسی عن الدنیا فاسھرت لیلی واظمأت نہاری۔[۴] یعنی میں نے لذتِ دنیا سے منہ موڑ لیا پس میری راتیں شب بیداری میں گزریں اور دن بھوک پیاس میں گزار دیئے تب جا کر کچھ حاصل ہوا۔

---

۱ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۶ ۲ کتاب مذکور ص ۳۲۲ ۳ اللمع فی التصوف ص ۱۶۵ ۴ طبقات الصوفیہ ص ۱۵۸

Marfat.com

اہتمامِ حج

حج اسلام کا ایک رکن ہے جس کا اہم مقصد اخوت و مساوات کو فروغ دینا اور انسان میں للّٰہیت اور عبودیت کے پاکیزہ جذبات کو پروان چڑھانا ہے۔ مناسکِ حج ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ ہم سب ایک خدا کے بندے ہیں اور وہی ایک واحد لاشریک ہم سب کا آقا ہے۔ ہمارا اپنا کچھ نہیں بلکہ سب کچھ حقیقی معنوں میں خدا کی ملکیت ہے۔ اس لئے تقاضائے عبودیت یہی ہے کہ ہمارے جان و مال، آل و اولاد، قربانی و عبادات اور حیات و ممات غرضیکہ سب کچھ خدا کے لئے ہو جائیں ہم جو کچھ بھی کریں وہی کریں جو اسے پسند ہو اور اسی کی رضا کی خاطر ہو۔ انہی مقاصدِ جلیلہ کو پیشِ نظر رکھ کر اور للّٰہیت کے پرخلوص جذبے کے تحت حضرت جنیدؒ نے متعدد بار حج کی سعادت حاصل کی۔ روض الریاحین اور دیگر تذکروں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آپؒ کو یقیناً کئی بار حج پر جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس لئے حضرت ابن سالمؒ کا یہ بیان محلِ نظر ہے کہ دیگر مشائخ مثلاً حضرت سہل تستریؒ وغیرہ کی طرح حضرت جنیدؒ نے بھی بالغ ہونے کے بعد ایک فریضۂ حج کے سوا کوئی نفلی حج نہیں کیا[1] اسی طرح انگریزی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار کا یہ کہنا کہ حضرت جنیدؒ نے پے در پے تن تنہا اور پیادہ تیس حج کئے تھے غلط فہمی کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ معین تعداد تذکروں اور طبقات کی کتب میں کہیں درج نہیں ہے۔ غالباً فاضل مقالہ نگار کو درب القراطیس والی لونڈی کے واقعے سے مغالطہ ہوا ہے جس کے لڑکے نے جوان ہو کر واقعی تیس حج ادا کئے تھے۔ مناسکِ حج میں سے طوافِ کعبہ سے حضرت جنیدؒ کو بے پناہ رغبت تھی۔ روض الریاحین کی ایک روایت میں ہے کہ جب رات ساری دنیا محوِ خواب ہوتی حضرت جنیدؒ اٹھ کر طوافِ کعبہ میں مصروف ہو جاتے۔

عزمِ جہاد

عام صوفیہ عام طور پر جہاد سے گریزاں رہتے ہیں یقیناً یہ رہبانی اثر ہے۔ متقدمین کے ہاں قطعاً یہ بات نہ تھی۔ وہ بزرگ دن کے وقت گھوڑوں کی پیٹھوں پر ہوتے اور رات کو مصلےٰ عبادت پر دکھائی دیتے تھے۔

---

[1] اللمع فی التصوف ص ۱۶۷

Marfat.com

حضرت جنیدؒ نے بذاتِ خود رومیوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لیا اور اپنے مریدوں کو بھی ہمیشہ ترغیبِ جہاد دیا کرتے تھے۔ انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ آپ کے ارادت مند اللہ کی راہ میں سرفروشی بلکہ اپنا سب کچھ لٹا دینے کے جذبے سے سرشار دکھائی دیتے ہیں۔

نوافل

حدیث تقرب بالنوافل میں قرب الٰہی کے ایک بلند درجہ کی نشاندہی کی گئی ہے جو نفلی عبادات کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشایخ عظام نے نماز نافلہ کی کثرت پر زور دیا ہے۔ حضرت جنیدؒ اپنے تجارتی کاروبار اور گوناگوں مصروفیات کے باوجود بقول حضرت فارسؒ کثیر الصلوٰۃ تھے۔ ابتدا میں تین سو رکعات نفل روزانہ پڑھا کرتے تھے۔ بعد میں یہ تعداد بڑھ کر چار سو رکعات تک پہنچ گئی۔ شیخ الاسلام ہرویؒ فرماتے ہیں کہ جنیدؒ اسی نمازِ نافلہ اور کثرتِ عبادت کی عبادت کی وجہ سے طاؤس العُبّاد کے لقب سے مشہور ہوئے ہیں[1]۔

حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ مزید یہ انکشاف فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ جب کسی بیماری یا مصیبت میں مبتلا ہوتے تو اس رات معمول سے زیادہ نوافل یعنی ہزار رکعت تک ادا کیا کرتے تھے[2]۔

قیام اللیل

رات کو بیدار رہ کر عبادت کرنے اور نوافل پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ حیؒ و قیوم ذات سے سچی محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مُحب شب زندہ دار ہو۔ حضرت جُنیدؒ عاشقِ صادق تھے اور اسی سنت پر عمل پیرا تھے کہ جو سچے عاشقوں کا شعار رہا ہے۔ رات کو عموماً بہت کم سویا کرتے تھے البتہ دن کو اتباعِ سنّت میں کسی قدر قیلولہ ضرور کر لیا کرتے تھے۔ شب بیداری کا اثر آنکھوں میں خمارِ محبت بن کر جلوہ گر رہتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت جُنیدؒ نے پورے تیس سال اس حال میں گزارے ہیں کہ عشاء کے وضو سے نمازِ فجر ادا کی ہے[3]۔

---

[1] طبقات الصوفیہ ہروی صفحہ ۱۶۳ [2] اسرار الاولیاء صفحہ ۱۱۰ [3] تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۲

Marfat.com

بقول حضرت جعفر خلدیؒ حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے چالیس سال سے سونے کے لئے کبھی بستر نہیں بچھایا[91] البتہ یہ الگ بات ہے کہ مصلیٰ عبادت پر نیند کا غلبہ ہو گیا ہو اور آپ سو لئے ہوں کیونکہ اسے آپ نعمتِ خداوندی قرار دیا کرتے تھے۔

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا بیان ہے کہ حضرت جنیدؒ اس قدر قیام کیا کرتے تھے کہ پائے مبارک پھٹ جاتے اور خون رواں ہو جاتا تھا۔[92]

جہاد بالنفس

ضبطِ نفس اور تزکیۂ باطن کی خاطر اہلِ طریقت کے ہاں مجاہدات کا معمول ہے۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نفس امارہ کے خلاف اس قدر جد و جہد کی جائے کہ وہ نفس مطمئنہ میں تبدیل ہو جائے اور اللہ اور اس کے رسول کے ہر حکم پر خوشی سے سرِ تسلیم خم کر دے۔ صحابہ کرامؓ کو ان مجاہدوں کی چنداں ضرورت پیش نہیں آئی کیونکہ وہ خیر القرون میں تھے اور پیغمبرِ خدا کے فیضانِ نظر سے فیض یاب ہونے کا موقعہ ملا تھا۔ مشایخ عظام نے بعد ازاں لوگوں کی طبیعتوں کا لحاظ رکھ کر مجاہدات کے کچھ طریقے اختیار کئے ہیں۔ متقدمین کی مجاہدات کے سلسلے میں یہ کوشش رہی کہ ہدایت کے روشن ستاروں یعنی صحابہ کرامؓ کے اسوۂ عمل سے کسب ضیا کیا جائے حضرت جنیدؒ صوفیائے متقدمین کے سرگروہ ہیں۔ انہوں نے مخالفتِ نفس کی خاطر مجاہدات کئے ہیں۔ قلتِ طعام ان کے ہاں کلیدِ کامرانی تھی۔ حضرت جعفر خلدیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ نے بیس سال اس طرح گزارے کہ ہفتے کے ہفتے کھانا کھایا کرتے تھے[93]

حضرت جنیدؒ اصولِ طریقت اور بلاکشی کے باب میں امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ کو اپنا پیشوا قرار دیا کرتے تھے[94]

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت بخوبی اجاگر ہوتی ہے کہ ان کی

---

[91] البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۱۴، تاریخ بغداد ج ۷، ص ۲۴۳، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۹ [92] افضل الفوائد ج المجلس ۱۶ [93] طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۹، صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۳۵ [94] کارنامہ بزرگان ایران ص ۹۲۔

Marfat.com

سیرت و کردار میں نفس کی تہذیب و تزکیہ اور قلب کی تطہیر و تنویر کے لئے ہمارے لئے رہنمائی کا بہترین سامان موجود ہے۔ جہاد بالنفس کے سلسلے میں ان کے معمولات بلاشبہ مثالی تھے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ اپنے نفس کو تکبر سے بچانے اور خاکساری اور فروتنی کے جذبے کے تحت خاک پر سو جایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے بارگاہِ رسالت ﷺ سے ابوتراب کا لقب ملا۔ جو انہیں دوسری کنیتوں اور سارے لقبوں سے محبوب تر تھا۔ زہد فی الدنیا اور قلتِ طعام کا یہ عالم تھا کہ گھر میں کئی کئی روز تک چولہا نہیں جلتا تھا۔ دن رات فاقوں میں کاٹ دیتے تھے۔ فاقوں کے بعد جب کھانا میسر آتا اور رکھا رہے ہوتے اور کوئی سائل دروازے پر دستک دیتا تو اسے دے دیتے اور خود صبر و شکر کر لیتے۔ کھانا کھاتے بھی تھے تو صرف جو کی کے چند روکھے سوکھے نوالوں کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ جب کوئی اچھا کھانا لینے کو کہتا تو درد بھرے لہجے میں فرمایا کرتے۔ بھائی! میں اچھا کھانا کھا کر کیسے سو رہوں جبکہ میرے ارد گرد بھوک کے مارے تڑپتے دل اور پیاس سے جلتے ہوئے کلیجے ہوں۔ شب ضربت روزہ افطار فرمایا تو ان کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ نے نانِ شعیر کے ساتھ دودھ اور نمک رکھ دیا۔ یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا بیٹی تمہیں تو اچھی طرح معلوم ہے کہ اپنے دسترخوان پر دو کھانے کبھی جمع نہیں کیا کرتا۔ پھر یہ دو کھانے کیوں موجود ہیں؟ مختصر یہ کہ کھانے کے معاملے میں ان کی خلافت سے پہلے اور خلافت کے بعد ہمیشہ یہی روش رہی حتیٰ کہ اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ آپؓ جو کام بھی کرتے تھے وہ محض رضائے الٰہی کے لئے کیا کرتے تھے اور اس میں نفسانیت کا شائبہ تک نہ ہوتا تھا۔ اس طرح ضبطِ نفس اور للہیت میں بھی وہ اپنی مثال آپ تھے۔

ذکرِ الٰہی

ذکر واحد عبادت ہے جس کی کثرت اور دوام پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور یہ عاشقانِ الٰہی کا شیوۂ خاص ہے۔ ذکرِ الٰہی کے فائدے بے شمار ہیں۔ ایک حسی فائدہ تو یہ ہے کہ اس کی بدولت سکونِ قلب میسر آتا ہے۔ اولیاء اللہ کے چہروں پر جو طمانیت کا ہالہ رقصاں دکھائی دیتا ہے وہ ذکر ہی کا کرشمہ ہوتا ہے۔ حضرت جنیدؒ دیگر اولیائے کرامؒ کی طرح ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے اور لمحہ بھر کے لئے بھی کبھی غافل نہ ہوا کرتے تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ خدا سے غافل ہونا میرے نزدیک دوزخ میں جانے سے سخت تر ہے[1]

---

[1] طبقات الکبریٰ ج ا ص ۹۳

Marfat.com

آپ قلبی اور لسانی دونوں طریقوں سے ذکر کیا کرتے تھے اور کلماتِ ذکر میں سبحان اللہ کے ورد کو آپ کے ہاں زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ ابتدا میں منکوں والی تسبیح کا سہارا لیا تمام تر دم تک اسے اپنے سے جدا کرنا گوارا نہیں کیا۔ حضرت ابو علی الدقاقؒ کی روایت ہے کہ لوگوں نے حضرتؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر عرض کیا پیر و مرشد! اتنے بلند مرتبے پر پہنچ جانے کے بعد بھی آپ تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ سن کر ارشاد فرمایا طریقٌ بہٖ وصلتُ الی ربی لا افارقہ یعنی جس ذریعے سے میں اپنے پالنے والے تک پہنچا ہوں اسے کبھی نہ چھوڑوں گا۔[1]

کثرتِ تسبیح کا یہ عالم تھا کہ بقول حضرت جعفر خلدیؒ ہر روز تیس ہزار مرتبہ سبحان اللہ کا ورد کیا کرتے تھے۔[2]

ورد و وظائف

تلاوت، نوافل اور تسبیحاتِ ذکر حضرت جنیدؒ کے روزمرہ کے معمولات تھے۔ ان کی پابندی اور باقاعدگی کا بطورِ خاص لحاظ رکھتے تھے کیونکہ اپنے شیخ حضرت سریؒ کی طرح کثیر الاشاغل تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرا کوئی ورد رہ جاتا ہے تو اس کی قضا ادائیگی کی کبھی نوبت نہیں آتی کیونکہ میرے اوقات میں مصروفیت ہی مصروفیت ہے۔[3]

ابو نصر السراج کہتے ہیں کہ میں نے ابن علوانؒ کو یہ کہتے سنا ہے کہ حضرت جنیدؒ کبر سنی میں بھی جوانی کے نماز وغیرہ کے اوراد کو ترک نہیں کیا کرتے تھے۔ انہیں اس سلسلے میں لوگوں نے عرض کیا حضرت! اب آپ ضعیف ہو گئے ہیں۔ اس لئے آپ اپنے معمولات اور اوراد کم کر دیں۔ ارشاد فرمایا یہی چیزیں تو تھیں کہ ابتدا میں میں نے جو کچھ پایا انہی کی بدولت پایا۔ اب مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ انتہائے مقام پر انہیں چھوڑ دوں۔[4]

---

[1] وفیات الاعیان ج ۱ ص ۱۴۶، البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۱۴، تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۴۵، رسالہ قشیریہ ص ۱۹

[2] البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۱۴، المنتظم ج ۶ ص ۱۰۵، تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۴۲، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۸ کتاب الانساب ورق ۱۴۲ ب [3] طبقات الصوفیہ ہروی ص ۱۶۳، کشف المحجوب ص ۲۵۹۔ [4] اللمع فی التصوف ص ۵۶۔

Marfat.com

خدمتِ خلق

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بزعمِ خود غلط قسم کے زاہد اور عابد ہبوست کے مارے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہر وقت تیوری چڑھائے رہتے ہیں اور ان کی لغت میں خدمتِ خلق اور حسنِ خُلق نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی حالانکہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کا اسوہ حسنہ انہی چیزوں کی تعلیم دیتا ہے۔ خلقِ خدا کی خدمت سے جی چرا کر ورد و وظائف میں لگے رہنا عبادت نہیں، رہبانیت ہے۔

حضرت جُنیدؒ کے ہاں زہد و عبادت کے باوجود ان رہبانی اثرات کا دور دور تک کوئی سراغ نہیں ملتا آپ خلقِ محمدی کا نمونہ تھے اور عبادت کے ساتھ ساتھ خدمتِ خلق کو بڑی اہمیت دیا کرتے تھے۔ خود ہمیشہ خدمت خلق میں لگے رہتے تھے اور اپنے مریدوں کو اسی بات کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جُنیدؒ جب سجادے پر بیٹھ کر یادِ حق میں مشغول ہوتے اور کوئی آجاتا تو سب چھوڑ چھاڑ کر اس سے باتیں کرنے لگتے اور جس ضرورت کے لئے وہ آیا ہوتا وہ پوری کر دیتے۔ جب وہ شخص چلا جاتا تو پھر تلاوت یا ذکر میں مصروف ہو جاتے۔ یہی طریقہ ان کے خلیفہ حضرت شبلیؒ کا بھی تھا۔

اس کے بعد حضرت گنج شکرؒ نے نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا کہ صاحبِ سجادہ بزرگوں پر واجب ہے کہ تلاوت میں مشغول ہوں اور جب کوئی آجائے تو تلاوت چھوڑ کر اس سے بات چیت کریں کیونکہ مذہبِ سلوک کے مطابق حاجتمندوں کی حاجت روائی، ورد و وظائف سے افضل ہے[1]

ع عبادت بجز خدمتِ خلق نیست   بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(سعدیؒ)

---

[1] اسرار الاولیاء ص ۱۰۲

Marfat.com

باب سوم

عبارتنا شتّٰی وحُسنُکَ واحدٌ
وَکُلٌّ اِلٰی ذاکَ الجَمالُ یُشِیرُ

عظمت و فضیلت

Marfat.com

القاب وخطابات

القاب وخطابات اور صفاتی نام فرد کی شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور ان سے اس شخص کی عظمت کے خدوخال اجاگر ہوتے ہیں۔ زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔ ہر زبان پر کسی شخص کی تعریف یقیناً بلاوجہ اور بغیر استحقاق کے نہیں ہو سکتی۔ حضرت جنیدؒ کو یہ شرف حاصل ہے کہ دوسرے مشائخ کے مقابلے میں انہیں سب سے زیادہ القاب وخطابات کا مستحق سمجھا گیا ہے اور یہ سارے القاب بلاشبہ ان کی امتیازی خوبیوں کے عکاس، ان کی بزرگی کے نقیب اور ان کی عظمت کے ترجمان ہیں۔

مشہور القاب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تاج العارفین (اہل عرفان کے سرتاج)

یہ خطاب لاجواب حضرت جُنیدُ کو حرم کعبہ کے سائے میں اور سربرآوردہ مشائخ کے ایک عظیم اجتماع میں عشقِ الٰہی کے حقائق و معارف بیان کرنے پر دیا گیا تھا۔ یہ خطاب اس عظمت وجلالت کی نشاندہی کرتا ہے جو ان کو علم وعرفان میں حاصل تھی۔

۲۔ سَیِّدُ الطَّائفہ (طبقہ صوفیہ کے سردار)

حضرت جُنیدؒ کا یہ مشہور ترین لقب ہے۔ تمام تذکرہ نگاروں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ دنیائے طریقت کے تمام حلقوں میں یکساں مقبولیت کا اظہار اس لقب سے بخوبی ہوتا ہے۔ اس لقب میں وہ منفرد وممتاز ہیں۔

۳۔ امام الائمہ (اماموں کے امام)

علوم ظاہرہ و باطنہ کے ائمہ پر ان کی برتری اور سبقتِ علمی کا اعلان اس لقب سے ہوتا ہے۔ حضرت گنج بخشؒ اور شہزادہ دارا شکوہ نے اپنی کتب میں ان کو اس لقب سے یاد کیا ہے۔

Marfat.com

۴۔ طاؤس العلماء (علماء کے طاؤس)

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار مسٹر ہوار اور صاحب کارنامۂ بزرگانِ ایران نے ان کا یہ لقب بیان کیا ہے اور بلاشبہ یہ ان کے علمی وقار کی جھلک پیش کرتا ہے۔

۵۔ طاؤس العُبّاد (عابدوں کے مور)

اس لقب کا ذکر خواجہ عبداللہ انصاری ہروی کی طبقات الصوفیہ میں آیا ہے اور انہوں نے اس کی وجہ تسمیہ کثرتِ عبادت بتائی ہے۔

۶۔ طاؤس الربانیین (اہلِ اللہ کے طاؤس)

طاؤس (مور) خوبصورت پرندہ ہے اور یہ شان و شوکت کی علامت اور رفتار کی نشانی ہے حضرت جنیدؒ چونکہ اللہ والوں کی شان تھے اس لئے انہیں اس لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

۷۔ عَلَم الاولیاء (ولیوں کے سرگروہ)

وہ اولیائے کرام کے پیشوا، علمبردار اور سرخیل ہیں کیونکہ سارے روحانی سلسلے ان کو اپنا منتہا سمجھتے ہیں۔

۸۔ لسانُ القوم (صوفیہ کے ترجمان)

حضرت جنیدؒ نے اسلامی تصوف کا مؤثر دفاع کیا اور تعلیمات کو فصاحت و بلاغت اور حسن و خوبی کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس طرح گویا ترجمانی کا حق ادا کر دیا اور اس لقب سے ملقب ہو کر منفرد و ممتاز بنے۔

۹۔ لسانُ التصوّف (تصوف کی زبان)

چونکہ وہ علم تصوف کے متکلمین کے سرگروہ اور اس باطنی علم میں ان کی تحریریں اور تقریریں

Marfat.com

مستند حیثیت کی حامل ہیں۔ اس لئے ان کو یہ لقب دیا گیا ہے۔ بلاشبہ تصوف کی نمود حضرت ہی کی مرہون منت ہے جیسا کہ شیخ عطارؒ نے تذکرۃ الاولیاء میں صراحت کی ہے کہ اول کسے کہ علم اشارت منتشر کرد جنید بغدادیؒ بود

۱۰۔ قطب علوم لدنیہ (لدنی علوم کے مرکز)

علوم لدنیہ میں ان کو جو ید طولیٰ میسر تھا اس پر یہ لقب بخوبی روشنی ڈالتا ہے۔ امام یافعیؒ نے روض الریاحین میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۱۱۔ اعبد المشائخ (مشائخ میں سب سے زیادہ عابد)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے تقصار جیود الاحرار میں اس لقب کا تذکرہ کیا ہے۔ بلاشبہ یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ وہ تمام مشائخ سے بڑھ کر عبادت گزار تھے۔ نوافل واذکار کے علاوہ ہر کام کتاب وسنت کے مطابق کیا کرتے تھے۔

۱۲۔ اعدل المشائخ (مشائخ میں سب سے زیادہ عادل)

صوفیہ بالعموم جلد افراط وتفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کچھ حقوق اللہ پر اس قدر زیادہ زور دیتے ہیں کہ حقوق العباد نظر انداز ہو جاتے ہیں جبکہ دوسرے اخلاق ہی کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں اور عبادات کے قریب نہیں پھٹکتے۔ حضرت جنیدؒ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ پوری طرح متبع سنت تھے ہمیشہ راہِ اعتدال پر چلتے رہے، شریعت وطریقت کو ہم آہنگ رکھا اور اللہ اور بندوں کے حقوق برابر مستعدی سے ادا کرتے رہے۔

۱۳۔ سلطان المحققین (محقق صوفیاء یا اہل حقیقت کے بادشاہ)

علم حقیقت کے سب سے بڑے دانائے راز اور محقق صوفیہ کے سردار ہونے کی بدولت اس لقب سے شہرت پائی۔ ان کے تحقیقی اندازِ فکر ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ ان کے افکار وآراء رطب و یابس سے پاک اور ان کی تعلیمات سب کے ہاں حجت ہیں۔

Marfat.com

۱۴۔ پہلوان العارفین (اہلِ معرفت کے بطلِ جلیل) :-

معرفت کے میدان کے نازک مراحل پر سے جس حسن و خوبی اور ثابت قدمی سے حضرت جنید رح گزرے ہیں یہ صرف مردانِ ہمت کا کام تھا۔ بلاشبہ وہ اہلِ عرفان کے مسلمہ بطلِ جلیل ہیں شیخ سبکی نے اسی خصوصیت کی بنا پر اس لقب سے انہیں ملقب کیا ہے۔

۱۵۔ سید الحکماء والعارفین (اہلِ حکمت و معرفت کے سردار) :-

حضرت یوسف بن حسین رازیؒ نے حضرت جنیدؒ کی مشہورِ زمانہ علم و حکمت اور دانش و معرفت کی بنا پر انہیں اس لقب سے یاد کیا ہے۔ یہ لقب بھی دوسرے القاب کی طرح ان کی عظمت و جلالت قدر پر دلالت کرتا ہے۔ خواجہ ہرویؒ نے بھی طبقات الصوفیہ میں سید العارفین کا لقب دیا ہے۔

ترجمہ و تعارف

تذکرہ نگاروں نے حضرت جنیدؒ کے ترجمہ و تعارف میں جو تعریفی اور توصیفی کلمات سپردِ قلم و قرطاس کئے ہیں وہ بھی ان کی فضیلت و عظمت کی بخوبی نشاندہی کرتے ہیں۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ قاضی ابن خلکان (صاحب وفیات الاعیان)

كان شيخ وقته وفريد عصره وكلامه فى الحقيقة مشهور ومدون [۱]

ترجمہ :- حضرت جنیدؒ شیخ دوراں اور یکتائے زمانہ بزرگ تھے۔ علم حقیقت میں ان کا کلام مشہور ہے اور جمع و تدوین کے مراحل سے گزر چکا ہے۔

---

[۱] وفیات الاعیان ج ۱ ص ۱۴۶۔

Marfat.com

۲ ۔ شیخ ابو عبدالرحمٰن السلمی (صاحب طبقات الصوفیہ)

ھو من ائمۃ القوم وسادتھم مقبولٌ علی جمیع الالسنۃ [1]

ترجمہ۔ وہ صوفیہ کرام اور مشائخ عظام کے اماموں اور سرداروں میں سے ہیں۔ سب لوگوں کی زبانیں ان کی مقبولیت کی گواہی دیتی ہیں۔

۳۔ خواجہ عبداللہ انصاری ہروی (صاحب طبقات الصوفیہ)

وی از ائمہ این قوم است وسادات ومقبول در ہمہ زبانہا [2]

ترجمہ:۔ مثل سابق

۴۔ امام ابوالقاسم القشیری (صاحب الرسالۃ القشیریہ)

سید ھٰذہِ الطائفۃ وامامھم وکان فقیھًا علیٰ مذھب ابی ثور [3]

ترجمہ:۔ وہ صوفیائے کرام کے سردار اور امام ہیں۔ مزید برآں امام ابو ثور کے مسلکِ فقہ کے فقیہ بھی تھے۔

۵۔ علامہ ابن تغری بردی (صاحب النجوم الزاہرہ)

الشیخ الزاھد الورع المشھور کان سید الطائفۃ الصوفیہ من کبار القوم وساداتھم مقبول القول علی جمیع الالسن [4]

ترجمہ:۔ شیخ، زاہد اور متقی حضرت جنیدؒ صوفیہ کے سرگروہ، مشائخ کبار اور صوفیائے کرام کے سرداروں میں سے تھے۔ ان کے اقوال سب بزرگوں کے ہاں مقبول ہیں۔

---

[1] طبقات الصوفیہ ص۱۵۵ [2] طبقات الصوفیہ ہروی ص۱۶۲ [3] رسالہ قشیریہ ص۱۹ [4] النجوم الزاہرہ ج ۳ ص۱۶۸-۱۶۹

Marfat.com

۶- شیخ عبدالوہاب الشعرانی (صاحب الطبقات الکبریٰ)

کان فقیھاً یفتی الناس علی مذھب ابی ثور صاحب الشافعی وراوی مذھب القدیم صحب خالہ السری سقطی والحارث المحاسبی ومحمد بن علی القصاب وکان من کبار ائمۃ القوم وساداتھم وکلامہ مقبولٌ علی جمیع الالسنۃ۔ [1]

ترجمہ:- وہ فقیہ تھے اور لوگوں کو امام ابوثور کے مذہب فقہ کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے جبکہ امام ابوثور امام شافعی کے ساتھی اور ان کے قدیم مسلک کے راوی ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے اپنے ماموں حضرت سریؒ، حضرت محاسبیؒ اور حضرت قصابؒ سے فیضانِ صحبت حاصل کیا تھا۔ وہ اہلِ تصوف وطریقت کے بڑے اماموں اور سرداروں میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے اقوال سب کے ہاں یکساں شرفِ قبول رکھتے ہیں۔

۷- علامہ عبدالرحمٰن بن الجوزی (صاحب المنتظم وصفۃ الصفوۃ)

لازم التعبد وتکلم علی طریقۃ التصوف [2]

ترجمہ:- انہوں نے عبادت گزاری کو لازم پکڑا اور مسائلِ تصوف پر مدلل گفتگو فرمائی۔

۸- شیخ تاج الدین السبکی (صاحب طبقات الشافعیہ)

سید الطائفۃِ ومقدمُ الجماعۃِ وامام اھل الخرقۃ وشیخ طریقۃ التصوف وعلَم الاولیاء فی زمانہ وبھلوان العارفین [3]

ترجمہ:- وہ صوفیائے کرام کے سردار، جماعتِ مشائخ کے پیش امام، اہل خرقہ کے پیشوا طریقۂ تصوف کے مرشد، اولیائے وقت کے سرخیل اور عارفوں کے بطلِ جلیل ہیں۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۳ [2] المنتظم ج ۶ ص ۱۰۵ [3] طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۸

Marfat.com

۹۔ علامہ ابن اثیر الجزری (صاحب تاریخ الکامل)

امام الدنیا فی زمانہ وعدۃ العلماء شیخ مذہب التصوف یضبط مذہبہ بقواعد الکتاب والسنۃ ولکونہ مصونًا من العقائد الذمیمۃ محی الاساس من شبہ الغلاۃ سالمًا من کل مایوجب اعتراض الشرع[1]

ترجمہ:۔ وہ اپنے زمانے میں امام جہاں، علماء کے سرخیل اور مذہب تصوف کے سب سے بڑے شیخ تھے کیونکہ انہوں نے تصوف کو کتاب وسنت کے اصولوں پر منضبط کیا حتی کہ وہ برے عقائد سے پوری طرح محفوظ ہوگیا۔ مزید برآں انہوں نے تصوف کی بنیاد کو غلو سے کام لینے والوں کی مشابہت سے محفوظ کر دیا اور تصوف ہر طرح کے شرعی اعتراض سے پاک وصاف ہوگیا۔

۱۰۔ امام یافعی (صاحب مراۃ الجنان)

استاذ الطریقۃ وحامل لواء الحقیقۃ سید الطائفۃ تاج العارفین قطب العلوم کان شیخ وقتہ وفرید عصرہ وکلامہ فی الطریقۃ واسرار الحقیقۃ مشہور مدون[2]

ترجمہ:۔ حضرت جنیدؒ طریقت کے استاد، حقیقت کے علمبردار، سردارِ صوفیہ، عارفوں کے تاج، علوم کے قطب اور اپنے وقت کے یکتائے روزگار مرشد ہیں۔ ان کا کلام طریقت اور حقیقت کے اسرار کے بارے میں مشہور اور مدون ہے۔

۱۱۔ علامہ خطیب بغدادی (صاحب تاریخ بغداد)

صحب جماعۃً من الصالحین واشتہر بصحبۃ المحاسبی وسری السقطی

---

[1] الاعلام زرکلی ج ۲ ص ۱۳۸ [2] مراۃ الجنان ج ۲ ص ۲۳۱

Marfat.com

ثم اشتغل بالعبادۃ ولازمہا حتّٰی عَلَتْ سِنّہٗ وصار شیخ وقتہ وفرید عصرہ فی علم الاحوال والکلام علی لسان الصوفیۃ وطریقۃ الوعظ ولہٗ اخبارٌ مشہورۃٌ و وکراماتٌ ماثورۃٌ"[۱]

ترجمہ :- وہ بہت سے نیک لوگوں کی صحبت میں رہے خصوصاً حضرت محاسبیؒ اور حضرت سریؒ سے فیضیاب ہونے میں شہرت پائی پھر عبادات میں مشغول ہوئے اور اسے جزوِ حیات بنا لیا یہاں تک کہ جب عمر مبارک زیادہ ہوگئی تو علم الاحوال، صوفیہ کے انداز پر گفتگو کرنے اور طریقۂ وعظ میں اپنے وقت کے بے نظیر شیخ طریقت کی حیثیت سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ ان کے حالات مشہور ہیں اور ان کی بہت سی کرامات بھی بیان کی جاتی ہیں۔

۱۲- حافظ ابن کثیر (صاحب البدایہ والنہایہ)

لازم التعبد نفتح اللّٰہ علیہ لبسبب ذالک علوماً کثیرۃً وتکلم علی طریقۃ الصوفیہ وکان وردہٗ فی کلِّ یومٍ ثلمائۃ رکعۃ وثلاثین الف تسبیحۃٌ ومکث اربعین سنۃ لایاوی الی فراشٍ نفتح علیہ من العلم النافع والعمل الصالح باٴمورٍ لم تحصل لغیرہٖ فی زمانہ وکان یعرف سائر فنون العلم واذا اخذ فیہا لم یکن فیہا وقفۃٌ ولا کبوۃٌ حتّٰی کان یقول فی المسألۃ الواحدۃ وجوھًا کثیرۃً لم تخطر للعلماء ببالٍ وکذالک فی التصوف"[۲]

ترجمہ :- انہوں نے عبادت گزاری کو اپنے لیے لازم ملزوم قرار دیا اسی کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت سے علوم کے دروازے کھول دیئے۔ وہ اصحابِ تصوف کے طریقے پر اظہارِ خیال کیا کرتے تھے اور روزمرّہ کا ورد تین سو رکعات نفل اور تیس ہزار کلماتِ تسبیح تھا۔ چالیس سال اس انداز میں گزار دیئے کہ اپنے پہلوؤں کو بستر پر کبھی آشنائے آرام نہیں کیا۔ اسی عبادت کے طفیل ان سے علم نافع اور عمل صالح کے ایسے کارہائے نمایاں ظہور پذیر ہوئے کہ جو ان کے علاوہ اس زمانے میں کسی اور شخص کے حصے میں نہیں آئے۔ وہ علوم کے تمام شعبوں میں مہارتِ تامہ اور

---

[۱] تاریخ بغداد ج ۷، ص ۲۴۱ [۲] البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۱۴

Marfat.com

بے پناہ شہرت کے مالک ہیں جس موضوع پر اور جس علم میں بھی وہ گفتگو کرتے تھے تو سیلِ رواں کی طرح ہوتے تھے۔ رہوارِ علم نہ کہیں رکتا تھا اور نہ ٹھوکر کھاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک ایک مسئلے پر توجیہات کا انبار لگا دیتے تھے اور وہ توجیہات بھی ایسی ہوتی تھیں کہ جو علماء کے خواب وخیال میں بھی نہ آسکتی تھیں اسی طرح تبحرِ علم کا یہی عالم تصوف اور دوسرے علوم میں بھی تھا۔

۱۳۔ حضرت سید علی ہجویری گنج بخشؒ (صاحب کشف المحجوب)

شیخ المشائخ اندر طریقت و امام ائمہ اندر شریعت ابوالقاسم جنید بن محمد القواریری مقبول اہلِ ظاہر و ارباب قلوب بود و اندر فنونِ علم کامل و در اصول و فروع و معاملات مفتی و امام از اصحاب ثوری بود و ویرا کلام عالیست و احوالِ کامل تاجملہ اہلِ طریقت بر امامت وی متفق اندر و ہیچ مدعی و متصرف را بر وی اعتراض نیست [1]

ترجمہ :۔ اہلِ طریقت کے شیخ المشائخ اور شریعت کے اماموں کے امام ابوالقاسم جنید بغدادیؒ ہیں جو اہلِ باطن اور اہلِ ظاہر دونوں کے نزدیک یکساں طور پر مقبول تھے۔ وہ اصول و فروع اور معاملات میں مفتی اور امام اور حضرت ثوریؒ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ان کا کلام بلند مرتبہ اور ان کے احوال اس قدر کامل تھے کہ تمام اہلِ طریقت نے متفقہ طور پر انہیں اپنا امام تسلیم کیا ہے اور کسی بھی دعویدارِ طریقت کو ان کی ذاتِ اقدس پر انگشت نمائی کی جراءت نہیں ہو سکی۔

۱۴۔ شیخ فریدالدین عطار (صاحب تذکرۃ الاولیاء)

آں شیخ علی الاطلاق، آں قطب باستحقاق، آں منبع اسرار آں مرقع انوار آں سبق بردہ بااستادے سلطانِ طریقت وارشاد جنید بغدادی شیخ الشیوخ عالم بودہ امام ائمہ جہاں و در فنونِ علوم کامل و در اصول و فروع مفتی و در معاملات و ریاضات شامل و در کلمات لطیف و ارشاداتِ عالی بر ہمہ سبقت داشت و از اول تا آخر کار پسندیدہ و محمود و مقبول ہمہ فرقہ بود و جملہ بر امانت او متفق بودند و

---

[1] کشف المحجوب ص ۱۲۵

Marfat.com

سخن اور در طریقت حجت است و ہمہ زبانہا ستودہ است و ہیچکس برظاہر و باطن او انگشت نتوانست نہاد و اعتراض نتوانست کرد بخلاف سنت مگر کسی کہ کور بودے و مقتدای اہل تصوف بود و اورا سید الطائفہ گفتہ اند و لسان القوم خواندہ و اعبد المشائخ نوشتہ و طاؤس العلماء دانستہ و سلطان المحققین داشتہ کہ در شریعت و طریقت و حقیقت باقصی الغائت بودہ است و در عشق و زاہد بے نظیر بود و در طریقت مجتہد بود[1]

ترجمہ:۔ وہ شیخ مطلق، صحیح معنوں میں قطب دوراں، منبع اسرار اور مرقع انوار تھے وہ ہی تھے جو اپنے استادِ طریقت سے بھی بڑھ گئے۔ طریقت وارشاد کے بادشاہ حضرت جنیدؒ کی ذات بابرکات سارے جہاں کے مشائخ کے مرشد اور اماموں کے امام کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ مختلف علوم میں کامل، اصول وفروع میں مفتی، معاملات و ریاضات کے جامع ہیں۔ کلماتِ لطیف اور اشاراتِ عالیہ میں تمام مشائخ پر سبقت رکھتے ہیں۔ اول سے لے کر آخر تک تمام فرقوں میں یکساں طور پر مقبول اور پسندیدہ ہیں۔ تمام لوگ ان کی امامت پر متفق ہیں۔ ان کا کلام طریقت میں حجت ہے۔ ان کی شخصیت سب لوگوں کے ہاں لائقِ ستائش ہے۔ سوائے کسی کور چشم کے اس آفتابِ طریقت کے ظاہر و باطن کے مطابق سنت نہ ہونے پر اعتراض نہیں کیا۔ وہ تصوف کے پیشوا تھے۔ لوگ ان کو سید الطائفہ کہتے تھے۔ لسان القوم کہہ کر پکارتے۔ طاؤس العلماء جانتے اور محققین کا سلطان قرار دیتے تھے۔ وہ شریعت طریقت اور حقیقت میں مقام کمال کو پہنچے ہوئے، عشقِ الٰہی اور زہد دنیا میں بے نظیر اور تصوف و طریقت میں مجتہد تھے۔

۱۵۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی (صاحب نفحات الانس)

دے از ائمہ و سادات ایں قوم است و ہمہ نسب بوی درست کنند چوں خراز و ردیم و نوری و شبلی وغیرہم[2]

ترجمہ:۔ وہ صوفیہ اور مشائخ کے سرداروں اور ائمہ عظام میں سے ہیں اور سبھی بزرگ مثلاً

---

[1] تذکرۃ الاولیاء ص ۳۱۷ - ۳۱۸ [2] نفحات الانس ص ۵۵

Marfat.com

حضرت خرازؒ، حضرت رویمؒ، حضرت نوریؒ اور حضرت شبلی وغیرہ انہی سے شرفِ انتساب رکھتے ہیں۔

۱۶۔ شہزادہ داراشکوہ (صاحب سفینۃ الاولیاء)

اکابر مشائخ کی نگاہ میں حضرت جنیدؒ انوارِ سعادت کا مطلع اور حقائق و اسرار کے بحرِ بیکراں تھے۔ طریقت اور حقیقت میں وہ سرگروہ اہلِ صفا ہیں اپنے دور کے مقتداء اور مشائخ کے امام تھے طریقت میں ان کا ہر قول سند کا درجہ رکھتا ہے اور متقدمین و متاخرین میں سے کسی کی مجال نہیں کہ ان کے ظاہر و باطن پر انگشت نمائی کر سکے۔ بلاشبہ وہ مرجع خاص و عام تھے۔[۵۱]

۱۷۔ خیرالدین زرکلی (صاحب الاعلام)

من العلماء بالدین وھو اوّل من تکلم فی علم التوحید ببغداد۔[۵۲]

ترجمہ:۔ وہ علمائے دین میں سے ہیں اور علمِ توحید پر بغداد میں گفتگو کرنے میں ان کو شرفِ اولیت حاصل ہے۔

۱۸۔ شاہ شعیب فردوسی (صاحب مناقب الاصفیاء)

آں بانی مبانی مقتدائی آں مجتہد اوضاع طریق راہنمائی آں واعظ خلائق آں ناطق بحقائق آں سایح فلواتِ عشق و محبت، آں سابح بحارِ توحید و معرفت، آں قطب بالاتفاق، آں شیخ علی الاطلاق آں ماہر فنون شیخی و استادی خواجہ ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی نوراللہ مرقدہٗ شیخ المشائخ عالم و امام متفق علیہ بود تا اہلِ تصوف او را سید الطائفہ گفتندے و سید المشایخ نوشتندے[۵۳]

ترجمہ:۔ پیشوائی کے بانی، رشد و ہدایت کے مختلف طریقوں کے مجتہد، خلقِ خدا کے ناصح مشفق، علمِ حقیقت کے مقرّر، دشتِ عشق و وفا کے صحرا نورد، توحید و معرفت کے سمندروں کے شناور، متفقہ قطبِ زماں، مسلمہ شیخ طریقت اور شیخت اور مرشدی کے قانون کے ماہر خواجہ ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی نوراللہ مرقدہٗ ہیں کہ جو سارے جہاں کے مشایخ کے پیر و مرشد اور متفقہ امام

---

۵۱ سفینۃ الاولیاء اردو ترجمہ ص۵۷ ۵۲ الاعلام ج ۲ ص۱۳۸ ۵۳ مناقب الاصفیاء

Marfat.com

تھے حتیٰ کہ تمام اہلِ تصوف انہیں سید الطائفہ کہہ کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے نامِ نامی کے ساتھ سید الشائخ کے لقب کو زیب دیتے ہیں۔

۱۹۔ ڈاکٹر حسن منوچہر (صاحب کارنامہ بزرگانِ ایران)

جنیدؒ از بزرگانِ صوفیہ وجملہ بر امانت او متفق اند واز ینجاست کہ اورا سید الطائفہ ولسان القوم واعبد الشائخ وطاؤس العلماء وسلطان المحققین لقب دادہ اند۔[۵۱]

ترجمہ:۔ حضرت جنیدؒ اکابر صوفیہ میں سے ہیں اور سب لوگ ان کی امانت و دیانت پر اتفاق کرتے ہیں۔ ان کا درجہ یہاں تک بلند ہے کہ بزرگوں نے ان کو سید الطائفہ، لسان القوم، اعبد المشائخ طاؤس العلماء اور سلطان المحققین کے القاب عالیہ دیئے ہیں۔

۲۰۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی (صاحب تقصار جیود الاحرار)

سید الطائفہ جنیدؒ مذہب ابوثور داشت وگفتہ اند مذہب ثوری درمیان صوفیہ معروف ست بسلطان المحققین واعدل الشائخ وطاؤس العلماء ولسان القوم ولسان التصوف ارادت وتوسل اکثر اولیاء بادست۔[۵۲]

ترجمہ:۔ سید الطائفہ حضرت جنیدؒ حضرت ابوثور یا بقول بعض حضرت سفیان ثوری کے فقہی مسلک پر تھے۔ وہ صوفیائے کرام کے حلقوں میں سلطان المحققین، اعدل الشائخ، طاؤس العلماء لسان القوم اور لسان التصوف کے القاب سے مشہور و معروف ہیں۔ اکثر اولیائے کرام اپنی ارادت مندی اور توسل کا سلسلہ آپ ہی کی ذات والاصفات سے قائم کرتے ہیں۔

مقامِ جنیدؒ در نگاہ مشائخ عظام

حضرت جنیدؒ اکابرِ امت کے ہاں بحیثیت قطبِ ارشاد ایک مسلّمہ شخصیت کے مالک ہیں۔ یہی

---

[۵۱] کارنامہ بزرگانِ ایران ص۹۲ [۵۲] تقصار جیود الاحرار ص—

Marfat.com

وجہ ہے کہ ہر دور کے علماء اور مشایخ نے ان کی بارگاہ میں شاندار الفاظ کے ساتھ خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ بھی کہ جو تصوف و طریقت کے زیادہ قائل نہیں وہ بھی ان کی عظمت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ بعض اکابر کی آراء پیشِ خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت سری سقطیؒ (م۔ ۲۵۱ھ)ء۔

حضرت سریؒ حضرت جنیدؒ کے شیخِ طریقت تھے۔ ان سے کسی نے ایک بار پوچھا کہ کیا کوئی مرید اپنے پیر سے بھی درجے میں بلند ہو سکتا ہے؟ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا ہاں سامنے کی مثال ہے کہ میرا مرید جنیدؒ مجھ سے مرتبے میں کہیں بلند ہے۔[۵۱]

حضرت عبید اللہ السوسیؒ کا بیان ہے کہ جب حضرت سریؒ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو حضرت جنیدؒ ان سے کہنے لگے یا سریؒ لا یرون بعدك مثلك یعنی اے استادِ مکرم! افسوس دنیا والے آپ کے بعد آپ جیسا کوئی بزرگ نہ دیکھ پائیں گے۔ یہ سنا تو آنکھیں کھول دیں اور فوراً فرمایا ولا اخلف علیھم بعدی مثلك یعنی اور میں بھی اپنے بعد تم جیسا کوئی بزرگ اپنا جانشین نہیں چھوڑ سکوں گا۔[۵۲]

۲۔ حضرت ابو جعفر الحدادؒ

حضرت ابو جعفر الحدادؒ بھی حضرت جنیدؒ کے شیوخِ طریقت میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت جنیدؒ کی بے نظیر عقل و دانش اور فہم و فراست کی تحسین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر عقل کسی مرد کی شکل میں متشکل ہو سکتی تو وہ ضرور حضرت جنیدؒ کی شکل و صورت میں ہوتی۔[۵۳]

---

۵۱ کشف المحجوب ص۱۶۵، تذکرۃ الاولیاء ص۳۱۸ ۵۲ تاریخ بغداد ج ۷ ص۲۴۶ - ۲۴۷

۵۳ طبقات الصوفیہ ہروی ص۱۶۲، نفحات الانس ص۱۵۵، خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص۸۱

Marfat.com

۳۔ حضرت ابو حفص الحداد نیشاپوری (م۔ ۲۷۰ھ)

حضرت ابو حفصؒ ممتاز ہمعصر شیخ طریقت اور نیشاپور کے مدرسہ تصوّف کے بانی ثانی اور سرگروہ تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے فی الدنیا ثلاثۃ لارابع لھم ابو عثمان الحیری بنیشاپور و الجنید ببغداد و ابو عبداللہ بن الجلاء بالشام یعنی دنیا میں تین ہی بزرگ باقی ہیں اور کوئی چوتھا شخص نہیں ہے حضرت ابو عثمان الحیریؒ نیشاپور میں، حضرت جنیدؒ بغداد میں اور حضرت ابو عبداللہ بن جلاء شام میں رونق افروز ہیں۔[۱]

۴۔ حضرت ابو سعید الخرازؒ (م۔ ۲۷۹ھ)

سلسلہ خرازیہ کے بانی اور حضرت جنیدؒ کے ہمعصر تھے۔ ان کا قول ہے کہ تصوف اخلاق حسنہ کا نام ہے۔ یہ محض انابت نہیں اور میں نے اس کا اہل حضرت جنیدؒ اور حضرت ابن عطاؒ کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔[۲]

۵۔ حضرت سہل تستریؒ (م۔ ۲۸۳ھ)

بصرہ کے نامور شیخ طریقت تھے بصرہ میں جب ان کی وفات کا آیا تو کسی نے سوال کیا کہ حقیقت و معرفت کے ان علوم میں گفتگو کرنے والا کوئی شخص اب بھی باقی ہے۔ جواب دیا ہاں بغداد میں تو ایک جواں ہمت موجود ہے جسے آپ سب جنیدؒ کے نام سے جانتے ہیں۔ اس کے بعد فرمانے لگے دیکھو تو سہی کہیں جنید آتو نہیں رہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں وہ تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔[۳]

ع   آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

---

[۱] رسالہ قشیریہ ص ۱۹ [۲] طبقات الصوفیہ ص ۲۶۵، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۰۵، طبقات الصوفیہ ہروی ص ۲۹۵

[۳] طبقات الصوفیہ ہروی ص ۱۶۸

Marfat.com

۶۔ حضرت ابو العباس بن مسروقؒ (م۔ ۲۹۹ھ)

حضرت ابن مسروقؒ خود شیخ طریقت اور حضرت جنیدؒ کے اصحاب اخیار میں سے تھے۔ ان سے ان کے مریدوں نے دریافت کیا کہ قطب زمانہ کون بزرگ ہیں؟ پہلے تو خاموش رہے پھر اشاروں ہی اشاروں میں نشاندہی کر دی کہ حضرت جنیدؒ اس زمانے کے قطب ہیں [۱]

۷۔ حضرت رویمؒ (م۔ ۳۰۳ھ)

حضرت رویمؒ خلیفہ وقت کے ہاں ملازم تھے۔ ایک بار اتفاق یوں ہوا کہ خلیفہ کسی بات پر ان سے ناراض ہوا اور بے ادب کہہ کر تنبیہ کی۔ حضرت رویمؒ یہ سن کر کہنے لگے بھلا میں بے ادب کیسے ہو سکتا ہوں؟ میں نے تو (ہمیشہ) آدھا دن حضرت جنیدؒ کی صحبت میں گزارا ہے [۲]

۸۔ حضرت ابن عطاؒ (م۔ ۳۰۹ھ)

ارشاد فرمایا اماما فی ھذہ العلم ومرجعنا المقتدیٰ به الجنید [۳] یعنی اس علم تصوف و طریقت میں ہمارے امام اور اقتداء کے مرجع حضرت جنیدؒ ہیں۔

۹۔ حضرت ابو بکر شبلیؒ (م۳۳۴ھ)

حضرت شبلیؒ حضرت جنیدؒ کے مزار پر انوار پر کھڑے ہوئے تھے کہ کسی شخص نے کوئی مسئلہ دریافت کیا حضرت شبلیؒ نے جواب نہیں دیا بلکہ فرمایا۔

شعر: انی لاستحیت فی التراب بینا — کما کنتُ استحیت وھو یرانی [۴]

ترجمہ:۔ میں تو اپنے شیخ کے سامنے جو خاک میں روپوش ہیں، جواب دینے سے اس وقت بھی ضرور حیاء

---

[۱] کشف المحجوب ص۱۸۷ [۲] طبقات الصوفیہ ہروی ص۱۶۳، نفحات الانس ص۱۵۵، خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص۸۱

[۳] طبقات الصوفیہ ہروی ص۱۶۳، نفحات الانس ص۵۵، [۴] تذکرۃ الاولیاء ص۳۴۷

Marfat.com

محسوس کروں گا جس طرح کہ میں ایسا کرنے سے ان کی حیاتِ ظاہرہ میں حیا کیا کرتا تھا۔

۱۰۔ حضرت جعفر الخلدیؒ (م۔ ۳۴۸ھ)

حضرت خلدیؒ حضرت جنیدؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے انھوں نے مشایخ طریقت کے احوال واقوال کا بغور مطالعہ کیا تھا اور ایک کتاب حکایات الاولیاء لکھی تھی۔ وہ حضرت جنیدؒ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ لم نر فی شیوخنا من اجتمع لہ علمٌ وحالٌ غیر ابی القاسم الجنیدؒ والا فاکثرھم کان یکون لہ علمٌ کثیرٌ ولا یکون لہ حالٌ وآخر کان یکون لہ حالٌ کثیرٌ وعلمٌ یسیر والجنیدُ کانتْ لہ حالٌ خطیرۃٌ وعلومٌ غزیرۃٌ فاذا رایتَ حالہ رجحتَہ علی علمہٖ واذا رایت علمہ رجحتہ علی حالہٖ[۱]

ترجمہ:۔ ہم اپنے شیوخ میں حضرت ابو القاسم جنیدؒ کے سوا کسی ایسے بزرگ کو نہیں دیکھتے کہ جس کی ذات میں علم و حال جمع ہو گئے ہوں۔ ان میں اکثر ایسے ہیں کہ کسی میں علم زیادہ ہے تو حال نہیں ہے۔ دوسرے کے ہاں حال کی کثرت ہے تو علم کی قلت ہے۔ حضرت جنیدؒ کا حال بھی بہت زیادہ ہے اور علوم کی بھی بہتات ہے جب ان کے حال کو دیکھتا ہوں تو اسے ان کے علم پر ترجیح دیتا ہوں اور جب ان کے حال پر نظر جاتی ہے تو اسے حال پر ترجیح دیئے بغیر نہیں بنتی۔

۱۱۔ حضرت اسمٰعیل بن نجیدؒ (م۔ ۳۶۶ھ)

ارشاد فرمایا اِنّ فی الدنیا ثلاثۃً من ائمۃ الصوفیہ لا رابع لھم الجنید ببغداد ابوعثمان بنیشاپور وابوعبداللہ بن الجلاء بالشام[۲] یعنی تحقیق دنیا میں صوفیاء کے اماموں میں سے تین ہی بزرگ ہیں کوئی چوتھا شخص ہرگز نہیں حضرت جنیدؒ بغداد میں، حضرت ابوعثمان نیشاپور میں اور حضرت ابو عبداللہ بن جلاءؒ شام میں۔

---

[۱] تاریخ بغداد ج، ص۲۴۴، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص۲۸ [۲] طبقات الصوفیہ ص۱۶۷، النجوم الزاہرہ ج ۳ ص۱۷ شذرات الذہب ج ۲ ص۲۳۱

Marfat.com

۱۲۔ حضرت ابوعبداللہ بن خفیفؒ (م۔۱۷۲ھ)

حضرت ابوعبداللہ بن خفیفؒ فرمایا کرتے تھے۔ اقتدوا الخمسة من شیوخنا والباقون سلموا احوالھم الحارث المحاسبی والجنید ورویم وابن عطا وعمرو بن عثمان مکی لانھم جمعوا بین العلم والحقائق[۱] یعنی ہمارے مشائخ میں سے پانچ کی پیروی کیا کرو کیونکہ وہ علم اور حقائق کے جامع ہیں ان کے نام ہیں حضرت محاسبیؒ حضرت جنیدؒ حضرت رویمؒ، حضرت ابن عطاؒ اور حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ۔

ایک دفعہ حضرت علی بن بندار الصوفیؒ شیخ ابوعبداللہ بن خفیفؒ کے پاس آئے اور وہ دونوں بزرگ چلنے لگے تو شیخ ابوعبداللہؒ حضرت علی بن بندارؒ سے کہنے لگے حضرت آپ آگے بڑھیں۔ انہوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا اس وجہ سے کہ آپ نے حضرت جنیدؒ سے شرفِ ملاقات حاصل کیا ہوا ہے جبکہ میں اس شرف سے محروم ہوں[۲]

۱۳۔ امام غزالیؒ (م۔ ۵۰۵ھ)

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے المنقذ من الضلال میں اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے اپنے روحانی بحران کے دوران میں فلاسفہ، متکلمین اور باطنیہ کی طرف رجوع کیا تھا لیکن کسی کے ہاں انہیں مداوائے غم نہ ملا تو تصوف کے دامانِ رحمت میں پناہ لی۔ اس وقت انہوں نے حضرت جنیدؒ کے ملفوظات سے بھی استفادہ کیا تھا۔

۱۴۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے اثنائے وعظ حضرت جنیدؒ کی للہیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا کان سلم نفسہ الی ربہ عزوجل وازال اختیارہ ومنازعتہ ورضی بتولی قدرۃ لہ صلم

---

[۱] طبقات الصوفیہ ہروی ص۱۷۵ [۲] عوارف المعارف اردو ترجمہ ص۳۵۰ [۳] طبقات الصوفیہ ہروی ص۲۴۸

Marfat.com

قلبہ واطمأنت نفسہ فعمل بقولہ تعالیٰ ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین [۵۱]

ترجمہ:۔ حضرت جنیدؒ نے اپنے آپ کو اپنے پالنے والے کے حوالے کر دیا، اپنے اختیار و مزاحمت کو چھوڑ دیا اور تقدیر الٰہی کو کارساز مان کر اس پر راضی ہو گئے۔ اس طرح ان کا دل درست ہو گیا اور نفس نفس مطمئنہ بن گیا۔ گویا وہ اس آیت کی عملی تفسیر تھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بے شک میرا کارساز وہی اللہ ہے جس نے کتاب قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور وہی نیک بندوں کی ضروریات کا خود کفیل ہے۔

رشتہ درگردنم افگندہ دوست ۔۔۔ می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

۱۵۔ علامہ ابن الجوزیؒ (م۔ ۵۹۷ھ)

حضرت ابن الجوزیؒ اپنے دور کے نام نہاد صوفیاء اور زہاد کا تذکرہ کرتے ہوئے بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں قد لبس علیھم ابلیس بان ما یصل الیکم من رزقکم فاسقطوا عن انفسکم کلفۃ الورع فھمتھم دوران المطبخ والحمام والماء البارد فاین جوع بشرؒ واین ورع سریؒ واین زھد الجنیدؒ۔ [۵۲]

ترجمہ:۔ شیطان نے ان لوگوں کو یہ فریب دے رکھا ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس آئے وہ تمہارا ہی رزق ہے لہٰذا انہوں نے احتیاط و پرہیز اور ورع و تقویٰ کی تکلیف اپنے سے ساقط کر دی ہے۔ اب ان کی ساری ہمت اور تگ و دو بس باورچی خانے، حمام اور ٹھنڈے پانی سے لطف اندوز ہونے پر مبذول ہو کر رہ گئی ہے۔ اب کہاں ہے بشر حافیؒ کا سا بھوکا رہنا، کہاں ہے حضرت سریؒ کا ورع اور کہاں رہا ہے حضرت جنیدؒ کا زہد۔

۱۶۔ شیخ فریدالدین عطارؒ (م۔ ۶۰۷ھ)

شیخ عطار رقمطراز ہیں۔ جنیدؒ ہمہ درد و شوق و عشق بودہ است و در شیوۂ معرفت و کشف توحید شانی رفیع داشت و در مجاہدہ و مشاہدہ و فقر آیتی بودہ است [۵۳]

---

[۵۱] الفتح الربانی ص ۱۵۵ [۵۲] تلبیس ابلیس اردو ترجمہ ص ۲۴۲ [۵۳] تذکرۃ الاولیاء ص ۳۱۸

Marfat.com

ترجمہ :۔ حضرت جنیدؒ کا وجود سراپا درد، شوق اور عشق ہو گیا تھا۔ وہ شیوۂ معرفت اور رازِ توحید کے انکشافات میں شانِ بلند کے مالک اور مجاہدہ، مشاہدہ اور فقر میں وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

۱۷۔ شیخ اکبر — ابن العربیؒ (م۔ ۶۳۸ھ)

حضرت ابن العربیؒ لکھتے ہیں من علماء ھٰذہٖ الامۃ یحفظون علیھا احوال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم واسرار علومہ کالجنیدؒ والتستریؒ۔[۱]

ترجمہ :۔ اس امت کے علماء میں سے جنہوں نے احوال (روحانی تجربات) اور علومِ نبوت کے اسرار کو محفوظ کیا ہے حضرت جنیدؒ اور حضرت سہل تستریؒ جیسے بزرگ شامل ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بیان فرماتے ہیں کہ شیخ ابن العربیؒ نے حضرت جنیدؒ کے بارے میں فرمایا ہے ھو لسانٌ من الالسنۃ الحق یعنی حق کی زبانوں میں سے ایک زبان ہیں۔[۲]

۱۸۔ امام ابن تیمیہؒ (م۔ ۷۲۸ھ)

امام ابن تیمیہؒ جو تصوف کے زیادہ حق میں نہ تھے انہوں نے بھی حضرت جنیدؒ کو کتاب و سنت کے عالم و عامل مشایخ میں شامل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔[۳]

مزید برآں انہوں نے ان کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے فَاِنَّ الجنیدؒ قدس اللہ روحہٗ کان من ائمۃ الھُدیٰ یعنی بے شک حضرت جنیدؒ (اللہ ان کی روح کو تقدس بخشے) ہدایت کے اماموں میں سے ہیں۔[۴]

۱۹۔ امام یافعیؒ (م۔ ۷۶۰ھ)

امام یافعیؒ رقمطراز ہیں اخبار الجنیدؒ کثیرۃٌ ومناقبہ شھیرۃٌ وسیرتہٗ حمیدۃٌ وکراماتہٗ

---

[۱] فتوحاتِ مکیہ ج ۱ ص ۱۵۵ [۲] انفاس العارفین ص ۱۳۰ [۳] رسالہ الفرقان ص ۹۳ [۴] رسالہ الفرقان ص ۱۰۰

Marfat.com

عَدِیْدَۃٌ۔ [1] یعنی حضرت جنیدؒ کے واقعات بکثرت ہیں، مناقب و فضائل مشہور ہیں، سیرت قابل تعریف ہے اور کرامات بے شمار ہیں۔

۲۰۔ شیخ ابن العماد حنبلیؒ

شیخ ابن العمادؒ حضرت جنیدؒ کی سیرت کا خاکہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں مناقب کثیرۃٌ ولو ارسلنا عنان القلم لسودنا اسفاراً من مناقبہ [2] یعنی حضرت جنیدؒ کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں۔ اگر ہم رہوارِ قلم کو کھلا چھوڑ دیتے تو ان کے مناقب میں کئی کتابیں سیاہ ہو جاتیں۔

۲۱۔ حضرت ابن الاہدلؒ

ان کا قول ہے کان الحارث المحاسبیؒ احد الخمسۃ الجامعین بین العلمین فی واحد ھو و الجنیدؒ و ابو محمدؒ و ابو العباس بن عطاؒ و عمرو بن عثمان المکیؒ [3]

ترجمہ:۔ حضرت محاسبیؒ ان پانچ بزرگوں میں سے ایک ہیں کہ جو علم ظاہر اور علم باطن کے جامع تھے۔ باقی اصحاب حضرت جنیدؒ، حضرت ابو محمد جریریؒ اور حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ تھے۔

نوٹ:۔ یاد رہے کہ حضرت جنیدؒ کے علاوہ باقی چار بزرگوں میں حضرت محاسبیؒ ان کے استاد اور دوسرے سب انہی کے مرید ہیں۔ گویا جامعیت کا اجتماع خانوادہ جنیدؒ پر ہی ہوا ہے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

۲۲۔ حضرت المومل الجصاص الشیرازیؒ (م۔ ۳۲۲ ھ)

حضرت شیرازیؒ مشائخ طریقت کے اکابر کی نمایاں خصوصیات جو انہیں ودیعت ہوئی تھیں کا جائزہ لیتے ہوئے کہتے ہیں۔

---

[1] مراۃ الجنان ج ۲ ص ۲۳۲ [2] شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۳ [3] کتاب مذکور ج ۲ ص ۱۰۳

Marfat.com

اعطی الجنیدُ الحکمۃَ واعطی شاہ الکرمانی الجود واعطی ابوحفص الاخلاق واعطی ابویزید البسطامی البیان[1]

ترجمہ:- حضرت جنیدؒ کو علمت، حضرت شاہ کرمانیؒ کو سخاوت، حضرت ابوحفص نیشاپوریؒ کو اخلاق اور حضرت بایزید بسطامیؒ کو نگہداشت عطا کی گئی ہے۔

ــــــ ومن یُؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً۔ القرآن

۲۳۔ امام عبدالوہاب الشعرانیؒ (م۔ ۹۷۳ھ)

رقمطراز ہیں ان جیع ائمۃ الصوفیۃ علی ھدیٍ من ربھم۔ وآنّ طریقۃ الامام ابی القاسم الجنیدؒ اقوم طُرق القوم کلھا لتحریرھا علیٰ الشریعۃ تحریرالجوھر۔[2]

ترجمہ:- تحقیق تصوف کے سب امام اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور بے شک حضرت امام ابوالقاسم جُنیدؒ کا طریقہ، صوفیائے کرام کے تمام طریقوں سے زیادہ صحیح اور درست ہے کیونکہ اس کی بنیاد تمامتر شریعتِ مطہرہ پر ہے۔

۲۴۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ (م۔ ۱۰۳۵ھ)

حضرت مجددؒ بیان فرماتے ہیں کہ نسبتِ فردیت یعنی رو بحق ہونا اور نسبت قطبِ ارشاد یعنی مخلوقِ خدا کی متوجہ ہو کر ان کی رہنمائی کرنا دو ایسی نسبتیں ہیں جو بزرگانِ دین میں پائی جاتی ہیں۔ بالعموم ان نسبتوں میں سے کوئی ایک نسبت غالب ہوا کرتی ہے لیکن اگر یہ نسبتیں کسی شخصیت میں اعتدال کے ساتھ جمع ہوجائیں تو وہ بڑی عظیم المرتبہ ہوتی ہے۔ حضرت مجددؒ مزید تصریح فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ میں یہ دونوں خوبیاں موجود تھیں اور پورے اعتدال اور توازن کے ساتھ تھیں[3]

---

[1] نفحات الانس ص ۱۷، طبقات الصوفیہ ہروی ص ۹۶ [2] الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۹۲

[3] مکتوبات امام ربانی ج ۱ مکتوب ۲۹۰

Marfat.com

۲۵- شیخ احمد المنادیؒ

شیخ احمد بن جعفر بن محمد المنادیؒ فرماتے ہیں کان الجنیدؒ قد سمع الحدیث الکثیر من الشیوخ وشاھد الصالحین واھل المعرفۃ ورُزِقَ من الذکاء وصواب الجواباتِ فی فنونِ العلم مالم یُرَ فی زمانہ مثلہٗ عند احدٍ من قرنائہ ولا ممن ارفع سنًا منہ ممن کان ینسب منھم اِلَی العلمِ الباطنِ والعلم الظاھر فی عفوف وعزوف عن الدنیا وابنائھا۔ لہ

ترجمہ:- حضرت جنیدؒ نے شیوخ سے بہت سی احادیث سماعت کیں، صلحاء اور اہلِ معرفت کی صحبت سے فیضیاب ہوئے علم کے مختلف شعبوں اور فنون میں ذکا اور صحیح جواب دینے کا ملکہ انہیں عطا ہوا تھا۔ ان جیسا علم و فضل ان کے زمانے میں ان کے ہمسروں میں سے کسی کے ہاں دکھائی نہیں دیتا اور اسی طرح ان سے زیادہ عمر کے لوگوں میں بھی جن کو علم ظاہر و باطن سے نسبت ہے کوئی شخص ان سے زیادہ پاکیزگی اور دنیا اور دنیا داروں سے کنارہ کشی میں نظر نہیں آتا۔

۲۶- مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مولانا علی میاں دورِ حاضر میں برصغیر پاک و ہند کے مایۂ ناز عالم اور مفکر ہیں۔ وہ صوفیائے کرام کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ اس سلسلے میں سفیان ثوریؒ، فضیل بن عیاضؒ، جنید بغدادیؒ، معروف کرخیؒ اور بشر حافیؒ کا نام اور کام سب سے زیادہ نمایاں اور روشن ہے ان حضرات کے اعمال و اخلاق، سچی خدا ترسی، بے لوث زاہدانہ زندگی، مخلوق سے استغنا، ایثار و بے نفسی، بے غرض خدمتِ خلق اور ایمانی کیفیات غیر مسلم آبادی تک اثر ڈالتی تھیں۔ ان کی ذات سے اسلام کا اخلاقی وقار قائم تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ان کی تقریریں سن کر اور ان کے اعمال و اخلاق دیکھ کر بکثرت یہودی، عیسائی، مجوسی اور صابی مسلمان ہوتے تھے۔ لہ۲

لہ تاریخ بغداد ج ۷ صـ ۲۴۲ لہ۲ تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ صـ ۵۸

Marfat.com

معاصر متحیّن کا اعترافِ عظمت

معاصرین میں سے بعض علماء اور فضلاء حضرت جنیدؒ کی خدمت میں ان کے علم و فضل کا امتحان لینے اور ان کی آزمائش کرنے کی خاطر آتے جاتے رہے ہیں۔ ان علماء میں سے جو بھی آیا وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جب وہ مجلس میں حاضر ہوا تو مخالف یا کم از کم معتقد نہیں تھا جب گفتگو سنی اور تبادلہ خیالات کا موقعہ ملا اور مجلس سے اٹھا تو وہ معترف و معتقد بن کر اٹھا بلکہ پھر عمر بھر ان کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہا۔ چند قابلِ ذکر علماء حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن سعید بن کلاب (م۔ ۲۴۰ھ)

عبداللہ بن سعید ایک متکلم اور مناظر تھے اور ان کی عادت ہر شخص پر اعتراض کرنے کی تھی۔ ان سے کہا گیا کہ آپ ہر شخص کے کلام پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ یہاں پر ایک شخص حضرت جنیدؒ ہیں۔ دیکھیں کیا آپ ان پر بھی اعتراض کر سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ سن کر وہ حضرت جنیدؒ کے حلقے میں حاضر ہوئے اور توحید کے موضوع پر ایک سوال کیا۔ آپ نے جواب دیا تو حیران رہ گئے۔ جواب دہرانے کی درخواست کی تو آپ نے وہی مفہوم مختلف عبارت اور انداز میں ادا فرمایا۔ عبداللہ لاجواب ہو کر عرض کرنے لگے۔ حضرت یہ تو بلند پایہ کلام ہے۔ مجھ سے حفظ بھی نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا ایک بار پھر دہرا دیں۔ حضرت نے اس بار پہلے سے بھی زیادہ عالمانہ انداز میں جواب دیا۔ وہ مبہوت ہو کر رہ گیا اور جواب املا کرا دینے کی درخواست کی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا ان کنتُ اجرتہٗ فانا املیہ یعنی یہ سب کچھ اگر میں خود بیان کر رہا ہوتا تو املا کرا بھی دیتا گویا یہ تو الہامی باتیں ہیں اس لئے لکھوانے سے معذور ہوں۔

عبداللہ بن سعید اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے علم و فضل کا اقرار اور ان کی بلندیٔ مرتبہ کا اعتراف کیا۔[1]

---

[1] رسالہ قشیریہ ص ۱۸، مراۃ الجنان ج ۲ ص ۲۳۳، شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۲۹

Marfat.com

شذرات اور مراۃ الجنان میں مزید یہ وضاحت ہے کہ عبداللہ بن سعید نے ایک کتاب لکھی تھی جس میں تمام مذاہب کا رد کیا تھا۔ انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ کوئی گروہ رہ تو نہیں گیا۔ انہیں بتایا گیا کہ ہاں ایک گروہ صوفیہ رہ گیا ہے جس کے امام و مقتدا حضرت جنیدؒ ہیں۔ اس پر انہوں نے ایک شخص کو بھیج کر حضرت جنیدؒ سے ان کے مذہب تصوف کی حقیقت دریافت کی۔ حضرت جنیدؒ نے جواب دیا کہ مذھبنا افراد القدم عن الحدث وھجران الاخوان والاوطان ونسیان ما یکون وما کان (ہمارا مسلک قدیم یعنی خدا کو جدید یعنی مخلوق سے الگ الگ سمجھنا، خدا کی خاطر اپنے بھائیوں اور اپنے وطنوں کو ترک کر دینا اور جو کچھ پہلے تھا اور جو کچھ ہوگا اسے یکسر بھول جانا ہے) انہوں نے یہ جواب سنا تو لاجواب ہو گئے اور کہنے لگے کہ اس کلام میں مناظرہ ممکن ہی نہیں۔ اس کے بعد وہ خود مجلسِ جنیدؒ میں حاضر ہوتے رہے۔

۲۔ ابن شاہین

ابن شاہینؒ ایک نحوی عالم اور مفسر تھے۔ انہوں نے حضرت جنیدؒ سے حرف مع (ساتھ ہونا) کے معنی پوچھے۔ آپ نے فرمایا یہ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ انبیائے کرامؑ سے یہ حرف متعلق ہو تو اس کے معنی نصرت اور حفاظت کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انّنی معکما اسمع وارٰی (بے شک میں تم دونوں کی حفاظت اور نصرت کرنے والا ہوں۔ میں سنتا ہوں اور دیکھتا بھی ہوں) جبکہ حرف مع کا تعلق عوام سے ہو تو اس کے معنی علم رکھنے اور احاطہ کرنے کے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے مایکون من نجوی ثلاثۃ الّا ھو رابعھم (تم میں سے کوئی تین سرگوشی نہیں کرتے مگر چوتھا ساتھ خدا ہوتا ہے) ابن شاہینؒ نے یہ جواب سن کر کہا مثلک یصلح ان یکون دالّاً للامۃِ علی اللہ یعنی آپ جیسا ہی شخص واقعی اس لائق ہے کہ جو افرادِ امت کی خدا کی طرف رہنمائی کیا کرے [۵۱]

---

[۵۱] رسالہ قشیریہ صلا

Marfat.com

۳۔ ابن کیسان نحویؒ (م۔ ۲۹۹ھ)

ابن کیسان نحویؒ نے حضرت جنیدؒ سے تفسیرِ قرآن کے بارے میں کوئی سوال پوچھا۔ آپ نے بصیرت افروز جواب دیا تو اس کی زبان سے بے اختیار یہ دعا نکلی لا یفضض اللہ فاک یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو محفوظ رکھے کیونکہ اس سے علم و معرفت کے پھول جھڑتے ہیں۔[1]

۴۔ ابن سریج الفقیہ (م ۳۰۶ھ)

ابو العباس ابن سریجؒ باز اشہب کے لقب سے مشہور شافعی فقیہ اور کم و بیش چار سو کتابوں کے مصنف تھے۔ ایک بار انہیں حضرت جنیدؒ کی مجلس میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ معرفت بھرا کلام سنا تو بے حد متاثر ہوئے۔ بعد ازاں ان سے حضرت جنیدؒ کے کلام کے بارے میں ان کی رائے پوچھی گئی تو کہنے لگے لا ادری مایقول ولکنی اری لھذا الکلام صولۃ لیست بصولۃ ... طل۔[2] یعنی ان کا کلام تو میری فہم سے بلند و بالا ہے البتہ اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ ان کے کلام میں جو صولت اور زورِ بیان ہے وہ کسی باطل پرست میں ہو ہی نہیں سکتی۔

شیخ ابن سریج جب فقہ کے اصول و فروع میں گفتگو کیا کرتے تو لوگ ان کی فصاحت، بلاغت اور نکتہ آفرینی کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے۔ اس وقت وہ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے۔ جانتے ہو یہ فیض مجھے کہاں سے حاصل ہوا ہے۔ پھر خود ہی جواب دیا کرتے ھذا من برکۃ مجالستی ابا القاسم الجنیدؒ۔[3] یعنی یہ سب کچھ حضرت ابو القاسم جنیدؒ کے قدموں میں بیٹھنے کا صدقہ ہے۔

---

[1] تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۴۶ [2] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰، رسالہ قشیریہ ص ۱۸۱، تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۸ [3] وفیات الاعیان ج ۱ ص ۱۴۶، شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۲۸، تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۴۳، مراۃ الجنان ج ۲ ص ۲۳۱، رسالہ قشیریہ ص ۱۹

Marfat.com

۵۔ ابوالقاسم کعبیؒ

ابوالقاسم کعبی معتزلہ کے سردار اور دانشور تھے۔ وہ صوفیا کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے

رایت لکم شیخاً ببغداد یقال لہ الجنید بن محمد ما رات عینای مثلہ کان الکتبۃ یحضرونہ لالفاظہ والفلاسفۃ یحضرونہ لدقۃ معانیہ والشعراء لفصاحتہ والمتکلمون یحضرونہ لزمام علمہ وکلامہ بائن عن نہمہم وکلامہم وعلمہم۔[۱]

ترجمہ:۔ میں نے بغداد میں تمہارا ایک شیخ دیکھا ہے جسے جنید بن محمد کہتے ہیں۔ بخدا میری دو آنکھوں نے اس جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ ادیب ان کی ثروتِ الفاظ کی خاطر حاضر رہتے ہیں فلسفی ان کے ہاں دقیق معانی کے لئے جمع رہتے ہیں۔ شعراء ان کی فصاحتِ لسانی سے استفادے کے لئے موجود رہتے ہیں اور متکلم و مناظر ان کے مسکتِ خصم علم کی خاطر رجوع کیا کرتے ہیں لیکن انکا کلام، ان کی فہم ان کے علم اور کلام سے کہیں بلند ہوتا ہے۔

رویائے صادقہ

حضرت جنیدؒ تاجدارِ ولایت تھے اس لئے ان کے خواب صداقت پر مبنی ہوتے تھے خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھ پر ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے کہ جو کچھ خواب میں دیکھتا، بیداری میں وہی سچ ثابت ہوتا۔ ملاحظہ ہو[۲]

بارگاہ رسالت میں فتویٰ نگاری

کسی بزرگ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ السلام تشریف فرما

۱؎ تاریخ بغداد ج ، ص ۲۴۲، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۸، شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۲۸، مراۃ الجنان ج ۲ ص ۲۳۳-۲۳۴

۲؎ تاریخ بغداد ج ، ص ۲۴۳

Marfat.com

ہیں اور حضرت جنیدؒ حاضرِ خدمت ہیں۔ اتنے میں کسی شخص نے حاضر ہو کر فتوے طلب کیا حضورؐ نے فرمایا یہ فتوے جنیدؒ سے لے لو۔ وہ شخص عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! آپ کی موجودگی میں کسی دوسرے سے میں فتوے کیوں کر لے سکتا ہوں۔ ارشاد فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ تمام انبیائے کرام کو جس طرح اپنی اپنی امت پر ناز ہے اسی طرح مجھے اپنی امت میں سے جنیدؒ پر ناز ہے[1]

سیادتِ علم۔

حضرت عبداللہ بن علیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو بیان کرتے سنا ہے کہ مجھے خواب میں زیارتِ نبویؐ نصیب ہوئی اور میں نے دیکھا کہ پیچھے سے حضور سرورِ کائناتؐ مجھے کندھے سے پکڑے ہوئے ہیں اور مجھے دھکیلتے جا رہے ہیں حتیٰ کہ مجھے خداوند تعالیٰ کے سامنے جا کھڑا کیا۔ میں نے تعبیرِ خواب کے ماہرین سے اس خواب کی تاویل دریافت کی تو انہوں نے مجھے بتایا اِنَّکَ رَجُلٌ تقود العلم الی ان تلقی اللہ تعالیٰ[2]

یعنی بے شک آپ ایسے شخص ہیں کہ علم کی قیادت کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملیں گے۔

شیطان کا اعترافِ عجز۔

حضرت جعفر خلدیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے خواب میں ابلیس کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ اے راہزن! تیرا یہاں کیا کام ہے؟ کہنے لگا۔ اگر سارے لوگ آپ جیسے ہو جائیں تو واقعی مجھے یہاں آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور پھر میری راہزنی عبث ثابت ہوگی[3]

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ۔ القرآن

---

[1] تذکرۃ الاولیاء، ص ۳۲۵، خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۸۲ [2] تاریخ بغداد ج ۷، ص ۲۴۷ [3]

Marfat.com

باب چہارم

انفرادیت و عبقریت

؎ دورہا باید کہ تا یک مرد حق پیدا شود
بایزیدؒ اندر خراسان یا اویس اندر قرن

Marfat.com

شیخ الطائفہ ابوالقاسم جنیدؒ ایک نابغۂ روزگار ہستی تھے۔ ان کی ذات بابرکات میں مختلف النوع خوبیاں یکجا ہوگئی تھیں۔ وہ شریعت وطریقت اور علم وحال میں اپنی مثال آپ تھے۔ تابعین اور تبع تابعین میں بلاشبہ ان کے مقام ومرتبہ کا کوئی شخص ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔ وہ بلامبالغہ تمام صوفیاء اور مشایخ طریقت میں سے سب سے زیادہ مقبول اور مرجع خلائق رہے ہیں وہ علم وعمل کے مجمع البحرین اور شریعت وطریقت کے سنگم تھے انہوں نے ذکر سے معمور اور فکر سے بھرپور زندگی گزاری ہے۔ وہ منبر ومحراب کی زینت بھی تھے اور عرصۂ جہاد کے مردِ میدان بھی۔ انہوں نے دل کے درد کو بھی پھیلایا ہے اور دماغ کے استدلال کو بھی عام کرنے کی جدوجہد کی ہے۔ ان کی طریقت رہبانیت، ترکِ عمل اور شطحیات کی آلودگیوں سے پاک وصاف اور قرآن و سنت کے دھارے سے نکلنے والا دریائے نور ہے۔ انہی خوبیوں اور اسلامی خدمات کی بدولت وہ صوفیاء ومشایخ میں ممتاز ومنفرد ہوگئے ہیں اور یہی عبقری خصوصیت ان کے لئے زمان ومکاں کی حدوں سے بے نیاز مقبولیت کی راہ ہموار کرتی ہے۔

حضرت جنیدؒ کی شخصیت کا تفصیلی جائزہ مختلف عنوانوں کے تحت ندرِ قارئین ہے۔

متقی متکلم اور باصفا صوفی

مبداء ومعاد کی معرفت کے دو طریقے رائج ہیں علم واستدلال سے کام لینے والے متکلم کہلاتے ہیں جبکہ مجاہدہ وریاضت کے ذریعے معرفت حاصل کرنے والے صوفی کہلاتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ دونوں طریقوں کے رہنما ہیں کیونکہ ان کی ذات میں یہ دونوں خوبیاں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ وہ مایۂ ناز عالم ومتکلم ہونے کے ساتھ ساتھ مشہورِ زمانہ صاحبِ باطن صوفی بھی تھے۔ وہ لسان القوم اور سید الطائفہ کے القابِ عالیہ کے حقدار ہیں۔

عالمِ شریعت اور شیخِ طریقت

حضرت جنیدؒ قرآن وسنت اور اسلامی شریعت کے متبحر عالم تھے اور فقہ میں ان کا مقام بہت بلند تھا اسی طرح تصوف وطریقت میں وہ عظیم القدر مقتدا اور پیشوا تسلیم کئے جاتے ہیں۔ شریعت اور طریقت میں یہ عدیم المثال جامعیت بس ان ہی کا حصہ ہے۔ وہ امام الائمہ اور طاؤس العلماء بھی ہیں اور دوسری طرف

Marfat.com

سید الطائفہ اور علم الاولیا بھی۔

؎ در کفے جام شریعت و در کفے سندانِ عشق　　ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

وسعتِ علم اور ثروتِ حال

حضرت جنیدؒ اپنے علم اور حال میں اپنے معصروں بلکہ متقدمین و متاخرین سے اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ کوئی شخص ان کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکا۔ ان کے تبحرِ علم اور وفورِ حال کا یہ عالم تھا کہ اندازہ کرنا مشکل ہو جاتا تھا کہ ان میں علم زیادہ ہے یا حال۔ حضرت خلدیؒ کا بیان مشہور ہے کہ ہم اپنے شیوخ میں سے حضرت جنیدؒ کے سوا کسی کو نہیں پاتے کہ وہ علم و حال کا جامع ہو کیونکہ اکثر ایسے ہیں کہ علم زیادہ ہے تو حال کا فقدان ہے حال کی کثرت ہے تو علم کی قلت ہے جبکہ حضرت جنیدؒ کے ہاں علم اور حال دونوں کی فراوانی ہے۔ جب میں ان کے حال کو دیکھتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ وہ علم سے زیادہ ہے اور جب ان کے علم کا مشاہدہ کرتا ہوں تو ان کا علم ان کے حال سے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں سچ تو یہ ہے کہ عمل کا خلاصہ پاس حضور و ادب ہے جس کو دوسرے الفاظ میں اعتقاد، خدمت، علم، حال، معرفت، طاعت بھی کہتے ہیں۔ اگر یہ دونوں یعنی علم و حال جمع ہو جائیں اور اعتدال پا جائیں تو اس سے بہترین سعادت اور انتہائی کمال کوئی نہیں۔ یہ بہت کم ہوتا ہے کہ حال و علم میں حقیقی اعتدال میسر آجائے۔ جنہیں یہ میسر ہو جاتا ہے ان کی مثال اور اس مقام کے حضرات حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ اور ایسے چند اور حضرات ہیں۔[۱]

سلامتیِ افکار اور حسنِ کردار

حضرت جنیدؒ کے معتقدات و نظریات قرآن و سنت کی تعلیمات پر مبنی ہیں چنانچہ خود فرمایا کرتے تھے علمنا مشیدٌ بالکتاب والسنۃ[۲] اس میں شک نہیں کہ تصوف میں بھی بیرونی اثرات داخل ہوتے رہے ہیں لیکن حضرت جنیدؒ کا پیش کردہ تصوف ان خارجی اثرات سے بالکل محفوظ ہے۔ انہوں نے سکوت

---

[۱] مکتوبات شیخ عبدالحقؒ حصہ دوم اردو ترجمہ ص۱۰۱ [۲] الطبقات الکبریٰ ج ا ص۸۵

Marfat.com

پر کلام کو، حال پر علم کو عشق پر عقل کو اور غیبت پر حضور کو فضیلت دے کر ان تمام خرابیوں کا سدباب کر دیا ہے کہ جو تصوف کے چشمۂ صافی میں کدورت کا باعث بن سکتی ہیں۔ حفظِ مراتب کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر نہایت واضح اور صائب تھا۔ انہوں نے ولایت اور نبوت کے مدارج کا فرق واضح کرتے ہوئے بتلایا کہ ولی خواہ کتنا بلند مرتبہ کیوں نہ ہو وہ کسی نبی کے مقام کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ توحید کے باب میں ان کا مشہور اصول افراد القدم عن الحدث حرفِ آخر ہے۔ اس اصول کے مطابق مخلوق روحانی ترقی کر کے قرب و وصال کے معراجِ کمال کیوں نہ پہنچ جائے پھر بھی خدا، خدا رہے گا اور مخلوق، مخلوق رہے گی۔ اس لئے حلول و بروز کے عقیدے سراسر ضلالت اور باطل ہیں۔ اسی طرح مشیت کے تصور میں بھی بعض صوفیہ غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔ ایسے لوگ کہنے لگے کہ ارادہ ہی مشیت ہے یعنی نیکی اور برائی سبھی ایک ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے اس گمراہ کن عقیدے کی تردید کی اور مشیت کا صحیح تصور دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ان صوفیہ کا کہنا یہ تھا کہ تمام امور اللہ کی مشیت اور قدرت سے شہودِ توحید میں ہیں۔ اس کو وہ الجمع الاول کہہ کر پکارتے تھے حضرت جنیدؒ نے ان پر واضح کیا کہ اس معاملے میں الفرق الثانی کے شہود کے سوا اور کوئی چارہ نہیں اور وہ یہ ہے کہ تمام چیزیں مشاہدے میں گو مشترک ہیں، اللہ کی مشیت قدرت اور تخلیق کے لحاظ سے تاہم یہاں یہ فرق کرنا واجب ہے کہ اللہ نے کن باتوں کا حکم دیا ہے، کن چیزوں کو وہ پسند کرتا ہے اور کن باتوں سے وہ راضی ہوتا ہے۔ اسی طرح کن باتوں سے روکا گیا ہے، کن باتوں کو خدا ناپسند کرتا ہے اور کن باتوں سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ مزید یہ فرق بھی ضروری ہے کہ کون خدا کے دوست ہیں اور کون دشمن۔ امام ابن تیمیہؒ حضرت جنیدؒ کے اس موقف کو پیش کر کے ان الفاظ میں اس کی صداقت کی توثیق کرتے ہیں فبینها الجنید رحمة الله علیه لهم من اتبع الجنید فیها کان علی السداد ومن خالفه ضل[1] یعنی حضرت جنیدؒ نے اس مسئلے کو صوفیہ کے لئے کھول کر بیان کر دیا چنانچہ اس معاملے میں جس کسی نے حضرت جنیدؒ کی پیروی کی ہے وہ راہِ راست پر ہے اور جس نے مخالفت کی ہے وہ گمراہ ہوا ہے۔

حضرت جنیدؒ جس طرح سلامتی افکار کے اعتبار سے اپنے دور کی نمایاں شخصیت ہیں اسی طرح وہ

---

[1] رسالہ الفرقان ص ۱۰۴

Marfat.com

سیرت و کردار کی بلندی میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ اخلاقی خوبیوں سے پوری طرح آراستہ تھے اور برائیوں سے محفوظ و مجتنب۔ ان کی ہردلعزیزی گوار بابِ اقتدار کو برابر کھٹکتی رہی لیکن ان پر ہاتھ ڈالنے کی کسی کو ہمت نہیں ہوسکی کیونکہ ان کا دامن کردار ہر طرح سے پاک و صاف تھا۔ صوفیاء پر شطحیات کی وجہ سے بالعموم الزام لگتے رہے رہے ہیں لیکن حضرت جنیدؒ نے سکر پر صحو کو ترجیح دے کر شطحیات کا امکان ہی ختم کر دیا چنانچہ ان کی ذات سے شطح کی قسم کی کوئی چیز سرزد نہیں ہوئی۔

امام شعرانی رقمطراز ہیں ولم یبلغنا قطٌ عن الجنیدِ انّہ تکلم بشیءٍ من الشطح کما نُقل عن ابی یزید وغیرہٖ کلُّ ذالک لکمالہٖ۔[۱]

ترجمہ:۔ ہم تک حضرت جنیدؒ کے بارے میں یہ بات قطعاً نہیں پہنچی کہ انہوں نے شطح جیسی کوئی چیز کبھی کہی ہو۔ جس طرح کہ حضرت بایزید بسطامیؒ اور دوسرے بزرگوں سے شطحیات منقول ہیں۔ یہ سب کچھ حضرت جنیدؒ کے کمالِ روحانیت کی بدولت تھا۔

صاحبِ قلم اور صاحبِ سیف

حضرت جنیدؒ کو دیگر صوفیاء کے مقابلے میں یہ اعزاز و امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ تصوف پر بلند پایہ مصنف تھے اور ساتھ ہی میدانِ جنگ کے جانباز غازی بھی تھے۔ اس لحاظ سے وہ بسطۃً فی العلم والجسم کی عملی تفسیر تھے۔ ان کی مصنفانہ شان کے بارے میں ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر رقمطراز ہیں۔ حضرت جنیدؒ کی تصنیفات کے اندر ہمیں اسلامی لٹریچر میں پہلی بار اتنے اعلیٰ صوفیانہ حلقے کی ایسی تحریریں نظر آتی ہیں جن کے اندر ایک نظم و ضبط ہے طریقِ ادا کی پختگی اور مہارت ہے۔ اس معاملے میں حضرت جنیدؒ کا کوئی پیشوا یا مرشد نہیں ہے۔ ان کے بعد ہمیں بمشکل اس معاملے میں کوئی آدمی ان کے پائے کا نظر آتا ہے جو ایک الہامی کیفیت کے تحت لیکن پورے نظم و انضباط کے ساتھ تصوف کے بہت اونچے مسائل پر لکھ سکے۔ ان کی تحریروں میں ہم منطق و استدلال کا استعمال بھی بخوبی پا سکتے ہیں۔[۲]

علماء و صوفیہ اور ادباء و شعراء کا طبقہ بالعموم عافیت پسند اور تن آسان ہوا کرتا ہے جبکہ عزیمت اور

---

[۱] الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۹۶ [۲] جنید بغداد ص ۱۳۵

Marfat.com

عظمت کی راہ تیر و تفنگ، سنگ و آہن اور دار و رسن سے ہو کر گزرتی ہے حضرت جنیدؒ کی تمام تر زندگی سراپا جہاد تھی وہ عمر بھر اپنی زبان اور اپنے قلم سے جہاد کرتے رہے۔ شرک و جہالت کے خلاف اور منکرات و فواحش کی سرکوبی کی خاطر۔ جب جہادِ بالسیف کا موقع ملا تو اقامتِ حق اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر میدانِ عمل میں نکلنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ وہ رومیوں اور زنگیوں کے خلاف ۲۵۶ھ سے ۲۷۰ھ کی لڑائیوں میں شریک جہاد رہے۔ عالم اور مجاہد کے علاوہ وہ جہاد بالنفس سے کام لینے والے ایک مثالی عبادت گزار اور شب زندہ دار بھی تھے۔ سینکڑوں نوافل اور ہزاروں بار سبحان اللہ کا روزمرہ کا ورد آپ کا معمول تھا۔ علم و عمل کی ان گوناگوں خوبیوں کا فردِ واحد میں مجتمع ہو جانا عام نہیں بلکہ نادر الوجود ہے۔[۵]

جمع الشجاعۃ والخشوع لربہ　　　ما احسن المحراب فی المحراب

دنیا و دیں کا امتزاجِ حسیں

دیگر مذاہب میں معاشرے سے ہٹ کر اور کٹ کر پوجا پاٹ کرنا اور ورد و وظائف میں لگے رہنا ترکِ دنیا کہلاتا ہے۔ اسلام میں ترکِ دنیا کا تصور اس سے مختلف ہے۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ معاشرے کے اندر رہ کر حقوق و فرائض ادا کرتے ہوئے خدا کی یاد سے غافل نہ ہونا اور ذکرِ آخرت کرنا اور سفرِ آخرت کے لئے زادِ راہ جمع کرتے رہنا اصل ترکِ دنیا ہے۔ معاشرے میں رہ کر اللہ کی عبادت اور اس کی مخلوق کی خدمت، قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنا دنیا نہیں بلکہ دین ہے۔ دنیا کی صرف وہ زندگی لائقِ مذمت ہے کہ جو یادِ خداوندی اور فکرِ آخرت سے خالی ہو۔[۵]

چیست دنیا از خدا غافل بدن　　　نے قماش و نقرہ و فرزند و زن (مولانا رومؒ)

حضرت جنیدؒ کے ہاں دین و دنیا کا یہی امتزاجِ حسین پورے آب و تاب کے ساتھ علم و عمل میں جاری و ساری تھا۔ وہ دنیا میں رہتے ہوئے اس کی سہولتوں اور نعمتوں سے متمتع ہونا برا نہیں سمجھتے تھے اور صوفیاء اور زہاد کو معاشرے پر بوجھ بننے کی بجائے مفید افراد بنانا چاہتے تھے چنانچہ انہیں ہمیشہ کسبِ حلال کرنے پر زور دیا کرتے تھے۔ ویسے بغداد کے مدرسۂ تصوف کی یہ خصوصیت نمایاں ہے کہ اس کے تمام مشائخ ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے اور ان کی نسبتیں ان کے پیشوں کے اعتبار سے مشہور ہیں۔ حضرت جنیدؒ اس گروہ کے سرخیل تھے اور ان کا اپنا پیشہ الخزاز یعنی پشمینے اور ریشمی کپڑے کی تجارت کرنا تھا۔ بازار

Marfat.com

میں ان کی اپنی دکان تھی جہاں وہ بیٹھ کر انتہائی دیانتداری کے ساتھ اکلِ حلال کا اہتمام کیا کرتے تھے کاروبار کی گرم بازاری کے ساتھ یادِ الٰہی میں بھی سرگرم رہتے تھے۔ دکان پر ہی نوافل ان کا معمول رہا ہے۔

رہبانیت سے اجتناب، فطرتِ اسلام کا انتخاب

حضرت جنیدؒ کا تصوف اور طریقت اسلامی تعلیمات پر مبنی تھا اس لئے ان کی اپنی زندگی اور ان کے افکار پر رہبانیت کی پرچھائیں تک نہیں پڑی۔ نکاح کرنا تقاضائے فطرت اور سنتِ خیر الانامؐ ہے اس لئے حضرت جنیدؒ نے نکاح کیا اور خوشگوار ازدواجی زندگی گزاری۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بیوی کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کھانا کھانے کی [1] جبکہ صوفیائے خام بالعموم نکاح اور ازدواجی زندگی کو چنداں اہمیت نہیں دیا کرتے اور تجرد کو اپنے زعم باطل میں نیکی تصور کرتے ہیں حالانکہ یہ رہبانیت ہے۔

حضرت جنیدؒ کا معمول یہ تھا کہ دن کو قیلولہ فرمایا کرتے تھے اور رات کو نوافل پڑھتے پڑھتے نیند غلبہ کرتی تو اسی حالت میں مصلیٰ عبادت پر سو جایا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت علی بن سہل اصفہانی نے آپ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ حضرت داؤدؑ پر وہ شخص جھوٹا ہے کہ ہماری محبت کا دعویٰ کرے اور جب رات ہو تو سو رہے۔ حضرت جنیدؒ نے خط پڑھا تو اس کی پشت پر یہ جواب لکھ بھیجا۔ ہماری بیداری راہِ حق میں ہمارا معاملہ ہے اور ہماری نیند ہم پر فعلِ حق ہے یعنی محبتِ الٰہی کے لئے ہر دو یکساں ہیں والنوم موھبۃ اللہ علی المحسنین (نیند بھی حسنِ عمل کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا و بخشش ہے [2])

اپنا تمام مال و متاع راہِ خدا میں دے دینا نیکی ہے لیکن اپنے نفس پر پوری طرح اعتماد نہ ہو تو ایسا کرنا خطرے سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ حضرت جنیدؒ حقیقت پسند تھے اس لئے اپنے مریدوں کو تکلیف مالا یطاق سے بچایا کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے حضرت جنیدؒ کے سامنے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ چاہتا ہے کہ اپنا تمام مال راہِ خدا میں دے کر ان کے پاس فقیر بن کر بیٹھ رہے۔ حضرت جنیدؒ نے یہ سن کر اُسے مشورہ دیا کہ تم اپنا سارا مال خرچ نہ کر دو بلکہ اپنے گزارے کے لئے کچھ ضرور رکھ لو۔ صرف وہ مال صرف کرو جو زائد از ضرورت ہو۔ تم کسبِ حلال کیا کرو لیکن ساری آمدنی خرچ نہ کیا کرو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں

---

[1] عوارف المعارف اردو ترجمہ صـ ۲۱۹ [2] کشف المحجوب صـ ۴۱۲-۴۱۳

Marfat.com

تمہارا نفس تم سے مطالبہ نہ کرنے لگ جائے[1]

جامعیتِ علوم اور مہارتِ فنون

حضرت جنیدؒ تمام اسلامی علوم مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف اسی طرح تمام عمومی علوم وفنون مثلاً، منطق، علم کلام، علم نحو، انسانی نفسیات اور روحانی واردات وغیرہ پر مہارتِ تامہ رکھتے تھے اور معدودے چند لوگوں میں اس قدر جامعیت ہوا کرتی ہے جیسی آپ کی ذاتِ اقدس میں ہوا کرتی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ سارے علوم وفنون میں یکتائے روزگار عالم تھے اور ان جیسی جامعیت ان کے زمانے کے علماء کے ہاں کسی میں نہیں ہے۔

اصلاحِ تصوّف اور تجدیدِ طریقت

حضرت جنیدؒ کا تصوف کے میدان میں یہ کارنامہ تو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا کہ انہوں نے چشمۂ تصوف سے نکلنے والے منہ زور اور پرشور پہاڑی نالوں کو پابند نظم کر کے فیض رساں ندی نالوں میں تبدیل کر دیا اور خام صوفیہ کی بے لگامی کو لگام دی۔ مزید برآں اسلامی تصوّف میں داخل ہو جانے والے خارجی اثرات کی خرابیوں کی نہ صرف انہوں نے نشاندہی کی بلکہ ان کے خلاف منظم اور بھرپور جہاد بھی کیا انہوں نے ملامتیہ اندازِ فکر کی خامیوں پر تنقیدی نگاہ ڈالی اور اسے تصوف کے دائرے سے خارج کر دیا۔ اسی طرح انہوں نے اصحابِ سکر کے غلبۂ حال سے پیدا شدہ اثراتِ بد کا جائزہ لیا اور لوگوں کے سامنے سکر کے مقابلے میں صحو (ہوشیاری اور فرزانگی) کی صورت میں راہِ اعتدال رکھی۔ ان کے عہد میں معتزلہ کا زور کسی حد تک ٹوٹ چکا تھا لیکن باطنیہ طاقت پکڑتے جا رہے تھے۔ اس لئے کتاب وسنت سے تمسک، شریعت کی پابندی اور اعمالِ ظاہرہ کی بجاآوری پر زیادہ سے زیادہ زور دیا۔ بعض صوفیاء نے باطنیت کے زیرِ اثر آکر معرفت (علم باطن) کو علم (علم ظاہر) پر فوقیت دینا شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے اس کے خطرناک نتائج کا احساس کرتے ہوئے براہینِ قاطعہ کے ساتھ ان پر واضح کیا کہ علم، درحقیقت معرفت سے بلندتر، کامل تر اور

---

[1] عوارف المعارف اردو ترجمہ ص ۴۱۸

Marfat.com

جامع تر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ علم کو نسبت دی جاتی ہے نہ کہ معرفت کو۔ ارشادِ ربانی ہے والذین اوتوا العلم۔۔۔ درجات اور پیغمبر آخر الزمان ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا ہے فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ جبکہ کہیں یہ نہیں فرمایا فاعرف۔

معرفت کو علم پر ترجیح دینے کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ قرآن پاک میں ارشادِ قدرت ہوا ہے واعبد حتّٰی یاتیك الیقین (جب تک یقین یعنی موت نہ آجائے تو عبادت کرتا رہ) اہلِ علم کے نزدیک الیقین سے مراد یقینی طور پر موت ہے اور اس حکم کا مطلب مرتے دم تک عبادت کرتے رہنا ہے جبکہ مدعیانِ معرفت میں سے بعض کا کہنا یہ تھا کہ یقین ایک روحانی مقام ہے جب انسان عبادت کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ جائے تو اس سے اعمال ساقط ہو جاتے ہیں۔ زعم باطل میں پہنچے ہوئے لوگ عبادات سے منہ کے لئے ایسے ہی لایعنی استدلات سے کام لیتے ہیں۔

حضرت جریریؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت جنیدؒ کے سامنے معرفت کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اہلِ معرفت نیکی اور تقویٰ کے کام چھوڑ کر بھی خدا رسیدہ ہو سکتے ہیں یا خدا رسیدہ ہو جانے کے بعد انہیں اعمالِ صالح کی حاجت نہیں رہتی۔ حضرت جنیدؒ نے یہ بات سنی تو فرمایا ان ھذا قول قوم تکلموا باسقاط الاعمال وھذہ عندی عظیمۃ والذی یسرق ویزنی احسن حالاً من الذی یقول ھذا وانّ العارفین باللہ، اخذوا الاعمال عن اللہ والیہ رجعوا فیھا ولو بقیت الف عام لم انقص من اعمال البر ذرۃ الا ان یحال بی دونہا وانہ لاوکد فی معرفتی واقوی فی حالی۔[1]

ترجمہ:۔ بے شک یہ بات ایسے لوگوں نے کہی ہے جو اعمال کے ساقط ہونے کے دلائل دیتے پھرتے ہیں۔ میرے نزدیک تو ایسا کہنا گناہِ کبیرہ سے بڑھ کر بڑا خوفناک گناہ ہے۔ جو شخص چوری یا زنا کرتا ہے وہ بھی ایسے شخص سے جو ایسی باتیں منہ سے نکالتا ہے اپنے حال میں زیادہ بہتر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے عارفانِ الٰہی نے یہ اعمال اللہ ہی سے حاصل کئے ہیں اور یہی اعمال سرانجام دیتے دیتے خدا کی طرف لوٹ گئے ہیں۔ اگر میں ہزار سال بھی زندہ رہوں اور روز بروز میری روحانی ترقی ہوتی رہے تو بھی میں اپنے اعمال میں سے ایک ذرہ برابر کم نہ کروں گا سوائے اس کے کہ کوئی عذر یا مجبوری لاحق ہو جائے۔ بلاشبہ یہی اعمال تجھ تو

---

[1] طبقات الصوفیہ ص ۱۵۹، رسالہ قشیریہ ص ۱۴۲

Marfat.com

میری معرفت کو مضبوط کرتے ہیں اور میرے حال اور روحانی تجربہ میں قوت کا باعث ہیں۔

بعض صوفیا میں حسن پرستی اور عشق مجازی کا کسی قدر رجحان پایا جاتا تھا۔ حضرت جنیدؒ نے ہمیشہ اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ حضرت ابو عبد اللہ بن الجلاؒ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے ایک خوبصورت آتش پرست نوجوان کو دیکھا اور اس کا حسن و جمال دیکھ کر قدرتِ خداوندی پر بڑا حیران ہوا۔ ٹکٹکی باندھ کر اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ حضرت جنیدؒ پاس سے گزرے تو میں نے عرض کیا استاذ محترم! کیا خدا اس جیسے چہرے کو بھی آتشِ جہنم میں جلا دے گا۔

حضرت جنیدؒ فرمانے لگے بیٹے یہ تو نفسانی کاروبار ہے کہ تم اسے بار بار دیکھ رہے ہو۔ ورنہ اگر تم عبرت کی نگاہ سے دیکھنا چاہو تو جہاں کے ذرے ذرے میں عجب سامانِ عبرت موجود ہے۔[۱]

حضرت جنیدؒ صوفیا کی نباس کی ظاہر داری کو چنداں پسند نہیں کیا کرتے تھے۔ کچھ لوگ رنگ برنگے ٹکڑے جوڑ کر خرقے بنا لیتے تھے اور انہیں پہن کر اپنے کو اللہ والا جتلاتے تھے۔ حضرت بالعموم عام آدمی کا سا یا علماء کا لباس پہنا کرتے تھے اور خرقہ پہننے سے گریز کرتے تھے۔ ایک بار شاگردوں اور مریدوں نے تقاضا کیا اے پیرِ طریقت! کتنا اچھا ہوتا اگر آپ اپنے ساتھیوں کا دل رکھنے کی خاطر ہی مرقع (خرقہ) پہن لیتے سن کر ارشاد فرمایا اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ خرقہ پہن لینے سے کچھ روحانی فائدہ حاصل ہو گا تو میں آتش و آہن کا لباس بھی پہن لیتا۔ لیکن کیا کروں مجھے تو ہر دم اپنے باطن سے یہ صدا آتی رہتی ہے لیس الاعتبار بالخرقة انما الاعتبار بالحرقة۔[۲] یعنی خرقہ پہننے سے کچھ نہیں ہوتا اگر کچھ حاصل ہوتا ہے تو دل جلانے اور عشقِ الٰہی میں خاکستر ہو جانے سے حاصل ہوتا ہے۔

صاحب صحو اور مربیٔ اہلِ سکر

حضرت جنیدؒ کی عبقریت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ خود تو صاحب صحو تھے لیکن انہوں نے بہت سے اصحاب سکر تلامذہ مثلاً حضرت نوریؒ، حضرت شبلیؒ اور حضرت اصفہانیؒ کی تربیت حسن و خوبی کے ساتھ کی ہے۔

---

[۱] کشف المحجوب ص ۱۴۳ [۲] تذکرۃ الاولیاء ص ۲۶۲، اسرار الاولیاء ص ۴۲

Marfat.com

شیخ عطارؒ بڑے تعجب کے ساتھ حضرت علی بن سہل اصفہانیؒ کے ساتھ خط وکتابت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں، وعجب از جنیدؒ آنست کہ صاحبِ صحو بودہ است و دریں نامہ تربیت اہلِ سکر می میکند تواند بود[1]

یعنی حضرت جنیدؒ سے یہ عجیب وغریب بات نمودار ہوئی کہ وہ خود صاحبِ صحو ہیں لیکن اس خط میں وہ اہلِ سکر کی بھی تربیت کرتے نظر آتے ہیں۔

فردیت اور قطبِ ارشاد

حضرت جنیدؒ ان معدودے چند مشایخ طریقت میں سے ہیں کہ جن میں فردیت اور قطبِ ارشاد کی نسبتیں بڑے اعتدال کے ساتھ مجتمع ہوگئی تھیں۔ یہ امر بلاشبہ ان کے مرتبۂ بلند کی نشاندہی کرتا ہے۔

فردیت یا تجرید وتفرید خدا کی طرف پوری طرح متوجہ رہنے اور مخلوقِ خدا سے اعراض کر لینے کو کہتے ہیں جبکہ قطبِ ارشاد کے فرائض منصبی میں مخلوق خدا کی طرف توجہ دے کر انہیں خدا کا راستہ دکھانا اہم کام ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں، باید دانست کہ نسبتِ فردیت را تمام بحق تعالےٰ است و شیخی وتکمیل دعوت کاری ندارد و اگر آں نسبت بانسبت قطب ارشاد، مقام دعوت وتکمیلِ خلق است جمع شود باید دید کہ اگر نسبتِ فردیت غالب است ملکہ ارشاد وتکمیل دریں صورت زبون است والّا صاحبِ آں دو نسبت در حد اعتدال است ظاہرش بتمام خلق است و باطنش بکلیہ باحق تعالےٰ۔ وتقدس درجہ علیاء در مقام دعوت حق ایں دو نسبت راست ہرچند نسبت قطبِ ارشاد نیز تنہا در دعوت کفایت میکند الّا ایں بزرگواران را دریں مقام، مرتبہ دیگر است، نظر ایشاں شافی امراض قلبیہ است، صحبت ایشاں دافع اخلاق نامرضیہ سید الطائفہ جنید البغدادی بایں دولت مستعد شدہ بود و بایں منزلت کہ مشرف گشتہ نسبت قطب ایشاں را از شیخ سری سقطیؒ حاصل شدہ بود و نسبتِ فردیت از شیخ محمد قصابؒ[2]

ترجمہ:۔ جاننا چاہئے کہ فردیت کی نسبت تمام تر حق تعالےٰ سے وابستہ ہے اور اس کا مشیخت اور دعوت

---

[1] تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۳۳ [2] مکتوبات امام ربانی ج ا مکتوب ۲۹۰

Marfat.com

کے کام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا جبکہ قطب ارشاد کی نسبت لوگوں کو کامل بنانا اور انہیں دعوتِ حق دینا ہے۔ جب یہ دونوں نسبتیں یکجا ہو جائیں اور پھر اگر نسبت فردیت غالب ہو تو اس صورت میں رشد و ہدایت کا ملکہ کمزور ہوگا اور جس بزرگ میں یہ دونوں نسبتیں حدِ اعتدال میں ہوں گی وہ بزرگ ظاہر میں تمام تر خلق خدا کی طرف متوجہ ہوگا جبکہ باطن میں اس کی توجہ پورے طور پر حق تعالےٰ ہی کی طرف ہوگی۔ قطبِ ارشاد کی نسبت تنہا بھی دعوت و ارشاد کے لئے کافی ہے لیکن دعوتِ حق کے مقام کے بلند درجہ کی تقلیں دونوں نسبتوں کے یکجا اور فردِ واحد میں مجتمع ہو جانے میں ہے۔ جن بزرگوں میں یہ نسبتیں جمع ہو جائیں ان کے مقام اور مرتبے کی شان ہی کچھ اور ہے۔ ایسے بزرگوں کی نگاہ دل کی روحانی بیماریوں کے لئے اکسیر ہے اور ایسے لوگوں کی صحبت ناپسندیدہ عادات و اخلاق کو دور کر دینے والی ثابت ہوتی ہے۔ سید الطائفہ جنید بغدادیؒ اس بیش بہا دولت سے بہرہ ور اور اس مرتبۂ بلند پر سرفراز تھے۔ انہیں قطبِ ارشاد کی نسبت حضرت سری سقطیؒ سے اور فردیت کی نسبت حضرت قصابؒ سے میسّر تھی۔

سلاسلِ طیبہ اور شخصیتِ مرکزیہ

حضرت جنیدؒ کو یہ فخر اور اعزاز حاصل ہے کہ وہ قریب قریب تمام روحانی سلسلوں کی مرکزی شخصیت ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں چار سلسلے مشہور اور مروج ہیں۔ ان میں سے دو سلسلوں یعنی قادریہ اور سہروردیہ کے اہم شیخ حضرت جنیدؒ ہیں جبکہ حضرت بایزید بسطامیؒ کو صرف ایک ہی سلسلے نقشبندیہ کے شیخ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مزید برآں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے سلسلہ نقشبندیہ کی جس شاخ سے زیادہ فیض اٹھایا ہے اس کی اہم کڑی بھی حضرت جنیدؒ کی ذاتِ بابرکات ہے۔ وہ شاخ اب نقشبندیہ مجددیہ ولی اللہیہ رشیدیہ رحیمیہ کہلاتی ہے۔

عرب ممالک میں ان چار سلاسل کے علاوہ سلسلہ مدینیہ جس کی دو شاخیں مغاربہ اور عیدروسیہ ہیں اور سلسلہ کبرویہ بھی مشہور ہیں۔ اب سب کے مقتدا بھی حضرت جنیدؒ ہی ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ راہِ سلوک کا ہر راہی حضرت جنیدؒ کو اپنا پیشوا اور رہنما سمجھتا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں۔ "وآں اصل منسوب است بسید الطائفہ جنیدؒ بغدادی بسبب آنکہ متقن اکثر قوانین وے بودہ است و در زمانہ وے بوے نسبت درست مے کردند و بہ حقیقت ہر سلسلہ کہ ہست بوے راجع است"[1]

---

[1] ہمعات صفحہ ۱۲

ترجمہ :- طریقت کی اصل سید الطائفہ جنید بغدادیؒ سے نسبت رکھتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ طریقت کے اکثر قوانین کے مقنن وہی ہیں۔ ان کے زمانے میں سبھی مشایخ انہی کی طرف اپنی نسبت درست کرتے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے جو سلسلہ بھی موجود ہے وہ حضرت جنیدؒ کی ذات تک جا پہنچتا ہے۔

بانیٔ تصوّف اور موجدِ زبانِ تصوّف

حضرت جنیدؒ اس لحاظ سے تصوّف و طریقت کے بانی سمجھے جاتے ہیں کہ انہوں نے تصوّف و طریقت کے قوانین وضع کئے اور اسے منظم اور مربوط شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے ساتھ ہی انہیں یہ شرفِ تقدم بھی حاصل ہے کہ انہوں نے تصوف کی ایک اصطلاحی زبان کی بنیاد رکھی۔ زبان اگرچہ عربی ہی تھی لیکن اس میں اپنے مسائلِ تصوّف ایک مخصوص انداز اور اسلوب میں بیان کرنے کی طرح ڈالی۔ اس زبان کی نمایاں خصوصیت اشاراتی اندازِ بیاں ہے۔ اس زبان میں احوال و مکاشفات کا تجزیہ مخاطب کے مبلغِ علم و حال کے مطابق کیا جاتا ہے۔ زبان کہیں بلیغ اور کہیں عام فہم لیکن یہ سب کچھ حسبِ ضرورت ہوتا ہے۔ زیادہ تر باتیں پر اسرار انداز میں مخاطب سے کی جاتی ہیں لیکن اشارات و کنایات کے ساتھ ساتھ تشبیہات اور تلمیحات کا دلفریب رچاؤ بھی ہوتا ہے۔ اس طرح یہ عبارتیں از دل خیزد بر دل ریزد کی مصداق بن جاتی ہیں۔ بعد میں آنے والے صوفیاء نے اس اشاراتی ذریعۂ اظہار کو اپنایا ہے اور ثروتِ فکر عطا کی ہے۔

قلتِ کرامت اور کثرتِ استقامت

حضرت جنیدؒ کے ہاں خارق عادت اور کشف و کرامت کی کثرت نہیں ہے جبکہ استقامت کا غلبہ ہے اور محققین کے نزدیک ان کی عظمت اور کمال کی دلیل ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا نقطۂ نظر بھی یہی ہے کہ کثرتِ کرامات، عظمت کی علامت نہیں ہوتی اور اسی طرح قلتِ خوارق کبھی مرتبۂ ولایت میں کمی کی دلیل نہیں ہوتی۔ اس کے بعد آپ حضرت جنیدؒ ہی کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ وہ ولایت میں اس قدر بلند مرتبہ ہیں کہ سید الطائفہ کہلاتے لیکن اس کے باوجود ان سے دس کرامتیں بھی منقول نہیں۔ ملاحظہ ہو[1]

---

[1] مکتوبات امام ربانی ج ا مکتوب ۱۰۷

Marfat.com

کراماتِ ظاہرہ سے زیادہ بڑی کرامت درحقیقت استقامت ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں یہ نعمت میسّر ہو حضرت جنیدؒ بڑے خوش نصیب تھے کہ انہیں استقامت کا بہرہ وافر حاصل ہوا تھا حضرت جنیدؒ اپنے شاگردوں اور مریدوں کو بھی استقامت کا آرزومند بنایا کرتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کن طالب الاستقامة ولا تکن طالب الکرامة فان الرب یطلب منك الاستقامة بقوله تعالیٰ فَاسْتَقِمْ کما اُمرتَ۔ والنفس منك الکرامة[1] یعنی تو استقامت کا طلبگار بن اور کرامت کا طالب نہ بن کیونکہ بے شک اللہ تعالےٰ تجھ سے استقامت کا مطالبہ کرتا ہے جیساکہ ارشاد ربانی ہے پس تو استقامت اختیار کر جس طرح تجھے حکم دیا گیا ہے جبکہ نفس امارہ تجھ سے کرامت کی طلب کرتا ہے۔

اخوند درویزہؒ استقامت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ استقامت حدودِ شریعت از قسم اوامر و نواہی کا ظاہر میں خیال رکھنا ہے اور استقامتِ باطن میں ماسوا کی نفی کرتا ہے جیساکہ فرمانِ خداوندی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ (بے شک جن لوگوں نے کہہ دیا کہ ہمارا پالنے والا اللہ ہے اور پھر اس پر استقامت اختیار کر لی تو ایسے لوگوں پر دنیا و آخرت میں) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے[2]

نگاہِ تحقیق میں صحیح معنوں میں کرامت دراصل وہ کرامت ہے کہ جو استقامت کے ساتھ رونما ہو۔ استقامت کے بغیر جو خرقِ عادت دکھائی دے وہ کرامت نہیں ہوگی بلکہ مکر و استدراج ہوگا حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم کسی شخص کو ہوا میں چوکڑی مارے بیٹھا دیکھو تو بھی اس کی طرف توجہ نہ دو جب تک کہ یہ نہ دیکھ لو وہ کتاب و سنت کا پابند ہے یا نہیں[3]

خود عظیم القدر اور معترفِ عظمتِ دیگراں

دوسروں کی عظمت کا اعتراف کرنا عالی ظرفی اور عظمت کی اہم نشانی ہے۔ حضرت جنیدؒ نے اپنے پیش رو اور معاصر مشایخ حتیٰ کہ اپنے تلامذہ کے روحانی مقام و مرتبہ کی جس قدر کثرت کے ساتھ نشاندہی کی ہے اور ان بزرگوں کی جلالت قدر کا جن شاندار الفاظ میں اعتراف کیا ہے شاید ہی کسی اور بزرگ نے

---

[1] ارشاد المریدین ص۱۳ [2] ایضاً [3] الیواقیت والجواہر ج ۲ ص۹۳

Marfat.com

اتنا اہتمام کیا ہو۔ آپ نے حضرت بایزید بسطامیؒ کے بارے میں فرمایا ابویزیدؒ منا بمنزلة جبرائیل من الملائکة[۱] یعنی بایزیدؒ ہم میں ایسے ہیں جیسے جبرائیلؑ فرشتوں میں ہیں۔ حضرت حاتم اصمؒ کے بارے میں ان کا ارشاد یہ ہے صدیق زماننا حاتم الاصمؒ[۲] یعنی ہمارے زمانے کے صدیق حضرت حاتم اصمؒ ہیں۔ حضرت خیر النساجؒ کی شان میں فرمایا خیرٌ خیرنا[۳] یعنی خیر النساج ہم میں سے بہتر ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے متعلق ان کا کہنا یہ تھا مفاتیم العلوم ابراھیم[۴] یعنی طریقت کے علوم کی چابیاں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے ہاتھ میں ہیں۔ حضرت احمد بن ابی الحواریؒ کو آپ ریحانۃ الشام یعنی ملک شام کی خوشبو کہا کرتے تھے[۵] اپنے شاگردوں میں سے حضرت شبلیؒ کے بارے میں فرمایا ہر قوم کا تاج ہوا کرتا ہے ہم صوفیاء کے تاج شبلیؒ ہیں[۶]

محقق اور صاحب نظر

حضرت جنیدؒ تصوف و طریقت میں محقق اور صاحب نظر تھے۔ تمام مشائخ کے احوال و مقامات سے انہیں پوری آگاہی تھی اس لئے مریدوں کی تربیت جیسے انہوں نے کی ہے کسی اور سے ممکن ہی نہ تھی۔ تصوف اور طریقت کے باب میں جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ ان کا قال نہیں تھا بلکہ حال تھا۔

سه در محبت آنچہ گوئیم اول مے کنیم پارہ بیش است از گفتار ما کردار ما

اس سلسلے میں یہ واقعہ صورتِ حالات کی بخوبی وضاحت کرتا ہے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سریؒ سے سنا کرتا تھا کہ بندہ کبھی اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر اس کے منہ پر تلوار ماری جائے تو اس کو خبر تک نہ ہو۔ پہلے میرے دل میں قدرے تردد تھا پھر کچھ عرصہ کے بعد مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ بات واقعی ایسے ہی ہے یعنی میں خود عشقِ الٰہی میں حیرت اور بے خودی کی اسی کیفیت سے گزرا ہوں[۷]

دریا د تو اے دوست چناں مدہوشم صد تیغ اگر بزنی سر نخروشم

---

[۱] کشف المحجوب ص ۱۳۷ [۲] کتاب مذکور ص ۱۶۷ [۳] کتاب مذکور ص ۱۸۵ [۴] کتاب مذکور ص ۱۳۳ [۵] کتاب مذکور ص ۱۵۱
[۶] نفحات الانس ص ۱۲۵ [۷] رسالہ قشیریہ ص ۳۲

Marfat.com

امام شعرانیؒ نے حضرت جنیدؒ کے قول میں یہ صراحت کی ہے کہ تردد کی کیفیت دس سال تک رہی [۱]

حضرت جنیدؒ کے تمام اقوال و افعال تحقیق پر مبنی ہیں اور ان میں شطح تک کا کہیں گذر نہیں۔ انہوں نے بعض مشائخ طریقت کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ بھی ان کے تنقیدی شعور کا آئینہ دار ہے۔ حضرت سہل تستریؒ کے متعلق آپ نے فرمایا ہے صاحبِ آیات و سباق غایاتست ولیکن دل نداشته است یعنی ملک صفت بوده است [۲]

ترجمہ:۔ وہ حق کی نشانیوں والے اور نیکیوں میں انتہا درجے کی سبقت رکھنے والے بزرگ ہیں۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ وہ دل نہیں رکھتے تھے یعنی فرشتہ صفت ہیں للذا عملی ہمدردی اور غمخواری سے آشنا نہیں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کے بارے میں حضرت جنیدؒ کا تجزیہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا

اِنَّ ابا یزید مع عظم حاله وعلو اشارته لم یخرج من حال البدایة ولم یسمع منه کلمة تدل علی الکمال والنهایة [۳]

یعنی حضرت بایزیدؒ اپنے احوال کی عظمت اور بلندیٔ اشارات کے باوصف ابتدائی حال سے ہرگز نہیں نکلے اور میں نے ان سے کوئی ایسی بات نہیں سنی جو ان کے کمال اور انتہائے احوال پر دلالت کرتی ہو۔

حضرت حسین بن منصور الحلاجؒ نے حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر صحو اور سکر پر غیر محققانہ اور غیر ذمہ دارانہ قسم کی گفتگو کی تھی۔ اس پر آپ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے۔ اے ابنِ منصور! مجھے تمہاری گفتگو میں بہت سی فضول اور لایعنی چیزیں نظر آتی ہیں [۴]

حضرت جنیدؒ نے مزید یہ بھی فرمایا تھا ایسے نظر آتا ہے کہ یہ شخص (سولی کی) لکڑی کو سرخ کرے گا [۵]

ص ۳۲۴

[۱] انوار القدسیہ ص ۱۹ [۲] تذکرۃ الاولیاء ص ۳۱۸ [۳] اللمع فی التصوف ص ۲۹۷ [۴] تذکرۃ الاولیاء

[۵] QUATRE TEXTES. P.45

Marfat.com

حضرت جنیدؒ نے جو پیشین گوئی کی تھی وہ ان کے وصال کے چند سال بعد ہی حرف بحرف پوری ہوئی۔
حضرت گنج بخشؒ فرماتے ہیں۔ جنید ویرا قبول نکرد بدیں سبب جملہ مہجور کردند[1] یعنی حضرت جنیدؒ نے حضرت ابن منصور کو اپنی مجلس میں قبول نہیں فرمایا اس لئے تمام مشایخ نے بھی حلاج کو اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیا۔

---

[1] کشف المحجوب ص ۱۹۲

Marfat.com

باب پنجم

تربیت وارشاد

ع دار وئے تربیت از پیر طریقت بستاں

Marfat.com

اس باب میں سید الطائفہ حضرت جنیدؒ کا اندازِ تربیت اور موثر طریقۂ موعظت بیان کیا جارہا ہے۔ وہ اصلاح وارشاد کی غرض سے اپنا زیادہ تر قیام اپنی مستقل قیام گاہ ــــ بغداد میں رکھتے تھے اور اسفار سے سوائے حج وجہاد کے حتی الامکان گریز کیا کرتے تھے۔ ان کی تربیت کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ ان کی تربیت کا دستور العمل تمامتر قرآن وسنت کی روشنی میں مرتب اور منضبط تھا۔

حضرت جُنیدؒ کے اپنے مریدوں سے تعلقات

شفقت ومحبت

حضرت جُنیدؒ کو اپنے مریدوں سے بے پناہ محبت تھی اور ان سے بڑی شفقت کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت نوریؒ بیمار ہوئے تو حضرت ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔

حضرت جریریؒ کہتے ہیں کہ ایک بار حج سے فارغ ہوکر بغداد آیا تو گھر جانے سے پہلے از خود حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگیا کہ وہ ملنے کے لئے آنے کی زحمت گوارا نہ کریں۔ اس کے بعد گھر آیا دوسرے دن میں نمازِ فجر پڑھ کر بیٹھا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت جُنیدؒ پیچھے کھڑے انتظار کررہے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت! میں تو سلام کرنے کے آپ کے پاس اسی لئے گیا تھا کہ آپ یہاں تکلیف نہ فرمائیں۔ ارشاد فرمایا بھائی وہ آپ کی مہربانی تھی اور یہ آپ کا حق ہے[1]

خودداری کا تحفظ

حضرت جُنیدؒ کو اپنے مریدوں کی عزتِ نفس اور خودداری کا بڑا لحاظ رہتا تھا چنانچہ فتوح اور مالی امداد کے مواقع پر بطورِ خاص اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ لوگ ان کے مریدوں کو حقیر نہ سمجھیں۔ اغنیا ان کی امداد کریں تو احسان سمجھ کر نہ کریں بلکہ یہ سمجھیں کہ اگر ان کی امداد قبول کرلی گئی ہے تو یہ راہِ سلوک کے راہروان

---

[1] اللمع فی التصوف ص۲۰۵، تاریخ بغداد ج، ص۲۴۴، رسالہ قشیریہ ص۱۱۱

Marfat.com

کا ان پر احسان ہے۔

ایک روز حضرت جنیدؒ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک دنیادار شخص آیا اور اس نے ایک درویش کو بلایا اور ساتھ لے کر چلا گیا۔ جب وہ درویش واپس آیا تو ایک ٹوکرہ اس کے سر پر رکھا ہوا تھا جس میں انواع و اقسام کے کھانے تھے۔ اس درویش کے پیچھے پیچھے وہ دولتمند بھی آرہا تھا۔ حضرت جنیدؒ نے دیکھا تو انہیں غیرت آئی اور فرمایا کہ اس ٹوکرے کو مالدار کے سر پر رکھ دو۔ درویشوں کا کام یہ نہیں کہ دوسروں کا بوجھ اٹھاتا پھرے۔ ساتھ ہی ارشاد فرمایا درویشوں کو اگر دنیاوی نعمت میسّر نہیں تو کیا ہوا ہمت تو میسّر ہے، اگر دنیا نہیں ملی، آخرت تو ہے[1]

احوال پر نظر

حضرت جنیدؒ کی اپنے مریدوں کے احوال اور روحانی واردات پر بذریعہ کشف و فراست نظر رہتی تھی۔ روایات میں ہے کہ ان کے ایک مرید حضرت ابوعمرو بن علوانؒ کا چہرہ کسی وجہ سے سیاہ ہوگیا۔ وہ مرید بغداد سے دور مقام رحبہ (بصرہ) پر تھا۔ حضرت جنیدؒ نے دور سے ہی دعا فرمائی اور اس کا چہرہ سفید اور منور ہوگیا[2] شیخ ابوطالب مکیؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ولکن لیس کل عبد یصنع لہٗ صنع ابن علوان ولا یجد من یلطف لہ بہ مثل ابی القاسم الجنیدؒ[3] یعنی ہر بندے کے ساتھ ایسا ہوتا بھی نہیں جیسا کہ حضرت ابنِ علوانؒ کے ساتھ ہوا اور بندہ ایسا کوئی مرشد پاتا بھی نہیں کہ جو حضرت ابوالقاسم جنیدؒ کی طرح لطف و کرم سے کام لینے والا ہو۔

حضرت شبلیؒ نے ایک بار حضرت جنیدؒ سے عرض کیا پیر و مرشد آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جس کے لئے اللہ تعالےٰ قول اور حقیقت ہر دو اعتبار سے کافی ہوگیا ہو۔ سن کر فرمایا اے ابوبکر! تیرے اور اکابر کے درمیان تیرے اس سوال میں دس ہزار مقامات ہیں اور ان میں سے پہلا مقام یہ ہے کہ جو کچھ تم نے ظاہر کیا ہے وہ محو ہو جائے۔ شیخ ابونصر سراجؒ وضاحت کرتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ اپنی فضیلتِ علمی اور تمکنتِ احوال کی بدولت حضرت شبلیؒ کے حال پر بلندی سے نگاہ ڈال رہے

---

[1] تذکرۃ الاولیاء صـ ۲۳۱ [2] طبقات الشافعیہ ج ۲ صـ ۳۰ [3] قوت القلوب ج ۲ صـ ۷۵

Marfat.com

تھے اور انہوں نے ان پر اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں سے دعوے کرنے کا اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ جو شخص قول و حقیقت کے لحاظ سے اللہ کے کافی ہو جانے کے مقام بلند پر پہنچ جائے وہ سوال کرنے سے از خود مستغنی ہو جاتا ہے۔[1]

حکیمانہ اندازِ اصلاح

حضرت جنیدؒ ایک مثالی شیخِ طریقت تھے۔ ان کے اصلاح کا طریقہ بڑا موثر اور ہمیشہ پر از حکمت ہوا کرتا تھا۔ ان کا اپنا اخلاق دوسروں کے عادات و اطوار بدلنے اور سنوارنے میں بڑا ممد ثابت ہوتا تھا۔ ابن ساباط کا مشہور واقعہ جو متاخرین نے نقل کیا ہے وہ بھی اسی حقیقت کی شہادت دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ابن ساباط ایک بدنام زمانہ ڈاکو تھا۔ سزا کے طور پر اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا لیکن چوری چکاری سے باز پھر بھی نہیں آتا تھا چنانچہ کئی سال تک حوالۂ زندان رہا۔ رہا ہو کر آیا تو پہلی رات ہی ایک گھر میں نقب لگائی اور یہ گھر حضرت جنیدؒ کا تھا۔ گھر میں کپڑے کے تھان موجود تھے۔ انہیں اٹھا کر جمع کرنے لگا۔ اتنے میں آہٹ پاکر حضرت جنیدؒ جو نوافل و عبادات میں مشغول تھے، اس کے پاس گئے۔ ابن ساباط دیکھ کر حیران ہوا پوچھا تم کون ہو تو حضرت نے جواب دیا کہ میں بھی تمہارا بھائی ہوں۔ اس بدبخت نے یہ سمجھ کر کہ یہ بھی ان کا ہم پیشہ ہے حکم دیا کہ کپڑے کی دو گٹھریاں بنا دو۔ پھر بڑی گٹھڑی حضرت جنیدؒ کو اٹھا لینے اور ساتھ چلنے کی فرمائش کی۔ اس نے خود چھوٹی گٹھڑی اٹھالی۔ راستے بھر حضرت جنیدؒ کو برا بھلا کہتے ہوئے ایک مکان پر لے گیا اور گٹھڑی رکھ دینے کے لئے کہا۔ انعام کے طور پر انہیں چھوٹی گٹھڑی دی تو حضرت جنیدؒ نے فرمایا بھائی یہ تکلیف نہ کرو بلکہ آئندہ کوئی ضرورت ہو تو مجھے آکر بتا دیا کرو، وہ میرا ہی گھر تھا تمہیں تو نقب لگانے کی تکلیف کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ابن ساباط نے یہ سنا تو فرطِ حیرت اور احساسِ ندامت سے زمین میں گر گیا۔ حضرت جنیدؒ یہ کہہ کر واپس گھر آگئے۔ دوسرے دن ابن ساباط کو جامع مسجد کے قریب سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ دیکھا تو حضرت جنیدؒ وعظ و نصیحت فرما رہے ہیں لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں بیان کر رہے ہیں اور توبہ کی تلقین فرما رہے ہیں۔ ابن ساباط نے حضرت جنیدؒ کی پیاری

---

[1] اللمع فی التصوف ص ۴۰۴

Marfat.com

پیاری باتیں سنیں تو ان کے اخلاق وگفتار سے اتنا متاثر ہوا کہ اسی وقت چوری چکاری سے توبہ کر لی اور نیک اور شریف لوگوں کی طرح رہنا سہنا شروع کر دیا۔

حضرت جنیدؒ جب کبھی اپنے کسی مرید میں کوئی خرابی دیکھتے تو بروقت اس کی اصلاح و تربیت فرماتے روایت ہے کہ حضرت نوریؒ ایک دفعہ تین دن رات تک خروش میں رہے۔ حضرت کو خبر ہوئی تو وہاں پہنچے اور فرمایا اے ابوالحسن! اگر تمہیں اس خروش سے کوئی روحانی فائدہ ہوا ہے تو مجھے بھی بتا دیں تاکہ میں بھی اس میں شریک ہو جاؤں۔ اگر کوئی فائدہ نہیں ہوا اور یقیناً اس سے کچھ حاصل نہیں ہوا تو اپنے دل کو تسلیم و رضا کا خوگر بنالو تاکہ تمہارے دل کو حقیقی مسرت حاصل ہو سکے۔ حضرت نوریؒ یہ سن کر خروش سے باز آئے اور کہنے لگے اے ابوالقاسم! آپ ہمارے خوب استاد ثابت ہوئے ہیں[1]

اسی طرح حضرت شبلیؒ کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے مرشد حضرت جنیدؒ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک اٹھ کھڑے ہوئے اور بلند آواز کے ساتھ یا مرادی یامرادی کا نعرہ لگانے لگے۔ یامرادی (اے میری مراد) میں مراد کا مقصود حق تعالےٰ تھا۔ حضرت جنیدؒ نے یہ سنا تو فہمائش کی اے ابوبکر! اگر اس نعرہ سے تیری مراد حق تعالیٰ ہے تو تُو نے باآواز بلند اعلان کیوں کیا کیونکہ وہ اعلان سے مستغنی ہے اور اگر تیرا مطلب خدا کی ذات سے نہیں ہے تو تُو نے ایسا کیوں کہا ہے کیونکہ یہ تو شرک ہوگا۔ حضرت شبلی نادم ہوئے اور انہوں نے اس قول سے توبہ کی[2]

ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت جنیدؒ کے مرید حضرت شبلیؒ کے منہ پر ان کی تعریف کر رہے تھے۔ حضرت جنیدؒ نے دیکھا تو فرمایا تم لوگ اس قدر مبالغے سے تعریف کر کے سخت غلطی کر رہے ہو۔ پھر حضرتؒ نے شبلیؒ کو مجلس سے باہر نکال دیا اور مریدوں سے فرمایا میرا انہیں مجلس سے نکال دینا اس تعریف سے جو تم کر رہے تھے ہزار درجہ زیادہ اچھا ہے۔ تم لوگ تو ان کے منہ پر تلوار کے وار کر رہے تھے میں نے ڈھال سامنے کر دی ہے تاکہ وہ ہلاک نہ ہوں[3]

حضرت جنیدؒ سماع سے حتی الامکان اجتناب کرتے تھے۔ وجد و حال کا تو ان کے ہاں گزر ہی نہ تھا خروش اور نعرہ زنی کو نہایت ناپسند فرماتے تھے۔ ظاہر و باطن میں سنت اور پابندیٔ شریعت پر زور دیا کرتے

---

[1] کشف المحجوب ص ۱۶۹ [2] کشف المحجوب ص ۴۱۷ [3] تذکرۃ الاولیاء ص ۲۳۱

Marfat.com

تھے۔ ایک روز توحید کے موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک مرید نے نعرہ مارا آپ نے اسے فوراً ٹوک دیا اور فرمایا اگر تم نے دوبارہ ایسی حرکت کی تو تم سے مجھے ترکِ تعلق کرنا پڑے گا[1]

غرضیکہ آپ اپنے مریدوں کے لئے ہمیشہ چشم نگراں کی حیثیت رکھتے تھے اور طریقت کی پُر خطر راہ پر چلتے ہوئے جہاں کوئی مرید ٹھوکر کھاتا آپ بڑھ کر اسے سنبھالا دیا کرتے تھے۔ مریدوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی حضرت کے فیض سے محروم نہیں تھے۔ ابن ساباط کا واقعہ گزر چکا ہے ایک اور چور کا واقعہ بھی کتابوں میں درج ہے کہ ایک دفعہ ایک چور حضرت جنیدؒ کے گھر میں گھس آیا وہاں سوائے حضرت جنیدؒ کے ایک کُرتے کے اس نے کچھ نہ پایا۔ دوسرے روز اتفاق سے حضرت بازار سے گزرے تو وہ چور کُرتا فروخت کر رہا تھا لیکن خریدار کا تقاضا یہ تھا کہ کوئی جان پہچان والا شخص لے آؤ جو اس بات کی گواہی دے کہ کُرتا واقعی تمہارا ہے۔

حضرت جنیدؒ فوراً آگے بڑھے اور فرمایا میں اس شخص سے واقف ہوں، تم یہ کُرتا خرید لو۔ چور اس طرزِ عمل سے بڑا حیران ہوا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر چوری سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی[2]

مدافعتِ مریدین

حضرت جنیدؒ اپنے مریدوں کے عزت و احترام کا خاص خیال رکھتے تھے۔ جب کوئی شخص ان مریدوں میں سے کسی پر کوئی اعتراض کرتا یا الزام دھرتا جو درست نہ ہوتا تو آپ پرزور الفاظ میں ان کی مدافعت کیا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ان سے کہا گیا کہ آپ کے ساتھی کھانے بہت زیادہ ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بھوکے بھی بہت رہتے ہیں[3]

حضرت جنیدؒ کی بحیثیت شیخِ طریقت خصوصیات

کامل و اکمل شیخ

حضرت جنیدؒ اپنے معاصر مشایخ میں سے سب سے زیادہ کامل احوال میں صادق اور تربیت میں

---

[1] خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۸۲ [2] خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۸۴ [3] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۵

Marfat.com

ماہر تھے۔ بلاشبہ وہ اپنے وقت کے قطبِ ارشاد تھے اور بغداد میں بیٹھ کر دلجمعی کے ساتھ تربیتِ مریدین کا فریضہ سرانجام دیا کرتے تھے۔ حلقہ درس میں مقناطیس کی سی کشش تھی۔ لوگ زمین کے دور دراز گوشوں سے کھچے چلے آتے جو بھی آتا وہ پھر یہیں کا ہو کر رہ جاتا۔ مشائخ وقت اپنے منتہی مریدوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے اور یہاں آکر وہ بلندی کی حیثیت سے کسبِ فیض کیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت نوریؒ اور حضرت شبلیؒ قابلِ ذکر ہیں جنہیں استادوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔

نگاہ کیمیا تاثیر

ع آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند

حضرت جنیدؒ کی نگاہ کیمیا تاثیر اور تقریر دلپذیر ہوا کرتی تھی۔ روایت ہے کہ ایک روز حضرت جنیدؒ جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔ حضرت رودباری جو امیر کبیر شخص تھے وہ پاس سے گزرے۔ چند کلمات کان میں پڑے تو کایا پلٹ ہوگئی۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حضرت کے قدموں میں آ بیٹھے۔ تعلیم و تربیت پائی اور حافظِ حدیث، عالم و فقیہ اور شیخِ طریقت بن گئے۔[1]

حضرت جنیدؒ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک یہودی کو باب الطلق میں دیکھا جو نہایت خوبصورت تھا۔ میں نے خدا سے دعا کی پروردگار! تو اس کو میری طرف متوجہ فرما تاکہ جس طرح تو نے اسے دنیا میں خوب صورت بنایا ہے اسی طرح اس کی عاقبت بھی سنور جائے تو کیا خوب ہو۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ یہودی میرے پاس آیا اور کہنے لگا اے شیخ! مجھے کلمۂ شہادت تلقین فرمائیے۔ میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے اسے کلمہ پڑھایا اور وہ مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے باطنی اثرات اس پر وارد کئے اور اسے اسلام سے ایسا عشق ہوا کہ ولی اللہ بن گیا۔[2]

کشف و فراست

حضرت جنیدؒ کشف و فراست کی دولت سے بکمال بہرہ ور تھے۔ ان کی فراستِ ایمانی کا ایمان افروز

---

[1] نفحات الانس ص ۱۳۸ [2] کشف المحجوب ص ۶۷

Marfat.com

مظاہرہ تو پہلے وعظ ہی میں ہو گیا تھا جبکہ ایک عیسائی یا مجوسی نے اسلام قبول کیا تھا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت جنیدؒ نے اپنے ایک مرید کو کسی ناگوار بات پر سخت سست کہا اس نے اس پر برا مانا در اصل وہ اپنے دل میں یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ میں بھی ولایت کے کسی درجہ پر پہنچا ہوا ہوں چنانچہ اس نے حضرت سے روگردانی اور مفارقت اختیار کی۔ ایک روز وہ امتحانِ شیخ کی غرض سے آنکلا حضرت پر اس کا مقصد منکشف ہو گیا۔ اس شخص نے جب ایک سوال کیا تو حضرت نے فرمایا جواب لفظی چاہتا ہے یا معنوی۔ وہ کہنے لگا دونوں جواب مطلوب ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا لفظی جواب تو یہ ہے کہ تو میرا امتحان کرنے اور آزمانے کے لئے آیا ہے حالانکہ تجھے اس کی ضرورت نہ تھی۔ معنوی جواب پر اصرار ہے تو سن میں نے تجھے ولایت سے علیحدہ کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ مرید کا چہرہ اسی وقت سیاہ ہو گیا اور اس نے چلانا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ میرے دل سے علم و ایقان کے اثرات زائل ہوتے جا رہے ہیں۔ جب وہ شخص توبہ و استغفار کرنے لگا تو حضرت نے اسے سمجھایا اور فرمایا کیا تو یہ نہیں جانتا تھا کہ خدا کے دوست اسرار اور مخفی کیفیات پر اطلاع رکھتے ہیں اور تجھ جیسے خام کار لوگ ان کی چوٹ کی تاب نہیں لاسکتے۔ اس کے بعد آپ نے ترس کھا کر اس پر دم کیا اور وہ دوبارہ اپنی مراد کو پہنچا[۱]

تربیتِ اہلِ سکر

غلبۂ سکر کی وجہ سے انسان کسی قدر قول و عمل میں غیر محتاط ہو سکتا ہے۔ کامل مرشد کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے مریدوں کے احوال پر نظر رکھے اور بر وقت رہنمائی کرتا رہے۔ حضرت نوریؒ اور حضرت شبلیؒ کے جو واقعات بیان ہو چکے ہیں وہ اسی غلبۂ سکر کا ثمرہ تھے۔ حضرت جنیدؒ نے ان کی اصلاح کر دی۔ حالانکہ اہلِ سکر کی اصلاح آسان کام نہیں ہوتا۔ یہ حضرت جنیدؒ کی عظمت اور جلالتِ قدر کا بیّن ثبوت ہے کہ صاحبِ صحو ہو کر آپ نے اہلِ سکر کی تربیت فرمائی ہے۔ اس ضمن میں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اہلِ سکر کی اس امر میں نگہداشت لازم ہے کہ کہیں وہ فرائض کی ادائیگی میں تساہل اور غفلت کا شکار نہ ہو جائیں اور شریعت کی پابندی میں کوئی کوتاہی نہ کرنے لگیں۔ حضرت جنیدؒ کو حضرت الحصریؒ کے بارے میں

---

[۱] کشف المحجوب صہ ۱۶۷-۱۶۸

Marfat.com

بتایا گیا کہ وہ گویا کسی چکی پر کھڑے ہیں اور چکی کے ساتھ چکر کاٹ رہے ہیں اور کھانا پینا بند کر رکھا ہے حضرت جنیدؒ نے فرمایا تم لوگ نمازوں کے اوقات میں ان کی حالت پر نگاہ رکھو۔ ہوش میں آجاتے ہیں یا نہیں لوگوں نے بتایا کہ موذن جب اذان دیتا ہے تو انہیں سکون آجاتا ہے اور فریضہ ادا کر لیتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں [۱]

اہلِ سکر میں سے جو فنا فی اللہ اور اس کے بعد بقا باللہ کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں وہ خدا کے فضل وکرم سے حقوق اللہ اور وظائفِ حق کی ادائیگی میں محفوظ ہوتے ہیں اور شریعت کی پوری پوری پابندی کرتے رہتے ہیں۔

حضرت جنیدؒ کو حضرت نوریؒ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ مسجد شونیزی میں کئی روز سے کھڑے ہیں کچھ کھاتے پیتے نہیں اور نہ سوتے ہیں بس اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں البتہ نمازیں اپنے مقررہ اوقات پر پڑھ لیتے ہیں۔ اسی اثنا میں کسی نے آکر بتایا کہ اب وہ صحو (ہوش) میں آگئے ہیں۔ آپ نے اس پر فرمایا لا ولکن ارباب المواجید محفوظون بین یدی اللہ فی مواجیدھم [۲] یعنی نہیں بلکہ اہلِ وجد اور اربابِ ہمت پیشِ خداوندی اپنے وجد میں کوتاہیوں سے محفوظ ہی ہوتے ہیں۔

تربیّت اور افادہ خلائق کے ذرائع

دار الجنیدؒ

حضرت جنیدؒ کا گھر تربیت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ دنیا جہاں کے مشائخ یہاں آتے رہتے تھے اور مذاکروں کے ذریعے فیض پہنچاتے تھے۔ اسپین، ترکستان، ایران اور المغرب سے حج کو جانے والے اکثر مشائخ جاتے وقت اور واپس آتے وقت حضرت جنیدؒ کے ہاں ضرور آیا کرتے تھے۔ نیشاپوری مشائخ اپنے وطن سے نکلتے تو ان کا قصد حضرت جنیدؒ کی زیارت، ادائیگی حج اور جوارِ کعبہ میں رہائش اختیار

---

[۱] الفتح الربانی صفحہ ۲۴۰ [۲] التعرف صفحہ ۱۹۹

Marfat.com

کرنا ہوتا تھا۔ ان بزرگوں کے لئے حضرت جنیدؒ کی شخصیت اس وجہ سے جاذبِ توجہ تھی کیونکہ آپ بھی مشائخ نیشاپور کی طرح اخلاصِ عمل پر زور دیا کرتے تھے اور صوفیاء کی ظاہرداری سے اجتناب کرتے تھے

حضرت ابوعمرو الزجاجیؒ کا بیان ہے کہ میں حضرت جنیدؒ کے پاس عرصہ تک مقیم رہا جب کبھی انہوں نے مجھے دیکھا مجھے عبادات ونوافل میں مصروف پایا لیکن ان کی نظرِ خاص کا اہل نہ بن سکا۔ ایک روز ان کا دولت کدہ خالی تھا۔ حضرت اور مرید باہر گئے ہوئے تھے۔ میں نے موقع پاکر سارے مکانات میں جھاڑو سے صفائی کر دی اور خوب چھڑکاؤ کر دیا۔ حضرت واپس تشریف لائے تو مکان کو صاف دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور میرے حق میں دعائے خیر فرمائی اور میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے تین بار فرمایا کہ آپ نے اچھا کام کیا ہے [۱]

مسجد شونیزیہ

حضرت جنیدؒ کے محلے کی یہ مسجد مرجع خلائق تھی۔ طالبانِ حقیقت اور سالکانِ طریقت کا اس میں ہمیشہ اجتماع رہتا تھا۔ یہ مسجد حضرت جنیدؒ کے اساتذہ وشیوخ کے عہد سے باکمال لوگوں کا مسکن رہی ہے اس سلسلے میں یہ روایت اسی حقیقت کی نقاب کشائی کرتی ہے۔ حضرت جُنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار خواب میں شیطان کو برہنہ دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تجھے انسانوں سے شرم وحیا نہیں آتی ؟ وہ کہنے لگا کیا یہ لوگ آپ کے نزدیک واقعی انسان ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ وہ ہنس کر کہنے لگا اگر یہ لوگ انسان اور خدا کے بندے ہوتے تو میں ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں البتہ ان میں سے کچھ لوگ واقعی انسان کہلانے کے مستحق ہیں۔ میں نے دریافت کیا وہ کون بزرگ ہیں ؟ کہنے لگا وہ لوگ جو مسجد شونیزیہ میں رہتے ہیں انہوں نے تو میرے جسم کو دبلا کر دیا ہے اور میرے کلیجے کو جلا کر رکھ دیا ہے جب میں ان کا قصد کرتا ہوں تو وہ اللہ تعالےٰ کا اشارہ کرتے ہیں اور میں جلنے کے قریب ہو جاتا ہوں [۲]

شیخ ابونصر سراج صاحب اللمع (المتوفی ۳۷۸ھ) جب بغداد آئے تو ماہِ رمضان تھا انہوں نے

---

[۱] عوارف المعارف اردو ترجمہ صفحہ ۱۶۱ [۲] روض الریاحین

Marfat.com

اسی مسجد کے حجرے میں قیام کیا تھا اور پانچ بار پورا قرآن تراویح میں سنایا تھا۔ [1] خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے اپنے شیخ خواجہ عثمان ہرونیؒ سے بیعت کا شرف بھی اسی مسجد میں حاصل کیا تھا [2]

گورونانک کو بھی غالباً اسی مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا ہے کیونکہ بقول ڈاکٹر احسان الٰہی رانا شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی اس کے قریب قبرستان میں ان کے نام سے ایک بیٹھک منسوب ہے۔ ڈاکٹر موصوف کو مسجد شونیزیہ کی زیارت کا اتفاق ہوا ہے۔

مکتوبات و مراسلات

مکتوبات کے ذریعے تربیت کرنا دور افتادہ مریدوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ حضرت جنیدؒ اپنے مریدوں اور ہمعصر مشایخ کو مفصل خطوط لکھا کرتے تھے چنانچہ حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ، حضرت علی بن سہل اصفہانیؒ، حضرت یوسف بن حسینؒ، حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ اور حضرت ابراہیم الارستانیؒ وغیرہ بزرگوں کے نام حضرت جنیدؒ کے مکتوبات اور رسائل ملتے ہیں۔ ان خطوط کے متن تصوف کی کتب اہمات مثلاً اللمع، حلیۃ الاولیاء اور استنبول سے دریافت شدہ مخطوط رسائل میں ہمارے استفادے کے لئے محفوظ ہیں۔ مکتوبات کا یہ وسیلۂ اظہار بعد ازاں دیگر مشایخ مثلاً حضرت یحییٰ منیریؒ، جہانگیر اشرف سمنانیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اختیار کیا ہے۔ والفضل للمتقدم

رہنما کتاب سلوک

حضرت جنیدؒ نے اپنے مریدوں کی رہنمائی کی خاطر ایک کتاب تصحیح الارادت کے نام سے لکھی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ مریدوں کے پاس اس کے قلمی نسخے موجود رہے ہوں۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے لیکن بظاہر اب اس کا کوئی نسخہ کہیں موجود نہیں ہے۔

---

[1] دیباچہ کتاب اللمع از نکلسن ص IV [2] انیس الارواح ص ۱

Marfat.com

تربیّت کی منزلِ اوّلیں کی شرائط

نرمی و شفقت

حضرت جنیدؒ کے نزدیک جب کوئی شخص حلقۂ ارادت میں داخل ہو تو اس کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرنا چاہیئے تاکہ وہ اس ماحول سے بخوبی مانوس اور متعارف ہو جائے۔ یہ نرمی اور شفقت ان لوگوں کے ساتھ نہایت ہی ضروری ہے کہ جو دولتِ فقر سے بہرہ ور ہوں۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ تم کسی فقیر کو دیکھو تو اس سے علم کے ذریعے ابتدا نہ کرو بلکہ نرمی کے ساتھ ابتداء کیا کرو کیونکہ اس وقت اسے علم سے وحشت ہوگی جبکہ نرمی سے وہ مانوس ہو جائے گا۔[1]

حضرت المرتعشؒ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے ابو القاسمؒ! کیا فقیر کو علم سے وحشت ہو سکتی ہے؟ ارشاد فرمایا ہاں اگر فقیر اپنے فقر میں صادق ہوگا اور تم اس پر اپنے علم کا بوجھ ڈال دو گے تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جیسے کہ سکہ آگ میں پگھل کر رہ جاتا ہے۔[2]

نیت کی پختگی و خلوص

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں اکثر مہلکات اور مشکلات ابتداء کی خرابی سے پیدا ہوتی ہیں لہٰذا مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ روحانیت کے راستے پر چلنے کے آغاز میں نیت کو پختہ کر لے۔[3]

حضرت جنیدؒ ہی کا قول ہے کہ جو شخص اپنے اوپر نیک نیتی کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالےٰ اس پر توفیق کے ستر دروازے کھول دیتا ہے جبکہ اگر کوئی شخص اپنے اوپر بدنیتی کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس پر ستر دروازے رسوائی کے ایسی جگہ سے کھول دیتا ہے جس کی اسے خبر تک

---

[1] طبقات الصوفیہ صفحہ ۱۶۰، الطبقات الکبریٰ ج ا ص ۹۳ [2] رسالہ قشیریہ ص ۱۲۵ [3] عوارف المعارف اردو ترجمہ صفحہ ۶۰۴

Marfat.com

بھی نہیں ہوتی [۱]

شرائطِ توبہ پوری کرنا

تربیت کے اولیں مرحلے میں توبہ لازمی شرط ہے اور یہ توبہ حضرت جنیدؒ کے نزدیک تین معنوں میں ہے (۱) اپنے پہلے گناہوں پر ندامت (۲) منکرات کے چھوڑ دینے کا عزم (۳) ادائیگی حقوق و مظالم کی کوشش [۲]

تیسرے پہلو کی وضاحت یہ ہے کہ انسان نے اگر کسی پر ظلم وزیادتی کی ہو یا کسی کی حق تلفی کی ہو تو ان کے واجبات ادا کر دیئے جائیں اور انہیں دنیا میں ہی راضی کر لیا جائے حضرت شبلیؒ ابتدائی عمر میں خلیفہ وقت کے درباریوں کے افسرِ اعلیٰ رہے تھے لہٰذا امکان اس بات کا تھا کہ عہدِ ملازمت میں ان سے لوگوں پر کچھ زیادتیاں ہو گئی ہوں گی چنانچہ جب وہ حضرت جنیدؒ کی خدمت میں آئے تو حضرت نے انہیں لوگوں کا حق ادا کرنے اور تلافی کرنے کی تاکید کی اور مختلف مجاہدے تجویز فرمائے۔

اجتنابِ سماع

حضرت جنیدؒ نے اپنے ایک مرید کو اس کی توبہ کے ابتدائی وقت میں تلقین فرمائی کہ اگر تو اپنے دین کو سلامت رکھنا چاہتا ہے اور اپنی توبہ میں ثابت قدمی کا خواہاں ہے تو جب تک تو نوجوان ہے سماع میں ہرگز شامل نہ ہونا اور اس کا منکر رہنا جب تو بوڑھا ہو جائے تو پھر تقوے کو اپنا شعار بنانا اور فقط اللہ والی روحانی چیزوں کی سماعت کرنا [۳]

حضرت جنیدؒ نے حضرت عبداللہ بن محمد الرازیؒ سے فرمایا تھا اگر تم کسی مرید کو دیکھو کہ وہ سماع کو پسند کرتا ہے تو جان لو کہ اس میں ابھی فضول باتوں کا کچھ اثر باقی ہے [۴]

---

[۱] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۵ [۲] رسالہ قشیریہ ص ۴۶ [۳] کشف المحجوب ص ۲۸۰ [۴] رسالہ قشیریہ ص ۱۵۵

Marfat.com

یکسوئی

مرید کے لئے ابتدائے سلوک میں یکسوئی ضروری ہے اسی لئے حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں بتندی مرید کے لئے یہ پسند کرتا ہوں کہ اس کا دل ان تین چیزوں میں مشغول نہ رہے ورنہ اس کے احوال متغیر ہو جائیں گے (۱) کسب وتلاش معاش (۲) طلب وکتابت حدیث (۳) ازدواجی زندگی۔ [1]

جہاں تک طلبِ حدیث کا معاملہ ہے اس سلسلے میں حضرت جنیدؒ کے دوسرے اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ راہِ طریقت اختیار کرنے سے پہلے ہی علم حدیث حاصل کر لینا چاہیئے۔ مزید برآں نکاح اور کسب کرنا بغدادی مدرسۂ تصوف میں پسندیدہ باتیں ہیں البتہ اتنا ضروری ہے کہ کچھ مراحل طے کر لینے کے بعد ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا چاہیئے۔

تجریدِ دنیا

حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ دل اس وقت تک علمِ آخرت کے لئے صاف نہیں ہوتے جب تک تم دنیا کی آلودگیوں سے الگ تھلگ نہ ہو جاؤ۔ پس تم اپنے معاملۂ سلوک کی ابتدا میں اپنے روحانی راز دسرس کے دنیا سے خارج ہو جانے کے بارے میں اچھی طرح دیکھ بھال کر لیا کرو اور احتیاط رکھو کہ کہیں خواہش دنیا دبی چھپی ہوئی تمہارے نہاں خانۂ دل میں تو نہیں رہ گئی ورنہ یہ تمہارے روحانی سفر میں ایک بوجھ ثابت ہوگی۔ تمہارا مرشد بھی اس کی وجہ سے اپنی تمامتر قابلیت کے باوجود تمہیں ایک قدم آگے لے جانے کے قابل نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے اپنے مرشد کا کہا مانتے رہو اور دنیاوی آلودگیوں سے اپنے آپ کو بچا کر راہِ سلوک پر چلا کرو۔ [2]

---

[1] قوت القلوب ج ۲ ص ۱۶۰

[2] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۵

Marfat.com

مرید کو کن چیزوں سے بچنا چاہیئے

غرورِ زہد اور زعمِ کمال

عبودیت اور طریقت میں سب سے خطرناک چیز غرورِ زہد اور عرفان کا احساس ہے۔ اس سے ساری محنت رائیگاں ہو جاتی ہے، اعمال حبط ہو جاتے ہیں اور حاصل شدہ مقامات و مراتب جاتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت جنیدؒ کے ایک مرید کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اس نے روحانیت میں کمال حاصل کر لیا ہے اس لئے اس نے حضرت جنیدؒ کی صحبت اور مجلس ترک کر دی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ جب رات ہوئی تو ایک مخلوق اس کے پاس ایک اونٹ لے کر آئی اور کہنے لگی کہ اب آپ کو ہمارے ساتھ چل کر بہشت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا چاہیئے۔ وہ ہر رات اونٹ پر بیٹھ جاتا، اونٹ چلتا رہتا بالآخر ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں بہشت سا ماحول ہوتا اور ہر طرح کے عیش و آرام کا سامان ہوتا۔ وہ عیش و عشرت میں مصروف رہتا یہاں تک کہ نیند سے اس کی آنکھیں بوجھل ہو جاتیں۔ صبح جب اٹھتا تو اپنے آپ کو اپنے حجرے کے دروازے پر پایا کرتا۔ اس صورت حالات سے بشریت کی رعونت اس کے دماغ میں سما گئی اور عیش و آرام کا فریب اس پر غالب آگیا تب اس نے بے سروپا روحانی دعوے کرنے شروع کر دیئے اور کہنے لگا کہ مجھ پر تو عجیب فوق العادت کیفیت طاری ہوتی ہے۔ حضرت جنیدؒ کو خبر ہوئی تو فوراً اس کے پاس پہنچے۔ اسے دیکھا تو وہ حرص و ہوا کا بندہ بنا ہوا ہے اور غفلت و معصیت میں مبتلا ہے اور تکبر و غرور تو اس کی بات بات سے ٹپکتا ہے۔ حضرت نے اس سے اس کی کیفیت دریافت کی تو اس نے ساری بات بیان کر دی۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا آج رات جب تو اس جگہ پہنچے تو اچھی طرح تین بار لاحول پڑھ کر پھونک مار دینا چنانچہ جب وہ حسبِ سابق رات کو وہاں پہنچا تو اگرچہ اندرونی طور پر وہ حضرت جنیدؒ کا زیادہ معتقد نہ رہا تھا تاہم تجربے کے طور پر تین بار لاحول پڑھ کر پھونک مار دی۔ پھونک کا مارنا تھا کہ وہ ساری مخلوق شور و غوغا کرتی ہوئی بھاگ کھڑی ہوئی اور عیش و آرام کا سارا ماحول منتشر ہو گیا۔ اس مرید کا بیان ہے کہ

Marfat.com

میں نے اپنے آپ کو کوڑے کے ایک ڈھیر پر پایا اور مردار کی ہڈیاں میرے اردگرد پڑی ہوئی تھیں۔ اس سے مجھ پر یہ ثابت ہو گیا کہ وہ سب خبیث اور نافرمان جنات کی کارستانی تھی۔ اسی وقت میں نے توبہ کی اور اپنے مرشد برحق حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی۔ انہوں نے مجھے معاف فرما دیا اور شریکِ مجلس کر لیا۔[1]

مرشد پر بداعتمادی

مرشد پر پورا پورا اعتماد اور بھروسہ کرنا ارادت کی شرطِ اولیں ہے جسے اپنے پیر و مرشد پر اعتماد نہ ہو تو وہ کچھ حاصل ہی نہیں کر پاتا۔ روایت ہے کہ حضرت جنیدؒ کے ایک مرید نے ایک مسئلہ پوچھا حضرتؒ نے اس کا جواب دیا تو وہ شخص کچھ اعتراض کرنے لگا۔ حضرت جنیدؒ نے اس پر فرمایا اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں تو پھر مجھ سے کنارہ کشی کر لو۔[2]

البتہ یہ اور بات ہے کہ مرید بھی محقق ہو اور وہ اعتراض برائے اعتراض کا خوگر نہ ہو بلکہ اپنی تحقیق و تجربہ اپنے پیر کے سامنے پیش کر رہا ہو تو اختلاف کی گنجائش بھی نکل سکتی ہے۔ بعض اوقات کوئی مرید اپنی باطنی خوبیوں کی وجہ سے اپنے پیر کے ہاں زیادہ منظورِ نظر ہو جاتا ہے تو دوسرے مریدوں کو اس پر حسد کرنے سے بچنا چاہیے۔ اس سلسلے میں یہ واقعہ روشنی ڈالتا ہے کہ حضرت جنیدؒ اپنے ایک مرید کو تمام مریدوں سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ بعض مرید غیرت کرنے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ اس مرید میں تم سب سے زیادہ ادب و فہم ہے۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے میں اسے زیادہ اچھا سمجھتا ہوں میں آج تم سب کا امتحان لیتا ہوں اس سے پتہ چل جائے گا کہ وہ تم سے کس طرح ممتاز ہے۔ امتحان کی غرض سے حضرت جنیدؒ نے اپنے ہر مرید کو ایک ایک پرندہ اور چاقو دیا اور حکم دیا کہ اسے ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی دیکھ نہ رہا ہو۔ سارے مرید چلے گئے اور اپنے اپنے خیال کے مطابق پوری احتیاط کے ساتھ پرندے ذبح کر لائے لیکن وہ مرید اپنا پرندہ ذبح کئے بغیر آ گیا۔ حضرت نے پوچھا کہ پرندے کو

---

[1] کشف المحجوب ص ۳۹۸ - ۳۹۹، تذکرۃ الاولیاء ص ۲۳۲، خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۸۴، ۸۵

[2] عوارف المعارف اردو ترجمہ ص ۱۰۴

Marfat.com

ذبح کیوں نہیں کیا؟ مرید نے جواب دیا پیر و مرشد جہاں کہیں بھی میں گیا وہاں اگر کوئی انسان، چرند اور پرند نہیں دیکھ رہا تھا لیکن خدا کی ذات تو دیکھ رہی تھی اس لئے میں ذبح نہیں کر سکا۔ یہ سن کر حضرت جنیدؒ نے مریدوں کو مخاطب کر کے فرمایا اب تو تم نے اس کے فہم و ذکا کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ تمام مریدوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور معافی کی درخواست کی [1]

ترکِ عمل

حضرت جنیدؒ کے تصوف و طریقت میں حرکت اور فعالیت ہے اور اعمالِ صالح پر زور ہے حضرت جنیدؒ کے نزدیک انسان خواہ روحانیت میں کتنا بلند مرتبہ کیوں نہ ہو وہ پابندیٔ شریعت اور اوامر و نواہی کی تعمیل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ایسی معرفت جو علم ظاہر اور شریعت کا استخفاف کرتی ہو حقیقی معنوں میں وہ معرفت نہیں بلکہ گمراہی ہے۔

فقر و طریقت کے تقاضوں سے عدم توجہ

جو شخص فقر اور طریقت میں قدم رکھے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے باطن کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کیا کرے کیونکہ لوگ تو ان کے ظاہر کو دیکھ کر عزت و تکریم کرتے ہیں۔ اگر ان کے باطن آراستہ نہ ہوئے تو استدراج اور ہلاکت یقینی ہے حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے یا معشر الفقراء انکم تعرفون باللہ وتکرمون باللہ فانظروا کیف تکونون مع اللہ اذا خلوتم بہ [2]

یعنی اے درویشوں کے گروہ! تمہیں لوگ اللہ والے سمجھتے ہیں اور اسی تعلق سے تمہاری عزت و توقیر کرتے ہیں پس جب تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت میں ہوتے ہو تو غور سے دیکھا کرو کہ تمہارے تعلق مع اللہ کی کیفیت کیسی ہے؟ رشتہ مضبوط بھی ہے یا نہیں۔

حضرت سید علی ہجویریؒ اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب خلقِ خدا انہیں درویش

---

[1] تذکرۃ الاولیاء صـ ۱۳۴ [2] کشف المحجوب صـ ۱۴۳ ، صفۃ الصفوۃ ج ۲ صـ ۲۳۶

Marfat.com

کہتی ہے اور تمہارا حق ادا کرتی ہے تو تمہیں بھی غور کرنا چاہیئے کہ تم درویشی کی راہ کے تقاضے کس طرح بجا لاتے ہو۔ مخلوقات میں سے وہ شخص بہت کمینہ اور بددیانت ہے کہ مخلوق تو اسے خدا کی طرف سے خیال کرتی ہو لیکن وہ خدا کی طرف سے نہ ہو جبکہ بہت ہی خوش نصیب ہے وہ شخص کہ مخلوق بھی اسے خدا کی طرف سے جانتی ہو اور وہ خود بھی اعتقاداً اور عملاً اپنے آپ کو خدا کی طرف سے ثابت کر دکھائے۔

Marfat.com

باب ششم

تصوّف و طریقت

Marfat.com

تصوّفِ جُنیدؒ کی خصوصیّات

۱- قرآن وسنّت پر بنیاد

سیدالطائفہ حضرت جُنیدؒ نے جو تصوف پیش کیا ہے وہ قرآن وسنّت کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ حضرت جنیدؒ خود ایک مستند فقیہ تھے اس لئے ان کے افکار تمام تر شریعت کی حدود میں اور اسلام کی روح کے عین مطابق ہیں۔ وہ صوفیاء کے لئے قرآن، سنت اور فقہ کے علوم سے واقفیت ضروری قرار دیا کرتے تھے تاکہ اہلِ سلوک اپنے احوال ومقامات میں راہِ راست پر گامزن رہ سکیں۔ حضرت علی بن ہارون الحربیؒ اور حضرت محمد بن احمد الوراقؒ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت جنیدؒ کو کئی بار یہ فرماتے سنا ہے علمنا مضبوط بالکتاب والسنة من لم یحفظ الکتاب ویکتب الحدیث ولم یتفقه لا یقتدیٰ به [۱] یعنی ہمارا علم تصوف وطریقت قرآن وسنّت سے مضبوط ہے جو شخص کتاب اللہ کو حفظ نہیں کرتا، کتابتِ حدیث نہیں کرتا اور فقہ نہیں سیکھتا وہ اس لائق ہی نہیں کہ اس کی اقتدا کی جائے۔

۲- عوام وخواص میں قبولِ عام

حضرت جُنیدؒ کا پیش کردہ تصوف احسان کی تفسیر تھا اور یہ سب خداوند تعالیٰ کی تائید وتوفیق کا مرہونِ منت تھا اس لئے اسے بے پناہ مقبولیت نصیب ہوئی۔ شیخ نورالدین شریبہ استاد جامع ازہر بجا طور پر لکھتے ہیں کان مذهب الجنید اَنْ یعرض امرہ علی الکتاب والسنة فما وافقهما قبله وما خالفهما رفضه۔ وکان له فی بغداد مدرسة تتجه اتجاهه و تسمع لرائیه والحق اَنّ الاتجاه قد صادف قبولاً عند المسلمین عامتهم وخاصتهم

---

[۱] تاریخ بغداد ج ۷، ص ۲۴۳

Marfat.com

فلجئوا الجنید وعظموہ [1]

ترجمہ: حضرت جنیدؒ کا مسلک یہ تھا کہ اپنے ہر معاملے کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھا جائے جو کتاب وسنت کے مطابق ہو اسے قبول کر لیا جائے اور جو مخالف ہو اسے چھوڑ دیا جائے۔ تصوف کے مدرسہ بغداد میں ان کی ذات لوگوں کی توجہات کا مرکز تھی اور ان کی رائے سننے کے لئے لوگ گوش برآواز رہا کرتے تھے۔ حق تو یہ ہے کہ ان کی مرجعت نے ملت اسلامیہ کے عوام وخواص میں خوب قبولِ عام حاصل کیا تھا چنانچہ لوگ حضرت جنیدؒ سے محبت کرتے تھے اور ان کی عزت وتکریم کیا کرتے تھے۔

۳۔ عقل ووجدان کا متوازن استعمال

حضرت جنیدؒ کے پیش کردہ تصوف کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں عقل واستدلال اور وجدان وحال سے کام لے کر اصول ونتائج اخذ کئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے صوفیانہ افکار کا نظام منظم، مربوط اور مدلل ہے۔ پروفیسر ماسینوں نے اپنی کتاب ESSAEI میں جنیدؒ اور حلاجؒ کے نظریات کا جہاں جہاں موازنہ کیا ہے وہاں علم منقول کی شہادت اور استدلال کی قوت حضرت جنیدؒ کا ساتھ دیتی نظر آتی ہے۔

۴۔ جامعیت اور ہمہ گیری

حضرت جنیدؒ سلوک کے تمام مراحل سے بذاتِ خود گزرے تھے اور بالآخر طریقت کے معراجِ کمال پر پہنچے تھے ساتھ ہی ساتھ انہیں اپنے سینکڑوں مریدوں کو بھی کامیابی کے ساتھ ان مراحل سے گزارنے کا تجربہ حاصل تھا۔ مزید برآں انہیں اصحاب جذب وسکر کی تربیت کا شرف بھی میسر تھا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تصوف وطریقت کے باب میں جو کچھ فرمایا ہے اس میں وسعت اور جامعیت ہے۔ ان کے ہاں بلاشبہ تصوف کے تمام مسائل پر بلند پایہ خیالات

---

[1] مقدمہ کتاب طبقات الصوفیہ ص۴۸

Marfat.com

اور محققانہ نظریات موجود ہیں۔ تصوف کا شاید ہی کوئی مسئلہ ہو جس پر انہوں نے اظہار خیال نہ کیا ہو۔

۵۔ مسائلِ تصوّف پر حتمی رائے

حضرت جُنَیدؒ کے صوفیانہ افکار و آثار نہایت اعلیٰ اور ارفع نوعیت کے ہیں بلکہ وہ اپنے موضوع پر حرفِ آخر ہیں۔ تصوّف کی دنیا میں حضرت جنیدؒ کے نتائجِ فکر اور لائحہِ عمل کو ہمیشہ سند اور حجت کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے۔ حضرت جنیدؒ کے ہاں عارف کا جو تصوّر ہے وہ عارفِ کامل اور عرفاں میں منتہی شخص کا تصور ہے۔ اسی طرح ہر موضوع پر ان کے افکار کمال کی خبر دیتے ہیں۔

حضرت سریؒ کا یہ واقعہ بھی اسی پر روشنی ڈالتا ہے۔ حضرت جُنَیدؒ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت سریؒ کے پاس گیا تو انہیں بدلا بدلا پایا۔ میں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ آج ایک نوجوان آیا تھا اور اس نے مجھ سے توبہ کے بارے میں پوچھا تھا۔ میں نے بتایا کہ توبہ یہ ہے کہ تم اپنے گناہ کو نہ بھولو۔ وہ کہنے لگا نہیں بلکہ توبہ یہ ہوگی کہ گناہ کو بھلا ہی دیا جائے۔ حضرت جُنَیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ نوجوان نے کہا ہے میرے نزدیک بھی وہی بات زیادہ صحیح ہے وجہ دریافت فرمائی تو میں نے بتایا کہ توبہ سے پہلے میں حالتِ جفا میں تھا۔ اللہ تعالےٰ نے توفیقِ توبہ دے کر مجھے حالتِ وفا تک پہنچا دیا لہٰذا اب حالتِ صفا میں جفا کا تذکرہ جفا ہو گی۔ یہ سن کر حضرت سریؒ خاموش ہو گئے۔

شیخ ابو نصر سراجؒ تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں حضرت جنیدؒ نے یہاں بے شک محققین کی توبہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جو اپنے گناہوں کو توبہ کے بعد یاد نہیں کرتے کیونکہ ان کے دلوں پر اللہ کی عظمت کا غلبہ ہوتا ہے اور ہمیشہ یادِ الٰہی میں مگن رہتے ہیں [1]

---

[1] رسالہ قشیریہ ص۴۷

Marfat.com

۶۔ مشائخ کی آراء کا حسنِ انتخاب

تیسری صدی ہجری میں تصوف کے دو مکتب فکر یعنی نیشاپوری اور بغدادی زیادہ مشہور اور متعارف تھے۔ حضرت جنیدؒ کے ان دونوں مدرسوں کے اکابر سے خوشگوار تعلقات تھے۔ نیشاپوری مشائخ کی اکثریت حج پر آتے جاتے وقت بغداد میں حضرت جنیدؒ سے ملا کرتی تھی اور ان بزرگوں کے درمیان تبادلۂ افکار جاری رہتا تھا۔ مزید براں خطوط و رسائل کے ذریعے سے بھی حضرت جنیدؒ اپنے روحانی تجربات دوسروں تک پہنچایا کرتے تھے اور خود بھی دوسروں کے خیالات اور تجربات سے آگاہ رہا کرتے تھے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہی تھا کہ حضرت جنیدؒ کے سامنے معاصرین کے قریب قریب تمام صوفیانہ خیالات موجود تھے اور انہوں نے بعض اوقات جب کبھی کسی موضوع پر اظہارِ خیال کیا ہے تو انہوں دوسرے مشایخ کی آراء کو پیشِ نظر رکھا اور ان کا نچوڑ اور انتخاب پیش کیا ہے۔

۷۔ خارجی اثرات سے محفوظ

حضرت جنیدؒ کا نقطۂ نظر تمام مسائل تصوف میں نہایت صائب، صحت مند اور غیر اسلامی اثرات سے پاک ہے حالانکہ اس دور کے بعض صوفیاء ہندی، یونانی اور عجمی خیالات سے کسی حد تک متاثر ہو چکے تھے اور ان صوفیاء کے ہاں حلول، تناسخ، رہبانیت اور ترکِ عمل تک کے اثرات ملتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ کا یہ کارنامہ یادگار رہے گا کہ انہوں نے بطورِ خاص شریعت اور قرآن و سنت کی پیروی پر زور دیا اور تصوف کو غیر اسلامی اثرات سے پاک صاف رکھنے کے لئے مقدور بھر کوشش کی۔ حضرت جنیدؒ کے ہاں تو وحدت الوجودی تصور کی پرچھائیں تک نہیں پائی جاتیں حالانکہ بعض صوفیاء تصوف سے مراد ہی تزکیۂ نفس اور تطہیر قلب سے زیادہ یہی وحدت الوجودی فلسفہ تھا۔

شیخ نورالدین شریبہ رقمطراز ہیں قد جھد الحریصون من شیوخ الصوفیہ أن یردوا الناس الی الطریق السوی واذھم من بذل فی ذالک جھداً من متصوفة

Marfat.com

المشرق هو الجنیدؒ فی بغداد؎ یعنی قرآن وسنت کے شیدائی مشائخ تصوف برابر کوشش کرتے رہے ہیں کہ لوگوں کو واضح اور ہموار راہ کی طرف لوٹا دیا جائے اور اس امر میں صوفیہ مشرق میں سے جس شخص نے زیادہ سعی فرمائی وہ بغداد کے حضرت جنیدؒ ہیں۔

۸۔ اجزائے تصوف

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ تصوف آٹھ اوصاف حمیدہ پر مبنی ہے (۱) سخاوت (۲) رضا (۳) صبر (۴) اشارہ (۵) غربت (۶) اونی لباس (۷) سیاحت (۸) فقر۔ سخاوت حضرت ابراہیمؑ کا وصف ہے۔ انہوں نے مالکِ حقیقی کی خوشنودی کی خاطر اپنے بیٹے تک کو قربان کر دیا۔ یہ اور بات ہے کہ تعمیلِ حکم پر ان کے صدق واخلاص کی قدر کرتے ہوئے پروردگار نے انہیں بچا لیا۔ رضا الٰہی کے تقاضے حضرت اسماعیلؑ بجا لائے اور حکم الٰہی سن کر تعمیل میں کسی طرح تامل نہ کیا۔ صبر حضرت ایوبؑ کا وصف ہے۔ تمام جسم میں کیڑے پڑ گئے مگر اتباعِ تسلیم و رضا میں صبر سے کام لیا اور اُف تک نہ کی جس کے عوض اللہ تعالےٰ نے نہ صرف انہیں صحتِ کاملہ عطا کی بلکہ ازرہِ خوشنودی بلاانِ سیم وزر فرمائی۔ اشارہ حضرت زکریاؑ کے لئے مختص ہے کہ جن کو اللہ تعالےٰ نے تین روز تک اشارات کرنے کا حکم دیا۔ غربت یعنی بیگانگی اور بے تعلقی حضرت یحییٰؑ کے لئے ہے کہ ساری عمر غربت میں رہے۔ ان کی غربت یہ تھی کہ اپنوں اور بیگانوں میں رہ کر بیگانہ رہے۔ لباسِ صوف حضرت موسےٰؑ کا ہے جسے پہن کر وہ دربارِ فرعون میں گئے۔ سیاحت حضرت عیسےٰؑ کے لئے ہے کہ عمر بھر سیر وسفر میں رہے اور بندگانِ خدا کی خدمت واصلاح کو اپنا نصب العین بنائے رکھا۔ فقر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے کہ رب واحد کی درگاہ سے وابستگی اور وفاداری اختیار کی اور فقر کو دنیا کی بادشاہت پر ترجیح دی جس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ دنیا کے خزانے آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو گئے اور ان کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ملتا تھا لیکن رسولِ پاکؐ کے گھر میں کئی کئی روز تک چولہا تک

؎ مقدمہ طبقات الصوفیہ صفحہ ۱۴

نہیں سلگتا تھا۔[1]

۹۔ ذرائع تصوف

حضرت ہجویریؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہم نے تصوف، قیل وقال اور بحث ومباحثہ سے حاصل نہیں کیا بلکہ بھوک، ترکِ دنیا، قطع مالوفات ومستحسنات کے ذریعے اسے حاصل کیا ہے۔[2]

تصوّفِ جنیدؒ کا اہم موضوع ——— تفہیمِ توحید

تیسری صدی کے روحِ عصر

اس صدی میں علماء وفقہا اور مشائخ ومتکلمین کے حلقوں میں جو مسئلہ سب سے زیادہ زیرِ بحث رہا وہ توحید وتنزیہ کا مسئلہ تھا۔ معتزلہ عرصے سے اس مسئلے میں بڑے سرگرم تھے لیکن انہوں نے محض عقل کے بل بوتے پر اس کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی اس لئے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں۔ ان کے برعکس صوفیائے کرام نے اپنے علم وحال کو مشعلِ راہ بنا کر توحید کو سمجھنے اور سمجھانے کی کامیاب کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں مکمل کامیابی کا سہرا بلا شبہ حضرت جنیدؒ کے سر ہے۔

تعریفِ توحید

حضرت جنیدؒ نے توحید کی یہ تعریف بیان کی ہے التوحید إفراد الواحد بتحقق وحدانیته بکمال احدیته انّهُ الواحد الذی لم یلد ولم یولد بنفی اضداد وانداد والاشباہ بلا تشبیہ ولا تکیف ولا تصویر ولا تمثیل لیس کمثلہ شیٔ وھو السمیع البصیر۔[3]

---

[1] کشف المحجوب ص۲۴۷، الطبقات الکبریٰ ج ا ص۹۴-۹۵ [2] النجوم الزاہرہ ج ۳ ص۱۶۹ [3] رسالہ قشیریہ ص۱۳۵

ترجمہ:۔ توحید، موحد کا اپنے آپ کو خدا کی تحقیق، وحدانیت اور کمالِ احدیت کے ساتھ الگ اور جدا کرنا ہے۔ بے شک وہ ایسا یکتا ہے کہ جس نے نہ کسی کو جنا ہے اور نہ اسے کسی نے جنا ہے۔ ذاتِ حق کے اضداد، انداد اور اشباہ ونظائر ہو ہی نہیں سکتے۔ وہ تشبیہ، کیفیت، تصویر اور تمثیل وغیرہ سے پاک ہے کوئی چیز بھی اس جیسی نہیں ہو سکتی۔ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

صوفیاء کے ہاں توحید محض ایک مسئلہ علم کلام نہیں تھا بلکہ وہ ان کا ایمان اور حال تھا۔ توحید کی معرفت ایک صاحبِ حال صوفی کے روحانی تجربہ میں جس طرح آسکتی ہے اور آتی ہے اس کی کیفیت اور نوعیت حضرت جنیدؒ کے اقوال واحوال کی روشنی میں حسب ذیل ہے۔

فنا کے تین مدارج

جو شخص توحید کا کامل درجہ حاصل کرنا اور پورا توحید پرست بننا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ موتوا قبل ان تموتوا پر عمل کرتے ہوئے مرنے سے پہلے مر جائے۔

۱۔ فنا کا پہلا مرحلہ یہ ہو گا کہ انسان اپنی صفات، عادات اور مزاج کی قید سے آزاد ہو جائے اور اس امر کا ثبوت اپنے اعمال و افعال سے بہم پہنچائے یعنی خواہشات نفس کے خلاف عمل کیا کرے۔ نفس جو کچھ چاہے اس کی بجائے اسے وہ چیز دی جائے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ ساتھ ہی اپنی تمام تر خواہشات شریعت اور مرضاتِ الٰہی کے عین مطابق بنالی جائیں یعنی آدمی وہی چاہے جو خدا چاہتا ہے۔ وہی کچھ کرے جو خدا کو پسند ہو۔

۲۔ نفس کشی کے اس تجربے کے بعد دوسرا مرحلۂ فنا یہ ہے کہ انسان اپنے حظِ نفس سے بھی دستبردار ہو جائے حتیٰ کہ طاعات میں جو روحانی لذت اور کیفیت و سرور حاصل ہوتا ہے اس کا احساس بھی جاتا رہے پھر انسان خدا کا اور بس خدا کا ہو کر رہ جائے۔ انسان اور ذاتِ حق کے درمیان کوئی اور واسطہ باقی نہ رہے۔

اس کیفیت کو حضرت جنیدؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے التصوف۔ ھو ان تکون مع اللہ بلا علاقۃ[1]

---

[1] رسالہ قشیریہ ص۳۹، عوارف المعارف اردو ترجمہ ص۸۹

Marfat.com

۳۔ اس کے بعد فنا کا تیسرا مرحلہ آتا ہے جہاں پہنچ کر انسان اپنی انفرادیت کھو دیتا ہے۔ تجلیات کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو بھلا دیتا ہے اور اسے یہ احساس بھی نہیں رہتا کہ وہ فنا کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔ اس کا وجود مردہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ابدی زندگی کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ حق تعالےٰ کے ساتھ رہنے لگتا ہے اور اس طرح بقا کا مرتبہ پا کر زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔

بقا باللہ کی حالت

فنا فی اللہ کے بعد بقا باللہ کی کیفیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تصوّف کی یہ تعریف بیان فرمائی ھو اَنْ یمیتك الحق عنك ویحییك به [۱] یعنی حق تعالےٰ تمہیں نفس کے اعتبار سے مار دے اور پھر اپنے ساتھ تمہیں زندہ کر دے۔

صاحبدلاں کہ پیشتر از مرگ مُردہ اند　　　آبِ حیات از قدحِ مرگ خوردہ اند

نازک مرحلہ

فنا اور بقا کے مقامات پر یہ حقیقت پیشِ نظر رہنی ضروری ہے کہ بندہ ہمیشہ بندہ رہتا ہے اور معبود ہمیشہ معبود۔ قدیم ازلی اور محدث مخلوق کے درمیان جو فرق ہے وہ ہمیشہ برقرار رہنا چاہیئے۔ کئی صوفیاء اسی مقام پر پہنچ کر بھٹک گئے ہیں اور وہ حلول و اتحاد کا اعلان کرنے لگ گئے حالانکہ یہ نہ صرف غلط بلکہ شرک ہے۔

اس مرحلے پر حضرت جنیدؒ کا سب سے مشہور قول سالکوں اور اہلِ جذب کے لئے رہنما ہے التوحید افراد القدم من الحدث [۲] یعنی توحید قدیم ذات (خداوند تعالےٰ) کو حادث مخلوق سے جدا اور ممیز کرنے کا نام ہے۔

حضرت جنیدؒ کے فرمان کے مطابق حقیقت یہی ہے کہ بندہ جب فنا کے آخری مقام پر ہوتا ہے

---

[۱] رسالہ قشیریہ صـ۱۳۶ [۲] کتاب مذکور صـ۳

Marfat.com

اور اپنی انفرادیت اور خودی کھو دیتا ہے تو بھی بے خودی میں اس کا ایک الگ وجود برقرار رہتا ہے بہت سے پردے اگرچہ دور ہو چکے ہوتے ہیں لیکن ایک پردہ بھی خالق اور اس کے بندے کے درمیان ضرور حائل رہتا ہے۔

فنا و بقا کی کیفیتِ حال

موحد کی توحیدِ کامل کی معرفت کی کیفیت کچھ ایسی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت جنیدؒ نے توحیدِ خالص پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا اَنْ یکونَ العبدُ شبحاً بین یدی اللّٰہ عزوجل تجری علیہ تصاریف تدبیرہٖ فی مجاری احکام قدرتہٖ فی لجج بحار توحیدہٖ بالفناء عن نفسہٖ وعن دعوۃ الحق وعن استجابتہ بحقائق وجود وحدانیتہٖ فی حقیقۃ قربہٖ بذہاب حسہٖ وحرکتہٖ لقیام الحق لہٗ فیما ارادمنہ وھو اَنْ یرجع آخر العبد الی اولہٖ فیکون کما کان قبل ان یکون [1]

ترجمہ:۔ توحید خاص یہ ہے کہ بندہ (اپنے وجود سے عاری ہو کر) ایک پتلے اور خیالی وجود کی صورت میں پیش خدا حاضر ہو۔ اس پر خدا کے احکام قدرت اس کی مشیئت کے مطابق چلتے رہیں اور بندہ اپنے اختیار سے قطعاً کام نہ لے۔ جو کچھ خدا کرتا ہے وہ بندہ اس پر راضی رہے۔ خدا اسے اپنے بحرِ توحید میں ایسا غرق کر دیتا ہے کہ وہ اپنے نفس، لوگوں کی پکار، اور لوگوں کو جواب دینے سے فنا ہو جاتا ہے۔ وجود وحدانیت اور قربِ خداوندی کی حقیقتوں کے پیشِ نظر بندے میں حس و حرکت ختم ہو جاتی ہے تاکہ اس کے ساتھ حق کا قیام ہو سکے جیسا کہ خدا اس سے چاہتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ بندہ آخر میں پھر اپنے حال کی طرف لوٹ جائے اور اسی طرح ہو جائے جیسے کہ وہ ہونے سے پہلے تھا۔

عہدِ میثاق کی طرف رجعت

مندرجہ بالا قول کی شرح کرتے ہوئے حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ مردِ موحد کو خدا کے انتخاب

---

[1] اللمع فی التصوف ص ۲۹ - رسالہ قشیریہ ص ۲۵

Marfat.com

میں اختیار نہیں رہتا اور وہ خدا کی وحدانیت میں اپنے ذاتی ارادوں کو بھول جاتا ہے کیونکہ قرب کے محل میں اس کا نفس فانی ہوتا ہے اس کی حس ختم ہو جاتی ہے اور خدا کے احکام اس پر جاری ہوتے رہتے ہیں جنہیں وہ بلا چون و چرا قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے اس پر تصرف کرتا ہے یہانتک کہ وہ اپنے آپ کو ایک ذرہ حقیر سمجھتا ہے جیسا کہ وہ روز اوّل اور یوم الست تھا[۱]

شیخ سراجؒ حضرت جنیدؒ کے قول یرجع آخر العبد الی اوّلہ فیکون کما کان قبل ان یکون کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے عہد میثاق کی طرف جس میں اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں روز الست روحوں سے عہد و پیمان لیا تھا۔ اس وقت انسان کا وجود کچھ ایسا تھا کہ وہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا بس خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ یوم الست کی طرح خدا کے سامنے حاضر ہونا درحقیقت موحّد کی توحید کی حقیقت کی غایت ہے جو حضرت جنیدؒ کے الفاظ میں ان یکون العبد کما لم یکن ویبقی اللہ تعالیٰ کما یزل یعنی بندہ ایسا ہو جائے کہ جیسے پہلے لم یکن (نیست و نابود) تھا اور خدا کی ذات کا مشاہدہ ایسا ہو کہ جیسے وہ اس وقت بھی لم یزل تھی[۲]

حضرت جنیدؒ کا یہ مختصر قول اس طویل بحث کا خلاصہ ہے النھایۃ ھی الرجوع الی البدایۃ[۳] یعنی طریقت کی انتہا ابتداء (عہد میثاق) کی طرف رجوع کرنے میں ہے۔

نازک ترمرحلہ

توحید کی صورتِ کامل میں موحد حالتِ سکر اور عالم مدہوشی میں چلا جاتا ہے۔ یہ روحانیت کا نازک تر مرحلہ ہے۔ اس مقام پر اگر اہلِ طریقت کامل، محقق اور صاحبِ ہمت ہے تو وہ سکر کے غلبے سے محفوظ رہتا ہے اور فرائض و واجبات کی ادائیگی میں سرگرم رہتا ہے لیکن اگر غلبہ سکر ہو جائے تو کم از کم اتنا ضرور ہوتا ہے کہ انسان شطحیات سے نہیں بچ سکتا گو شطحیات ان بزرگوں کے لئے قابلِ مواخذہ نہیں ہوتیں تاہم معتقدین کے لئے ضرور وجۂ آزمائش بنتی ہیں۔ دنیائے طریقت میں بہت سے بزرگ غلبۂ سکر کے حادثے سے دوچار ہوئے ہیں۔

---

[۱] کشف المحجوب ص ۳۳۶ [۲] اللمع فی التصوف ص ۲۹-۳۰ [۳] طبقات الصوفیہ ہروی ص ۱۶۸

Marfat.com

توحید کی اکمل صورت صحو اور بحالیٔ ہوش

حضرت جنیدؒ کے نزدیک توحید خاص کا روحانی تجربہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا کہ انسان سکر اور مستی کے عالم میں رہ جائے بلکہ ان کی تحقیق میں توحید خاص کی اکمل صورت یہ ہے کہ انسان عالم مدہوشی سے نکل کر صحو (بحالیٔ ہوش کی) فضائے حقیقت میں آجائے۔ فرائض و واجبات ادا کرے اور رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دے۔ اصطلاحاتِ صوفیہ میں یہ کیفیت صحو (بحالیٔ ہوش) الفرق الثانی (دوسری جدائی) الفرق الطبیعی (قدرتی علیحدگی) اور جمع الجمع (ملاپ در ملاپ) کہلاتی ہے۔ یہ حالت عارفین، صوفیا اور اولیاء کے روحانی ارتقاء اور مشاہدۂ توحید کی منزلِ آخریں ہے۔ اس حالت میں انسان اپنی رضا کو رضائے الٰہی میں گم کر کے خود رضاءِ الٰہی بن جاتا ہے۔ ایک طرف خدا کے حضور میں بھی رہتا ہے دوسری طرف مخلوقِ خدا کی فیض رسانی میں بھی سرگرم ہوتا ہے۔ فردیت اور قطبِ ارشاد کی یکجائی اسے میسر ہوتی ہے اس وقت اس موحدِ خاص اور صوفی باصفا کا وجود سراپا خیر و برکت ہوتا ہے حضرت جنیدؒ کا یہ قول اسی حقیقت کا انکشاف کرتا دکھائی دیتا ہے کہ صوفی زمین کی مانند ہوتا ہے جسے نیک و بد روندتے ہیں اور وہ سب کے لئے بچھی رہتی ہے۔ یا وہ بادل کی طرح ہوتا ہے کہ سب پر سایہ کرتا ہے یا پھر بارش کی صورت ہوتا ہے کہ پسند و ناپسند سے بالا ہو کر ہر چیز کو وہ سیراب کرتی ہے [1]

روحانی سلاسل اور حضرت جنیدؒ کی شانِ مرکزیت

۱۔ سلاسلِ عشرہ

حضرت سید علی ہجویری گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں صوفیہ اور اہلِ طریقت کے دس سلسلوں کو حق پر قائم قرار دیا ہے اور وہ حسب ذیل ہیں۔

---

[1] رسالہ قشیریہ ص۱۰۱ - عوارف المعارف اردو ترجمہ ص۹۶

Marfat.com

(۱) محاسبیاں (۲) قصاریاں (۳) طیفوریاں (۴) جنیدیاں (۵) نوریاں (۶) سہلیاں (۷) حکیمیاں (۸) خرازیاں (۹) خفیفیاں (۱۰) سیاریاں۔

ان سلسلوں میں سے جنیدیاں یا جنیدیہ کے تو موسس ہی حضرت جنیدؒ ہیں جبکہ باقی نو سلسلوں میں سے پانچ ایسے سلسلے ہیں جن کے بانیوں کا حضرت جنیدؒ سے گہرا قریبی اور روحانی تعلق ہے جیسا کہ نقشہ ذیل سے واضح ہوتا ہے۔

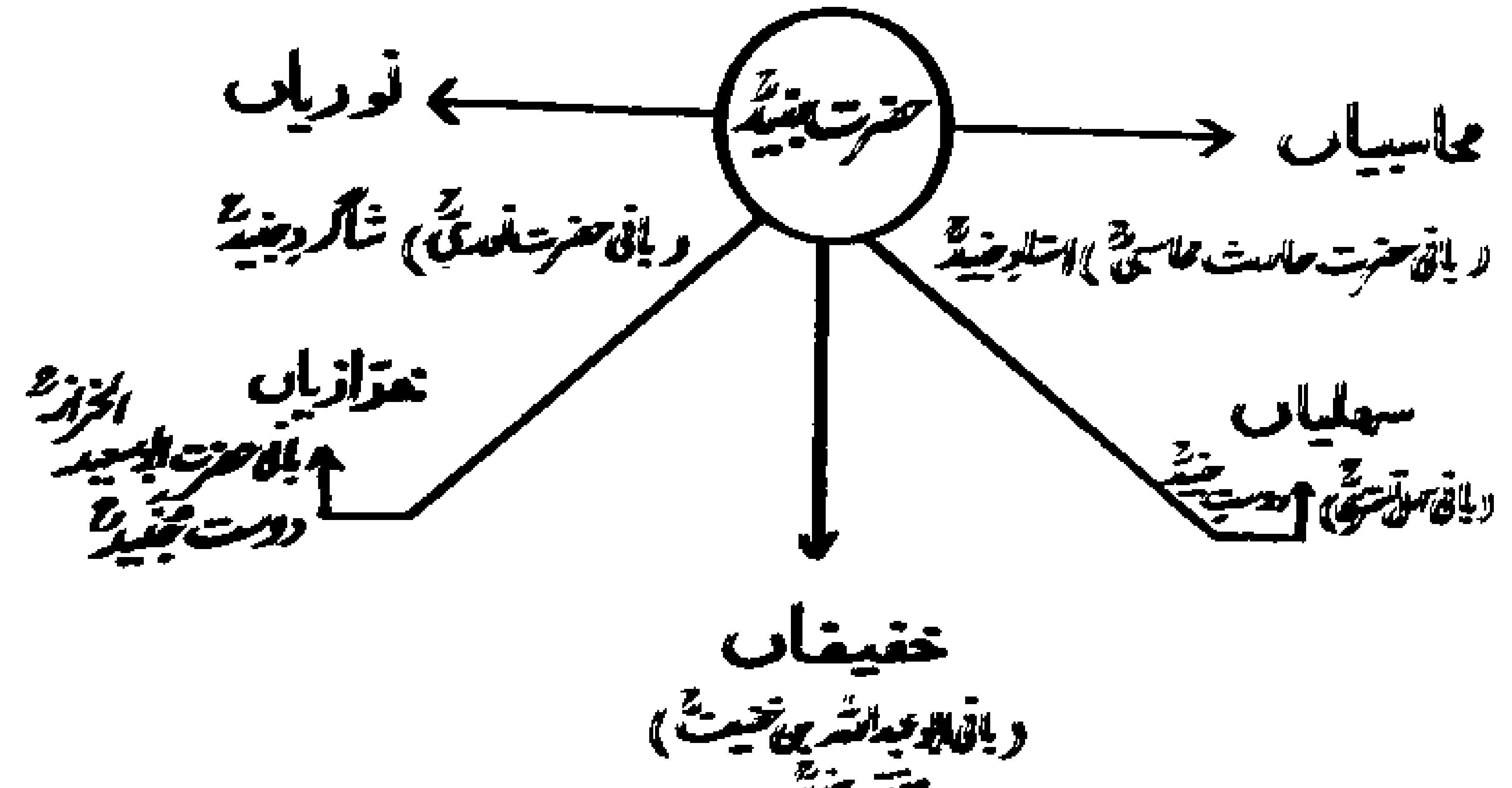

حضرت ہجویریؒ بیان کرتے ہیں کہ سلسلہ نوریاں کا مسلک یہ ہے کہ وہ فقر پر تصوف کو فضیلت دیتے ہیں اور ان کے تمام تر معاملات حضرت جنیدؒ کے موافق ہیں۔

۲۔ سلاسل اربعہ

تصوف اور طریقت کے چار سلسلے بہت مشہور اور متعارف ہیں اور وہ (۱) چشتیہ، (۲) قادریہ (۳) سہروردیہ اور (۴) نقشبندیہ ہیں۔ ان چار سلسلوں میں سے دو سلسلوں یعنی قادریہ اور سہروردیہ کا حضرت جنیدؒ کی ذات گرامی سے بلاواسطہ تعلق ہے اور وہ ان سلسلوں کی اہم اور نمایاں شخصیت ہیں۔ سلسلہ قادریہ عرب ممالک اور برصغیر میں بہت مشہور اور مقبول رہا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ عرب میں اور پاکستان میں حضرت موسیٰ پاکؒ حضرت شاہ مقیم حجرویؒ حضرت سلطان باہوؒ اور حضرت بلھے شاہؒ جیسی ہستیاں گزری ہیں۔

سلسلہ سہروردیہ خراسان، پنجاب، سندھ اور کشمیر کے نواح میں مقبول رہا ہے۔ اس کے اکابر

Marfat.com

میں سے برصغیر میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ اور شاہ رکن عالم ملتانیؒ قابلِ ذکر ہیں۔
حضرت جنیدؒ کی اہمیت ان شجروں سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

شجرہ سلسلہ قادریہ

سیدنا حضرت محمد مصطفےٰؐ

حضرت علی المرتضےٰ رضؓ
(د۔ ۴۰ھ)

حضرت حسین سید الشہداءؓ
(د۔ ۶۰ھ)

حضرت علی زین العابدینؓ
(د۔ ۹۴ھ)

حضرت محمد باقرؓ
(د۔ ۱۱۲ھ)

حضرت جعفر صادقؓ
(د۔ ۱۴۸ھ)

حضرت موسےٰ کاظمؓ
(د۔ ۱۸۶ھ)

حضرت علی رضاؓ
(د۔ ۲۰۸ھ)

حضرت معروف کرخیؒ
(د۔ ۲۰۰ھ)

حضرت سری سقطیؒ
(د۔ ۲۵۳ھ)

Marfat.com

حضرت جنید بغدادیؒ
(و۔۲۹۸ھ)

حضرت ابوبکر شبلیؒ
(و۔۳۳۴ھ)

حضرت عبدالواحد تمیمیؒ
(و۔۴۲۵ھ)

حضرت ابوالفرح طرطوسیؒ
(و۔۴۴۷ھ)

حضرت ابوالحسن ہکاریؒ
(و۔۴۸۴ھ)

حضرت ابوسعید مبارک مخزومیؒ
(و۔۵۰۸ھ)

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
و۔۵۶۱ھ

شیخ حماد دباسؒ
(و۔۵۳۵ھ)

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
(و۔۵۶۱ھ)

سلسلہ سہروردیہ

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

حضرت علی المرتضیٰ رضؓ
(و۔۴۰ھ)

خواجہ حسن بصریؒ
(و۔۱۱۰ھ)

خواجہ حبیب عجمیؒ
(و۔۱۵۶ھ)

Marfat.com

حضرت داؤد طائیؒ
(و- ۱۶۰ھ)

حضرت معروف کرخیؒ
(و- ۲۰۰ھ)

حضرت سری سقطیؒ
(و- ۲۵۳ھ)

حضرت جنید بغدادیؒ
(و- ۲۹۸ھ)

حضرت رویمؒ
(و- ۳۰۳ھ)

حضرت ابوعبداللہ بن خفیفؒ
(و- ۳۳۱ھ)

حضرت ابوالعباس نہاوندیؒ
(و- ۳۷۰ھ)

حضرت اخی فرخ زنجانیؒ
(و- ۴۵۷ھ)

حضرت وجیہ الدین سہروردیؒ
(و- ۵۵۶ھ)

حضرت ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردیؒ
(و- ۵۶۳ھ)

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ
(و- ۶۳۲ھ)

حضرت ممشاد دینوریؒ
(و- ۲۹۷ھ)

حضرت احمد اسود دینوریؒ
(و- ۳۴۰ھ)

حضرت ابوعمویہ دینوریؒ

حضرت وجیہ الدین سہروردیؒ
(و- ۵۶۶ھ)

حضرت ضیاء الدین سہروردیؒ
(و- ۵۶۳ھ)

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ
(و- ۶۳۲ھ)

حضرت ابوعلی رودباریؒ
(و- ۳۲۲ھ)

حضرت ابوعلی کاتبؒ
(و- ۳۴۶ھ)

حضرت ابوعثمان مغربیؒ
(و- ۳۷۲ھ)

حضرت ابوالقاسم گرگانیؒ
(و- ۴۵۰ھ)

حضرت ابوبکر نساجؒ
(و- ۴۸۷ھ)

حضرت احمد غزالیؒ
(و- ۵۱۷ھ)

حضرت ضیاء الدین سہروردیؒ
(و- ۵۶۳ھ)

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ
(و- ۶۳۲ھ)

Marfat.com

۴۔ سلسلۂ چشتیہ اور نقشبندیہ سے تعلق

دوسرے دو سلسلوں سے بھی حضرت جُنیدؒ کا بالواسطہ تعلق ضرور ہے اور وہ اس طرح کہ حضرت کے بانی حضرت شیخ ابو اسحاق چشتی حضرت ممشاد دینوریؒ کے خلیفہ ارشد تھے جو خود حضرت جنیدؒ کے نامور شاگرد اور خلیفہ ہیں۔

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ سے تعلق اس طرح پر ہے کہ حضرت جنیدؒ کے ایک شاگرد اور خلیفہ حضرت ابو علی رودباریؒ حضرت بایزید بسطامیؒ کے خلیفہ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے خلیفہ ہیں اور اس سلسلۂ خواجگان کے اہم رکن ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے سلسلۂ نقشبندیہ کی جس شاخ سے فیض اٹھایا اس کا تعلق بھی حضرت جنیدؒ سے ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیا میں اپنے بزرگانِ طریقت کا شجرہ تحریر کیا ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

شجرہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ ولی اللہیہ

حضرت محمد رسول اللہ

حضرت علی المرتضٰے رضؓ

خواجہ حسن بصریؒ

خواجہ حبیب عجمیؒ

حضرت داؤد طائیؒ

حضرت معروف کرخیؒ

Marfat.com

حضرت سری سقطیؒ

حضرت جنید بغدادیؒ

حضرت ابو علی رودباریؒ
(د-۳۲۲ھ)

حضرت ابو القاسم نصر آبادیؒ
(د-۳۶۷ھ)

حضرت ابو علی دقاقؒ
(د-۴۰۵ھ)

حضرت ابو القاسم قشیریؒ
(د-۴۶۵ھ)

حضرت ابو علی رودباریؒ
(د-۳۲۲ھ)

حضرت ابو علی کاتبؒ
(د-۳۴۶ھ)

حضرت ابو عثمان مغربیؒ
(د-۳۷۳ھ)

حضرت ابو القاسم گرگانیؒ
(د-۴۵۰ھ)

حضرت ابو علی فارمدیؒ
(د-۴۷۷ھ)

خواجہ یوسف ہمدانیؒ
(د-۵۳۴ھ)

خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ
(د-۵۷۵ھ)

خواجہ عارف ریوگریؒ

خواجہ محمود فغنویؒ
(د-۷۱۵ھ)

Marfat.com

خواجہ علی رامتینیؒ
(و- ۷۲۱ھ)

خواجہ محمد بابا سماسیؒ
(و-۷۵۵ھ)

خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ
(و- ۷۹۱ھ)

خواجہ علاء الدین عطارؒ

خواجہ یعقوب چرخیؒ
(و- ۸۵۱ھ)

خواجہ عبیداللہ احرارؒ
(و-۸۹۵ھ)

خواجہ زاہدؒ
(و-۹۳۶ھ)

خواجہ درویش محمدؒ
(و-۹۷۰ھ)

خواجہ امکنگیؒ
(و-۱۰۰۸ھ)

خواجہ باقی باللہؒ
(و-۱۰۱۲ھ)

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ
(و-۱۰۳۵ھ)

شیخ آدم بنوریؒ
(و-۱۰۵۳ھ)

Marfat.com

حضرت سید عبداللہؒ

|

شاہ عبدالرحیمؒ
(و۔ ۱۱۳۱ھ)

|

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
(و۔ ۱۱۷۹ھ)

۴۔ برصغیر میں حضرت جنیدؒ سے فیضیاب چند چھوٹے سلسلے

بلادِ عرب وعجم میں چار مشہور سلسلوں کی شاخیں مثلاً مغاربہ، عیدروسیہ، کبرویہ، رفاعیہ، اور شاذلیہ قابلِ ذکر ہیں جبکہ برصغیر پاک وہند میں سید الطائفہ جنید بغدادیؒ سے فیضیاب بیسیوں متفرق خانوادوں سلسلوں اور شاخوں نے تشنگانِ روحانیت کی پیاس بجھانے اور فیض رسانی کا کام کیا ہے۔ ان میں سے چند ایک خانوادے حسب ذیل ہیں۔

۱۔ **خانوادۂ گازرونیاں**:۔ اس خانوادے کے بانی حضرت ابواسحاق گازرونیؒ ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوعلی رودباریؒ اور حضرت ممشاذ دینوریؒ کے ذریعے سے روحانیت حاصل کی تھی۔

۲۔ **خانوادۂ طوسیاں**:۔ حضرت علاؤالدین طوسیؒ بانی ہیں جنہوں نے حضرت ابوحفص وجیہ الدینؒ حضرت ابوعبداللہ بن خفیفؒ۔ حضرت احمد اسود دینوریؒ اور حضرت ممشاذ دینوریؒ کے واسطوں سے حضرت سید الطائفہؒ سے کسبِ فیض کیا تھا۔

۳۔ **خانوادۂ فردوسیاں**:۔ بانی حضرت نجم الدین فردوسیؒ ہیں جو حضرت ابونجیب سہروردیؒ کے خلیفہ ہیں اس لحاظ سے یہ خانوادہ سلسلہ سہروردیہ ہی کی ایک شاخ ہے۔

طریقہ وسلسلۂ جنیدیہ کی مقبولیت اور ترقی

حضرت جنیدؒ سے مستفیض تمام سلسلوں کی اصل طریقہ وسلسلہ جنیدیہ ہے جس میں حضرت جنیدؒ کی طریقت وتصوف کے تمام اصول وفروع حسن وخوبی کے ساتھ موجود تھے۔ سچ تو یہ ہے طریقت کے

Marfat.com

جتنے بھی سلسلے جہاں کہیں بھی موجود ہیں وہ سب حضرت جنیدؒ کی رہنمائی کے مرہون منت ہیں۔ حضرت سید علی ہجویریؒ بیان فرماتے ہیں۔ معروف ترین مذہب و مشہور ترین مذہب وی است و مشائخ جملہ جنیدی بودہ اند [۱] یعنی جنیدیہ سلسلہ اور طریقہ سب سے زیادہ معروف و مشہور مسلک طریقت ہے اور تمام تر مشائخ اسی جنیدی مسلک کے پیرو ہو گزرے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ رقمطراز ہیں۔ وانست کہ طریقہ کہ امروز محفوظ است منشا آں جنید بغدادیؒ است و خرقہ محفوظ امروز ہماں است کہ بواسطہ جنیدؒ است [۲] یعنی جان لو کہ طریقہ جو آج کل محفوظ ہے اس کی نشوونما حضرت جنید بغدادیؒ سے ہوئی ہے اسی طرح آج تک جو خرقہ محفوظ ہے وہ بھی انہی کے واسطے سے ہے۔

بلاشبہ طریقہ جنیدیہ آسان، قابلِ عمل، مقبولِ عام و خاص اور قرآن و سنت کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ امام شعرانیؒ فرماتے ہیں اِنَّمَا خصصنا کغیرنا طریق الشیخ ابی القاسم الجنید بمزید التقویم لان کل من سلکھا نجا لانھا کما قال الجلال المحلی وغیرہ طریق خال عن البدع دائر علی التسلیم والتفویض للہ تعالٰی والتبری من حظوظ النفس وھذا اصح الطرق فھی کطریق الشیخ ابی الحسن الاشعری فی العقائد الدینیہ یکفینا فی امامۃ ابی القاسم الجنیدؒ رحمہ اللہ اجماع الناس کلھم علی جلالتہ وقولھم انہ سید الطائفۃ کلھا علمًا وعملًا وھو جدیر بذالک [۳]

ترجمہ:۔ ہم نے دوسرے علماء کی طرح حضرت جنیدؒ کے طریقہ کو اپنے موقف کی مزید مضبوطی کی خاطر پیش نظر رکھا ہے کیونکہ یہ وہ طریقہ ہے کہ جو کوئی اس پر چلتا رہا وہ نجات پا گیا کیونکہ جس طرح امام جلال الدین محلی اور دوسرے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ طریقہ بدعت سے خالی ہے اللہ کی تسلیم و تفویض پر مبنی ہے اور وساوس نفس سے محفوظ ہے۔ یہ طریقہ تمام روحانی طریقوں میں سب سے زیادہ صحیح ہے اور شیخ ابوالحسن اشعریؒ کے دینی عقائد کی طرح ہے کہ جو افراط و تفریط سے محفوظ ہیں۔ ہمارے لئے حضرت ابوالقاسم جنیدؒ کی امامت کے لئے اتنا کافی ہے کہ تمام لوگوں نے ان کے جلیل القدر ہونے پر اجماع ظاہر کیا ہے۔ ان کے بارے میں لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ آپ اپنے علم و عمل کے لحاظ سے گروہ صوفیاء کے سردار ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ

---

[۱] کشف المحجوب صفحہ ۲۳۲ [۲] انتباہ فی سلاسل اولیاء صفحہ ۱۳ [۳] الیواقیت والجواہر ج ۲ صفحہ ۹۳

Marfat.com

وہ واقعی اس لقب اور شان کے مستحق بھی ہیں۔

امام شعرانیؒ نے طبقات کبریٰ میں تحریر کیا ہے کہ سیدی یوسف عجمی کورانیؒ التوفی ۷۶۸ ھ نے مصر (متحدہ عرب جمہوریہ) میں طریقہ جنیدیہؒ کا احیا۔ کیا اور اسے خوب ترقی دی۔ تربیت وسلوک میں ان کا طریقہ بڑا موثر اور حیرت انگیز تھا۔ ان کے مرید کثرت سے تھے اور خانقاہیں بھی بیشمار تھیں۔ المغرب یعنی مراکش، تیونس اور الجزائر میں شاذلیہ سلسلہ بڑا مقبول ہے۔ ان کی اکثر وبیشتر تعلیمات اور انداز تربیت طریقہ جنیدیہؒ کا سا ہے۔

برصغیر پاک وہند میں متعدد خانوادوں اور سلسلوں کے ذریعے حضرت جنیدؒ کا فیض پہنچتا رہا ہے حضرت سید علی ہجویری گنج بخشؒ التوفی ۴۶۵ھ پہلے نامور بزرگ ہیں جنہوں نے یہاں تشریف لاکر باضابطہ طور پر حضرت جنیدؒ کی تعلیمات کو عام کرنے کی سعی مشکور کی۔ وہ خود جنیدی تھے اور ان کے مرشد شیخ ابوالفضل ختلیؒ (م۔ ۴۵۰ھ) بھی جنیدی تھے۔ طریقہ کبرویہ برصغیر کے بعض علاقوں میں مقبول رہا ہے۔ دکن میں یہ سلسلہ جنیدیہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔ سلسلہ فردوسیہ اسی کبرویہ کی ایک شاخ ہے۔ پاک وہند میں خانوادہ جنیدیاں کے بہت سے گروہ مصروف تبلیغ وتربیت رہے ہیں اور انہوں نے تزکیہ نفوس اور تطہیر قلوب کے سلسلے میں قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ امتدادِ زمانہ کی وجہ سے حضرت جنیدؒ کی اصل تعلیمات میں ان گروہوں کے ہاں قدرے تغیر وتبدل ہوگیا ہو تاہم یہ سب اپنی وابستگی کا اظہار بہرحال حضرت سید الطائفہؒ ہی سے کرتے ہیں۔ ان گروہوں میں مندرجہ ذیل گروہ قابل ذکر ہیں۔

۱۔ گروہ نعمت اللہ شاہی ——— اس گروہ کے بانی حضرت نورالدین نعمت اللہ ولی کرمانیؒ ہیں۔
۲۔ گروہ ہاشم شاہی ——— سرگروہ حضرت میر ہاشمؒ ہیں۔
۳۔ گروہ قلندریہ ——— بانی حضرت حیات میر قادریؒ ہیں۔
۴۔ گروہ بہلول شاہی ——— بانی شاہ بہلول مجرد دریاؒ ہیں۔
۵۔ گروہ صدر شاہی ——— بانی شاہ صدرالدین انصاریؒ ہیں۔
۶۔ گروہ حسین شاہی ——— بانی شاہ حسین ڈھڈا لاہوریؒ ہیں۔
۷۔ گروہ ارزاں شاہی ——— بانی شاہ ارزاں دیوانؒ ہیں۔
۸۔ گروہ رفاعیہ ——— بانی سید احمد کبیر رفاعیؒ ہیں۔

Marfat.com

طریقۂ جنیدیہ کے خدوخال

۱۔ طریقۂ سلوک

طریقت اور تربیتِ روحانی کے دو راستے اور ذریعے ہیں (۱) سلوک (۲) جذب۔ سلوک یہ ہے کہ اعمالِ زہد مثلاً تلاوت، نوافل، ذکر اذکار اور ورد و وظائف میں زیادہ مشغول رہ کر مجاہدات اور مراقبات کے ذریعے منزلیں طے کی جائیں۔ یہ اندازِ تربیت اصحابِ صحو کو پسند ہے جب کہ جذب جسے بالعموم اصحابِ سکر اختیار کرتے ہیں اس میں طالب پر ذکر و فکر کے ذریعے محبتِ الٰہی کا غلبہ کیا جاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں اَعْلَمُ اَنَّ اللہ تعالیٰ یَمُنُّ علی من یشاء من من عبادہ الاولیاء فخصہ بطریقۃ السلوک [۱] یعنی جان لو کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں میں سے جس کسی پر احسان کرنا چاہتا ہے تو اس کو سلوک کا طریقہ عطا فرما دیتا ہے۔

مزید برآں حضرت محدثؒ سلوک کو جذب پر ترجیح دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سلوک کا طریقہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال کے ساتھ ہی خلوق کی طرف منتقل ہوا ہے اور یہ واسطوں ذریعوں کے ذریعے تربیتِ روحانی کا انتظام ہے۔ یہ طاعات کے ساتھ اعضاء و جوارح کی تہذیب، ذکر و تزکیہ کے ساتھ قوائے نفسانیہ کی تطہیر، خدا اور اس کے رسولؐ سے عشق، علم کی نشر و اشاعت، اصلاحِ خلق، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر غرضیکہ ایسے تمام امور کی جانب راجح ہے کہ جن سے عوام الناس کو فائدہ پہنچے [۲]

جنیدیہ کے ہاں سلوک کا طریقہ رائج ہے اور وہ بڑا منظم اور مربوط ہے۔

---

[۱] فیوض الحرمین ص۲۶ [۲] فیوض الحرمین ص۳

Marfat.com

۲۔ تلقینِ ذکر

جنیدیہ سلسلے میں داخل ہوتے اور مرید بننے وقت جنیدیؒ مشایخ حسب ذیل تلقین ذکر کرتے ہیں جیسا کہ حضرت فرید الدین گنج شکرؒ نے فرمایا ہے کہ جنیدیہؒ مشائخ کے نزدیک ذکر تین کلمات پر مشتمل ہوتا ہے کہ جو شیخ اپنے مرید کو حلقۂ ارادت میں شامل کرتے وقت تلقین کرتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) کلمہ طیبہ (۲) سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ اکبر۔

(۳) یا حیُّ یا قیوم

مزید ارشاد فرمایا کہ طبقہ جنیدیہ کے ہاں یہ تلقین بارہ مرتبہ ہوتی ہے [۱]

۳۔ سلوک کے اصول

حضرت جنیدؒ کے فرمان کے مطابق سلوک کے طریق پانچ ہیں (۱) صوم یوم (دن کا روزہ) (۲) قیام اللیل (نوافلِ شب) (۳) اخلاصِ عمل (۴) اعمال کی کامل نگہداشت (۵) ہر حال میں توکّل بر خدا [۲]

۴۔ صحتِ سلوک کی شرائط

امام جنید بغدادیؒ کے طریق پر جو تمام طریقوں سے زیادہ حق کے قریب ہے مقصدِ سلوک تک پہنچنے کے لئے آٹھ شرائط ہیں (۱) دوام طہارت (۲) دوام صوم (۳) دوام سکوت (۴) دوام خلوت (۵) دوام ذکر الٰہی (۶) دوام نفی خواطر (۷) دوام ربطِ قلب بالشیخ (۸) ترک اعتراض بر حق تعالےٰ خواہ فائدہ ہو یا نقصان [۳]

لیکن یاد رہے کہ حضرت جنیدؒ کے ہاں دوام صوم کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی

---

[۱] راحت القلوب اردو ترجمہ صفحہ ۲۲ [۲] اللمع فی التصوف صفحہ ۲۱۷ امداد السلوک صفحہ ۱۴ [۳] امداد السلوک صفحہ ۳۲

Marfat.com

دوست مہمان آجائے تو روزہ کھول کر اس کے ساتھ شریک طعام ہو جانا چاہیئے۔ اسی طرح سکوت اور خلوت، ضروری تبلیغ وارشاد، ادائیگی حقوق العباد اور خدمت خلق میں حائل نہیں ہونا چاہیئے۔ ترک اعتراض کی اصل راضی بالقضا رہنا ہے۔ خواطر سے مراد بقول جنیدؒ خطرہ نفس جو دنیا اور اس کی عزت کی طرف کھینچتا ہے اور خطرہ شیطانی کہ جو شہوات کی طرف لے جاتا ہے۔[1]

حضرت گنج بخشؒ نے فرمایا ہے کہ طبقہ جنیدیہ میں بارہ سال خلوت کی مدت ہے۔ اہل سلوک کے قول کے مطابق تعین مدت سے مقصود یہ ہے کہ نفس امارہ کو ریاضت سے مغلوب کیا جائے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ خلیفہ ارشد قطب العالم حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی کتاب امداد السلوک کی فصل ۷ تا ۱۱ انہی شرائط کی وضاحت کے لئے وقف ہے۔

۵۔ مدارج سلوک

حلقہ جنیدیہ نے سلوک کے سو درجے مقرر کئے ہیں۔ انہوں نے سترہواں مرتبہ کشف و کرامت کا مقرر کیا ہے۔ پس جو شخص اس سترہویں درجے میں کشف و کرامات میں مشغول ہو جائے تو وہ آگے ترقی نہیں کر سکتا۔ کامل مرد وہی ہے جو سارے مرتبے طے کر لینے سے پیشتر کشف نہ کرے۔[3]

۶۔ اہمیت مراقبہ

جُنیدیہ سلوک میں سب سے اہمیت مراقبہ باطن کی ہے۔ حضرت جنیدؒ خود اپنی روحانیت کا راز یہی بتایا کرتے تھے۔ انہوں نے مسلسل چالیس سال تک گھر کی ایک سیڑھی کے نیچے بیٹھ کر مراقبہ کیا تھا۔ ان کا قول یہ بھی ہے کہ جس کی نگرانی (مراقبہ ورعایت) درست ہو اس کی ولایت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔[4]

---

[1] امداد السلوک ص۸۶ [2] راحت القلوب اردو ترجمہ ص۲۱ [3] فوائد السالکین ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اردو ترجمہ ص۱۶

[4] عوارف المعارف اردو ترجمہ ص۵۴۳

Marfat.com

حضرت جنیدؒ کا فرمان ہے اشرف المجالس و اعلاها الجلوس مع الفکرة فی میدان التوحید[۱] یعنی بہترین اور بلند و بالا مجلس تفکر کے ساتھ میدانِ توحید میں بیٹھنا ہے۔

حضرت جنیدؒ یہ بھی فرماتے ہیں التصوف ان تجلس ساعة معطلة من ملاحظة کل شیءٍ[۲] یعنی تصوف یہ ہے کہ تم گھڑی بھر ہر چیز کے ملاحظے سے معطل ہو کر بیٹھو۔

۷۔ سرکارِ دربار سے اجتناب

شیخ فریدالدین گنج شکرؒ نے فرمایا کہ خواجہ جنیدؒ کے عہد میں لکھا ہوا ہے کہ تمام مذاہب میں صاحبِ فقر کو اہلِ دنیا سے راہ و رسم رکھنا اور امراء و حکام کے ہاں آمد و رفت رکھنا حرام ہے۔[۳]

۸۔ خدمتِ خلق

حضرت فریدالدین گنج شکرؒ نے فرمایا کہ حضرت جنید بغدادیؒ جب سجادے پر بیٹھ کر یادِ حق میں مشغول ہوتے اور کوئی آجاتا تو نوافل و اذکار چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کی حاجت روائی فرماتے۔

۹۔ طہارتِ قلب و اصلاحِ باطن

حضرت گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کے عہد میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اس راہ میں اصول دل کی اصلاح ہے اور یہ دل کی درستگی، صلاح و صفا اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ سالک اپنے باطن کو تمام مذموماتِ دنیاوی یعنی غل و غش، حسد و تکبر اور حرص اور بخل سے پاک کر لے اور دل مذموم کو ان سے صاف کر لے جو کام کی بات ہے اور درویشی کا جوہر بھی اسی مقام پر ظاہر ہوتا ہے۔[۴]

---

[۱] رسالہ قشیریہ صک [۲] اتباہ فی السلاسل اولیاء ص۲۳ [۳] اسرار الاولیاء ص۵۳، راحت القلوب ص۱۲۰
[۴] راحت القلوب اردو ترجمہ ص۱۲

Marfat.com

۱۰۔ جنیدیہ کا لباس

حضرت گنج شکرؒ نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ جنیدؒ کا طبقہ اور بعض مشایخ پاجامہ گوڈری کا اور پیراہن اور عمامہ عام کپڑے کا پہنتے ہیں [۱]

۱۱۔ فضیلتِ صحو

حضرت جنیدؒ نے سکر کے مقابلے میں صحو (ہوش) کو ترجیح دی ہے اور جنیدیہ اصحابِ صحو ہو گزرے ہیں۔ سکر یعنی عشقِ الٰہی میں مدہوشی بھی صفت برحق ہے لیکن اس کا غلبہ بعض اوقات نقصان کا باعث بنتا ہے۔ حضرت گنج بخشؒ بیان فرماتے ہیں کہ اہلِ معانی کے نزدیک سکر کے معنیٰ اللہ تعالیٰ کے عشق محبت کے غلبے کے ہیں اور صحو کے معنیٰ ہیں حالتِ ہوش رہ کر عبادات و طاعات کی تعمیل کرنا۔

ایک گروہ صحو کو سکر پر فضیلت دیتا ہے اور یہ گروہ حضرت جنیدؒ اور ان کے متبعین کا ہے۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سکر سے آفات اور لغزشیں پیدا ہو سکتی ہیں خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ صاحبِ سکر ایک نبی نہیں بلکہ امتی ہوتا ہے۔ سکر بہر کیف ہوش و خرد کی پریشانی ہے اور جو شخص علم و فہم اور حواس کی سلامتی نہ رکھتا ہو گا اسے لامحالہ مسائل فکری و نظری کی صحیح تحقیقات کا فائدہ حاصل نہ ہو سکے گا [۲]

مولانا سید ابوالحسن ندوی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے رسالہ العبودیہ کے حوالے سے سکر پر صحو کی برتری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہلِ صحو ایسے صاحبِ تمیز ہوتے ہیں کہ ان کو اشیاء اور امور اپنی اصل حالت اور صحیح صورت میں نظر آتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ مخلوقات ان کے لئے معدوم اور غیر مشہود ہو جائیں، وہ اللہ کے حکم اور ارادے کے ساتھ قائم، اس کی مشیئت کے تابع اور مسخر نظر آتی ہیں بلکہ تسبیح و اطاعت میں مشغول۔ اس طرح یہ مشاہدہ ان کی

---

[۱] اسرار الاولیاء اردو ترجمہ ص۵۵ [۲] کشف المحجوب ص ۲۲۸ - ۲۲۹

Marfat.com

بصیرت اور تذکیر کو بڑھاتا ہے اور ان کی معرفت، اخلاص، توحید و عبادت میں اضافہ کرتا ہے۔
یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف قرآن نے دعوت دی اور یہی مومنین و محققین اور عارفین و کاملین کا مقام ہے۔ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سب کے امام اور سرگروہ ہیں اور ان میں سے سب سے اکمل و اعلےٰ ہیں۔ اس لئے کہ جب آپ کو معراج ہوئی، آپ نے وہاں آیاتِ الٰہی کا مشاہدہ کیا، ہمکلامی اور سرگوشیاں ہوئیں پھر اس عالم میں تشریف لائے تو آپ کی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا اور نہ کسی نے اس کا اثر محسوس کیا حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایسے مواقع پر ایک بے خودی اور بے ہوشی طاری ہو جایا کرتی تھی [۱]

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ رقمطراز ہیں یاد رہے کہ صبر و رضا اور ایسے ہی مقاماتِ بلند صرف ہوشیاروں اور بیداروں کے لئے مخصوص ہیں جن کو اہلِ صحو اور تمکین کہتے ہیں۔ اسی لئے عقلمندوں کو دیوانوں پر فضیلت دی جاتی ہے۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے۔ لِلّٰہِ عِبادٌ عقلاء و مجانین والعقلاءُ افضلُ [۲] یعنی اللہ کے بندوں میں فرزانے اور دیوانے دونوں طرح کے ہوتے ہیں لیکن عقل مند بہتر اور افضل ہیں۔

حضرت جنیدؒ، حضرت ابوبکر واسطیؒ اور حکیم محمد بن علی ترمذیؒ وغیرہ مشایخ اس بات پر متفق ہیں کہ کرامت ہمیشہ حالتِ سکر کی بجائے حالتِ صحو و تمکین میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے بڑھ کر ایک اور چیز ہے اور وہ اسرارِ الٰہی کی حفاظت ہے جو اہلِ صحو سے مخصوص ہے جیسا کہ خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کامل ہے وہ کسی طرح بھی بھید کو ظاہر نہیں کرتا۔ اسرارِ الٰہی کے لئے خاص قسم کا حوصلہ اور کوشش درکار ہے سو اس کام کے لئے اہلِ صحو زیادہ مناسب ہیں [۳]

بلاشبہ حضرت جنیدؒ کا عالمِ انسانیت اور روحانیت پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے صحو پر زور دے کر پابندیٔ شریعت کی اہمیت بڑھائی، صوفیاء کا وقار بلند کیا، انہیں ہدفِ ملامت بننے سے بچایا اور خدمتِ خلق کے لئے میدان ہموار کیا۔

---

[۱] تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۱۷۹ [۲] مکتوباتِ شیخ عبدالحقؒ اردو ترجمہ ج ۲ ص ۱۶۵ [۳] سیر الاولیاء اردو ترجمہ ص ۳۱۲

Marfat.com

۱۲۔ اکلِ حلال

جنیدیہ اکلِ حلال پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں اس غرض کے لئے ان کے ہاں کام کاج کرنے اور کسب کر کے روزی کمانے کو بہتر خیال کیا جاتا ہے۔ فتوح قبول کرنے کے لئے سخت شرائط مقرر ہیں۔ جب تک دینے والا پرخلوص نہ ہو اور لینے والے کی خودداری برقرار نہ رہتی ہو، فتوح قبول کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہاتھ سے کما کر کھانا اور دوسروں پر بوجھ نہ بننا یقیناً ایک قابلِ تعریف بات ہے۔ بغدادی مکتبِ طریقت کی اس خوبی کا دوسرے مکاتبِ طریقت میں کوئی جواب نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض تن آسان صوفی اپنی کج فہمی کی وجہ سے بلا وجہ کسب کے معاملے میں صوفیائے بغداد پر اعتراض کیا کرتے تھے قوت القلوب میں تحریر ہے کہ حضرت ابوجعفر فرغانیؒ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم حضرت جنیدؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔ بات کچھ ایسے لوگوں کے بارے میں چل نکلی کہ جو مسجدوں میں جا بیٹھتے ہیں، صوفیہ کے مشابہ بنتے ہیں، حقوق ادا کرنے اور کام کاج کرنے سے گریز کرتے تھے۔ ان کا وتیرہ یہ تھا کہ ان لوگوں پر اعتراض کیا کرتے تھے جو بازار میں کام کاج کرتے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ اعتراض بے جا ہے۔ بازار میں تو ایسے بھی کتنے لوگ ہیں کہ اگر انہیں مسجد سے نکال باہر کریں اور ان کی جگہ پر خود بیٹھ جائیں کیونکہ وہ لوگ مسجد میں مسندِ رشد پر بیٹھنے کے زیادہ اہل ہیں بے شک میں ایسے آدمی کو بھی جانتا ہوں کہ جو بازار میں کاروبار کرتا ہے لیکن روزانہ تین سو رکعات نفل اور تیس ہزار تسبیحات پڑھتا ہے۔ حضرت فرغانیؒ کا بیان ہے کہ حضرت جنیدؒ کا یہ اشارہ ان کی اپنی ذات کے بارے میں تھا۔

۱۳۔ خرقہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے

Marfat.com

زمانے میں خرقہ کی رسم جاری ہوئی اور اس کے بعد بیعت کا دستور جاری ہوا اور ارتباط ان امور کے روشن سلسلے کا متحقق یعنی صحیح و ثابت شدہ ہے۔ ارتباط یعنی رابطے کی صورتیں جو مختلف ہیں ان سے کچھ ضرر نہیں [1] خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا فرمان ہے کہ حضرت جنیدؒ نے حضرت شبلیؒ کو خرقہ پہنایا تھا تو فرمایا تھا جو کچھ ہمارے پیر نے ہمیں دیا تھا وہ ہم نے تمہیں ادا کر دیا۔ باقی اب اللہ تعالیٰ سے تمہارا واسطہ ہے [2]

ناظم
صوفی محمد رفیق طارق ابن قاسم
نقشبندی

---

[1] انتباہ فی سلاسل اولیاء ص ۳ [2] سیر الاولیاء اردو ترجمہ ص ۳۳

Marfat.com

باب ہفتم

اصحاب و تلامذہ

؎ یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر جگہ می نگری انجمنے ساختہ اند

Marfat.com

جو شخص تجرید و تفرید اور فنا و بقا غرضیکہ روحانی مدارج کے معراج کمال کے بعد پھر خلق خدا کی طرف متوجہ ہو اور قطب ارشاد کی مسند کو زینت دے کر دعوت وہدایت کا فریضہ سرانجام دے خداوند تعالیٰ اس کی زبان میں تاثیر عطا کرتا ہے اور مخلوق کو اس کا گرویدہ بنا دیتا ہے۔ ایسا مرشد مرشدِ کامل ہوتا ہے اس کی تربیت مسِ خام کو کندن، اور ناقصوں کو کامل بنا دینے میں کیمیا تاثیر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جنیدؒ کے دامانِ تربیت سے ایسی باکمال ہستیاں منصۂ شہود پر آئیں کہ جو آسمانِ طریقت کی مہر و ماہ ثابت ہوئیں۔ ان کی صحبت و تربیت، وعظ و نصیحت اور دعوت و تلقین سے جو لوگ فیضیاب ہوئے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان سب کی ذواتِ مقدسہ، خلقِ خدا کے لئے سراپا خیر و برکت تھیں۔ حضرت جنیدؒ کے مشہور اصحاب تلامذہ اور مریدین کا مختصر سا تعارف پیشِ خدمت ہے۔

۱۔ حضرت ابوالحسین نوریؒ (م۔۲۹۵ھ)

ابوالحسین احمد بن محمد خراسانی نوریؒ حضرت جنیدؒ کے گہرے دوست اور مرید باصفا تھے طبیعت سکر کی طرف مائل تھی لیکن حضرت جنیدؒ کی تربیت کے زیرِ اثر رہ کر غلبۂ سکر کے اثرات سے محفوظ ہو گئے۔

حضرت ابوبکر تغلیسیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت نوریؒ مسجدِ شونیزیہ میں تشریف لاتے تھے تو ان کے طلعتِ نورانی کی روشنی سے چراغوں کی لویں دھیمی اور دھندلی پڑ جاتی تھیں۔ اسی لئے وہ نوری کہلاتے ہیں [۱]

ے وہ آئے بزم میں اتنا تو ہم نے دیکھا میرؔ پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

تصوّف و طریقت میں آپ مرتبۂ بلند رکھتے ہیں۔ مسائلِ تصوف پر ان کے بہت سے اشعار محفوظ ہیں۔ حضرت نوریؒ کا وصال حضرت جنیدؒ کی زندگی کے آخری زمانے میں ہوا۔ بہت آزردہ خاطر ہوئے اور فرمایا ذھب نصف ھٰذا العلم بموت النوری [۲] یعنی نوری کے چلے جانے سے تصوّف کا آدھا علم بھی رخصت ہو گیا۔ مشائخ بغداد کہا کرتے تھے کہ نوری صاحب الوفا جنید صاحب الحرمۃ

---

[۱] الطبقات الکبریٰ ج ا ص۱۲۶ [۲] نفحات الانس ص۴۴

Marfat.com

رویم صاحب الادب اور شبلی مستغرق فی الوجد ہیں ۔[1]

حضرت المرتعش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نوریؒ کو یہ فرماتے سنا ہے من رایتہٗ یدعی مع اللہ حالۃً تخرجہ عن حد العلم الشرعی فلا تقربنّ منہ[2]

ترجمہ :۔ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ جو روحانی معاملے میں کسی ایسی حالت کا دعویٰ کر رہا ہو جو اسے حدود شریعت سے باہر نکال دیتی ہے تو تم ہرگز اس کے قریب نہ پھٹکو یعنی وہ خود گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے ۔

۲۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ (م ۳۳۴ھ)

نام دلف بن جحدر یا جعفر بن یونس تھا خراسانی الاصل ہیں لیکن مولد و منشا بغداد ہے ۔ حضرت خیر النساجؒ کی مجلس میں توبہ کی اور پھر حضرت جنیدؒ اور دیگر مشائخ وقت کی صحبت میں رہے حتیٰ کہ وہ علم و حال میں یکتائے زمانہ بن گئے ۔[3]

طریقت میں آنے سے پہلے علوم ظاہرہ کی تحصیل کر چکے تھے ۔ کتابت حدیث کی تھی اور موطا امام مالکؒ انہیں حفظ تھی ۔ حضرت جنیدؒ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ تم شبلی کو اس نظر سے نہ دیکھا کرو جس طرح دوسروں کو دیکھتے ہو کیونکہ وہ عینٌ من عیون اللہ ہیں ۔ ایک موقعے پر یہ بھی فرمایا تھا کہ ہر قوم کا تاج ہوا کرتا ہے اور ہم اہلِ تصوف کے تاج شبلی ہیں ۔ قاضی ابن خلکانؒ لکھتے ہیں کہ حضرت شبلیؒ شریعتِ مطہرہ کی حد سے زیادہ تعظیم کیا کرتے تھے ۔ جب رمضان کا مہینہ آجاتا تو طاعاتِ الٰہی میں خوب سرگرم ہو جاتے اور فرمایا کرتے ھذا شھرٌ عظّمہ ربی فانا اولی بتعظیمہٖ[4] یعنی اس مہینے کو میرے رب نے عزت بخشی ہے اس لئے میری سب سے زیادہ ذمہ داری ہے کہ میں اس کی زیادہ تعظیم کروں ۔

اپنے عہدِ شباب میں وہ خلیفہ وقت کے حاجب اور درباری رہے تھے ۔ زندگی کے

---

[1] طبقات الصوفیہ ہروی ص ۱۵۶ [2] رسالہ قشیریہ ص ۳۶ [3] طبقات الصوفیہ ص ۳۳۷
[4] وفیات الاعیان ج ۱ ص ۲۲۵

Marfat.com

آخری ایام میں عہدِ ماضی یاد آجاتا تو اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔ ؎

وَکَمْ مَنْ موضعٍ لَوْمُتُّ فیہ ۔۔۔ لکنتُ بہٖ نکالاً فی العشیرہ

ترجمہ۔ کتنے ایسے مقامات ہیں جہاں اگر میں مرگیا ہوتا تو اہلِ قبیلہ کے لئے عبرت کا نشان بنتا۔ توبہ کے بعد عمر بھر عشقِ الٰہی میں سرشار رہے۔ اس رات جو ان کی زندگی کی آخری رات تھی، ساری رات یہ شعر وردِ زبان رہے ؎

کُلُّ بیتٍ اَنْتَ ساکنہ ۔۔۔ غیرُ محتاجٍ الی السُّرُجِ

وجھکَ المامولُ حُجّتنا ۔۔۔ یومَ یاتی الناس بالحجج [1]

ترجمہ:۔ جس گھر میں تو رہتا ہے، اسے چراغوں کی حاجت نہیں ہے۔ جہاں تیرا ڈیرا ہے وہاں سویرا ہی سویرا ہے۔ جس روز لوگ اپنی اپنی حجت لائیں گے، ہمارے لئے تیرا پُرجمال چہرہ جس کے ہم آرزومند ہیں، ہماری حجت ہوگا۔

حضرت جعفر بن نصیرؒ حضرت شبلیؒ کے خادم تھے انہوں نے کیفیتِ وصال بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت شبلیؒ بسترِ مرگ پر چند لمحوں کے مہمان تھے۔ زبان مبارک بند ہوگئی تھی اور پیشانی پر ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ آنے لگا تھا۔ اس موقع پر مجھے اشارے سے پاس بلایا اور وضو کرانے کے لئے فرمایا چنانچہ میں نے وضو کرایا لیکن ریش مبارک میں خلال کرنا بھول گیا۔ انہوں نے فوراً میرا ہاتھ پکڑا اور انگلی سے اپنی ریش میں خلال کرنے لگے۔

حضرت جعفر خلدیؒ جب یہ واقعہ بیان کرتے تھے تو بے اختیار اشکبار ہوجایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے لوگو بتاؤ تو سہی یہ کیسا باکمال شخص تھا کہ جس نے زندگی کی آخری سانس تک شریعت کے آداب میں سے ایک ادب بھی فوت نہیں ہونے دیا [2]

حضرت شبلیؒ نے ستاسی سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ مزار پرانوار امام اعظمؒ کے مزار مبارک کے پاس قبرستانِ خیزرانیہ بغداد میں مرجع خلائق ہے۔

---

[1] اللمع فی التصوف صفحہ ۲۰۹ [2] اللمع فی التصوف صفحہ ۱۰۴، نفحات الانس صفحہ ۱۲۶

Marfat.com

۳۔ حضرت ابو محمد جریریؒ (م ۔ ۳۱۱ھ)

ابو محمد احمد بن محمد الجُریریؒ (بضم الجیم) حضرت جُنیدؒ کے اصحاب کبار میں سے تھے اور مشایخ طریقت کے ائمہ میں سے ہیں حضرت جُنیدؒ کے وصال کے بعد اپنے احوال میں کمال اور صحت علم کی بدولت ان کی جگہ مسند نشین ہوئے[۱] یہ مسند نشینی حسب وصیت جُنیدؒ عمل میں آئی تھی۔ نوریؒ، شبلیؒ اور رویمؒ کو چھوڑ کر ان کی جانشینی ہیں غالباً یہ مصلحت تھی کہ وہ فقہ اور شریعت کے بہت بڑے عالم تھے اور ان کے بارے میں ان حضرات کے برعکس غلبۂ سکر کی کوئی روایت نہیں ہے۔

حضرت جریریؒ کے اقوال میں سے ہے کہ ایمان کا دوام، دین کا قیام اور بدن کی اصلاح تین چیزوں پر منحصر ہے (۱) اکتفا (۲) اِتقاء (۳) رزقِ حلال۔ پس جو شخص ذاتِ حق پر اکتفا کرتا ہے اس کی عادات یقیناً عمدہ ہو جائیں گی اور جو شخص منکرات سے بچے گا اس کی سیرت پاکیزہ بن جائے گی۔ اسی طرح جو شخص اپنی غذا کی حفاظت کرے گا اس کا نفس عبادت و ریاضت سے نہایت صحت مند فوائد حاصل کرلے گا۔ مختصر یہ کہ اکتفا کا ثمرہ صفائے معرفت، اتقاء کا نتیجہ تزکیۂ نفس اور حسنِ خلق ہے جبکہ غذا میں احتیاط کا پھل تندرستی اور طبیعت کے اعتدال کی شکل میں ملتا ہے[۲]

۴۔ حضرت رویمؒ (م ۔ ۳۰۳ھ)

حضرت رُویم بن احمدؒ اہل بغداد کے جلیل القدر شیخ، حضرت جنیدؒ کے نامور شاگرد، قرآن کے قاری اور داود ظاہریؒ کے فقہی مسلک کے پیرو تھے۔ انہوں نے بغداد کا عہدۂ قضا قبول کر لیا تھا لیکن دنیاوی کاموں کی مصروفیت اور ملازمت کی مشغولیت کے باوجود ان کا دل ذکر الٰہی سے معمور رہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم فارغ مشغول ہیں جبکہ رویمؒ مشغول فارغ ہیں[۳]

---

[۱] طبقات الصوفیہ ہروی ص ۲۹۲-۲۹۳ [۲] طبقات الصوفیہ ص ۲۶۲ - ۲۶۳ [۳] تذکرۃ الاولیاء ص ۳۷۷، نفحات الانس ص ۹۵

Marfat.com

حضرت رویمؒ سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا محبت دراصل ہر حال میں اپنے محبوب سے موافقت کرنے کا نام ہے۔ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

وقلت لی مت مت سمعاً وطاعۃً   وقلت لداعی الموت اھلاً ومرحب [۱]

یعنی اے محبوب تو اگر مجھے مرجانے کا حکم دے گی تو میں تعمیل ارشاد میں فوراً جان سے گزر جاؤں گا اور موت کے فرشتے کو خوش آمدید اور مرحبا کہوں گا۔

۵۔ حضرت ابوعلی روذباریؒ (م۔۳۲۲ھ)

کسریٰ ایران کے شاہی خاندان سے اور بغداد کے باشندے تھے لیکن بعدازاں مصر میں مقیم ہو گئے تھے۔ عالم، فقیہ، حافظ حدیث اور عارف باللہ تھے۔ پہلے کسی اعلیٰ سرکاری عہدے پر متمکن تھے۔ حضرت جنیدؒ کا وعظ سننے کا اتفاق ہوا تو وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اپنے اساتذہ پر فخر کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ تصوف میں میرے استاد حضرت جنیدؒ فقہ میں ابن سریجؒ، ادب میں ثعلبؒ اور حدیث میں حضرت ابراہیم الحربیؒ ہیں [۲] حضرت روذباریؒ بڑے ایثار پیشہ اور فیاض واقع ہوئے جب سائل کو کچھ دیتے تو اپنا ہاتھ ہمیشہ نیچے رکھتے [۳] ان کے سامنے ایک شخص نے کسی مدعیٔ تصوف کے بارے میں بتایا کہ وہ راگ رنگ کا شوقین ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرے لئے حلال ہے کیونکہ میں پہنچا ہوا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا ہاں وہ پہنچا ہوا ضرور ہے لیکن جہنم میں [۴] ان کا قول ہے کہ جو شخص صبر نہیں کرتا وہ رضا سے نا آشنا ہے اور جو شکر نہیں کرتا اسے کمال حاصل ہو ہی نہیں سکتا [۵] ان کا مزار حضرت ذوالنون مصریؒ کے مزار کے جوار میں قرافہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

۶۔ حضرت ابن عطا آدمیؒ (م۔۳۰۹ھ)

ابوالعباس احمد بن محمد بن سہل بن عطا الآدمیؒ نے حضرت ابراہیم مارستانیؒ اور حضرت جنیدؒ

---

[۱] طبقات الصوفیہ ص۱۸۴ [۲] اللمع فی التصوف ص۱۴۱، طبقات الصوفیہ ص۳۶۱، صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص۲۵۷ [۳] کتاب مذکور

[۴] طبقات الصوفیہ ص۳۵۶ [۵] کتاب مذکور ص۳۵۷

Marfat.com

وغیرہ سے فیضِ صحبت اٹھایا۔ حضرت جنیدؒ کے تمام مریدوں میں سے علم و فضل میں برتر سمجھے جاتے ہیں۔ تفسیر، قرأت اور لغت کے بہت بڑے عالم اور قرآن فہمی کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔ عمر بھر کے تدبّرِ قرآن کا ماحصل یہ بتایا کرتے تھے کہ سارے قرآن میں دو ہی چیزیں ہیں (۱) آداب عبودیت کی مراعات (۲) حق ربوبیت کی تعلیم۔

حضرت جنیدؒ اور حضرت ابن عطاؒ کے درمیان غنی شاکر اور فقیر صابر کی فضیلت کے بارے میں اختلاف رائے ہوا لیکن شکر رنجی کی نوبت نہیں آئی۔

ان کا یہ قول بڑا مشہور ہے مَنْ الزم نفسه آداب الشریعة نوّر الله قلبه بنورِ المعرفةِ ولا مقام اشرف من مقام متابعة الحبیب صلی الله علیه وآله وسلّم فی اوامرہ وافعاله واخلاقه والتادب بادابه قولاً وفعلاً وعزماً وعقداً ونیةً [1]

ترجمہ:۔ جس شخص نے اپنے آپ پر آداب شریعت کو لازم قرار دے دیا اللہ تعالےٰ اس کے دل کو نورِ معرفت سے منوّر کر دے گا۔ یقیناً کوئی مقام حبیبِ پاکؐ کے احکام، افعال اور اخلاق میں متابعت کے مقام اور اپنے قول، فعل، عزم، ارادے اور نیت کو آدابِ نبوی کے مطابق ڈھالنے سے بڑھ کر نہیں ہے۔

۷۔ حضرت جعفر خلدیؒ (م ۔ ۳۴۸ھ)

ابو محمد جعفر بن محمد بن نصیر الخواصؒ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے۔ حضرت جنیدؒ کی صحبت میں رہے اور ان کے شہرت یافتہ مریدوں میں سے تھے۔ ساٹھ کے قریب حج کئے۔ لوگ مسائل تصوّف بالخصوص مشائخ کے ملفوظات، حکایات اور سِیَر کے بارے میں ان سے رجوع کیا کرتے تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس ایک سو بیس سے زیادہ صوفیوں کے دیوان ہیں۔ انہوں نے حکایات الاولیاء کے نام ایک کتاب لکھی تھی جو

---

[1] طبقات الصوفیہ ص ۲۶۸

Marfat.com

اب ناپید ہے۔ چونکہ وہ نامور محدث اور روایت و درایت کے ماہر تھے اس لئے انہوں نے اس کتاب میں بڑی کدوکاوش کی تھی۔ حضرت خلدیؒ حضرت جنیدؒ کے اقوال واحوال پر سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کے نامور شاگرد شیخ ابونصر سراج نے اپنی کتاب اللمع میں حکایات الاولیاء میں درج حضرت جنیدؒ کے بعض واقعات اور اقوال کو محفوظ کرلیا ہے۔ حضرت خلدیؒ نے اپنے ایک ساتھی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ دعوے کرنے سے بچا کرو اور اوامر کی تعمیل کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ میں سیدنا جنیدؒ سے اکثر سنا کرتا تھا کہ جس شخص نے اپنے معاملے کو خلوص پر مبنی رکھا اللہ تعالیٰ اسے جھوٹے دعوے کرنے سے محفوظ رکھے گا[۱]۔ حضرت خلدیؒ نے پچانوے سال کی عمر میں خلد بریں کی راہ لی اور شونیزیہ میں حضرت سریؒ اور حضرت جنیدؒ کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔

۸۔ حضرت مُرتعش نیشاپوریؒ (م۔ ۳۲۸ھ)

ابو محمد عبداللہ بن محمد المرتعش نیشاپوریؒ، حضرت ابوحفص نیشاپوریؒ اور حضرت ابوعثمان حیریؒ کے اصحاب میں سے تھے۔ بغداد حضرت جنیدؒ سے ملنے کے لئے آئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت جنیدؒ سے فیضانِ صحبت پایا اور بڑی شان والے بزرگ ثابت ہوئے۔ قیام مسجد شونیزیہ میں رہتا تھا۔ عراق کے مشائخ کہا کرتے تھے کہ بغداد کے عجائبات تین ہیں۔ (۱) اشاراتِ شبلیؒ (۲) نکاتِ مرتعشؒ اور (۳) حکایاتِ جعفر خلدیؒ [۲]

حضرت مرتعش بڑے دولتمند آدمی تھے مگر سارا مال راہِ خدا میں دے کر بزرگوں کے قدموں میں آبیٹھے تھے۔ حضرت ابوعبداللہ الرازیؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت مرتعش مسجد شونیزیہ میں وفات پانے لگے تو میں اس وقت وہاں موجود تھا، فرمانے لگے ذرا میرا قرض کا کھاتہ دیکھو۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت دس درہم کا قرض ہے۔ فرمایا میرا خرقہ اس قرض کے بدلے میں رکھ دو۔ امید ہے اللہ تعالیٰ میرے کفن کا بندوبست کر دے گا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے خدا سے تین

---

[۱] طبقات الصوفیہ ص۴۳۷ [۲] کتاب مذکور ص۳۴۹

Marfat.com

دعائیں مانگی تھیں اور وہ پوری ہوئی ہیں۔ ایک دعا یہ تھی کہ خدا مجھے حالتِ فقر پر موت دے دوسری یہ کہ میری وفات اسی مسجد میں ہو جہاں میں نے کئی بزرگوں سے صحبت کا فیض پایا ہے اور تیسری یہ ہے کہ میرے اردگرد ایسے لوگ موجود ہوں جن سے مجھے اُنس و محبت ہے۔ اس کے بعد آنکھیں بند کرلیں اور گھڑی بھر کے بعد جاں بحق ہو گئے [1]

ان سے ایک بار کہا گیا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے فرمانے لگے میرے نزدیک جس شخص کو اللہ تعالےٰ اپنے نفس کی مخالفت پر قدرت عطا کردے وہ پانی پر چلنے اور ہوا میں اڑنے والے سے زیادہ عظیم المرتبہ ہے [2]

۹۔ حضرت مُمشاذ دینوریؒ (م۔ ۲۹۹ھ)

عراق کے مشائخ کبار میں سے شمار کئے جاتے ہیں ظاہری و باطنی علوم اور کرامات و تصرفات میں اپنی مثال آپ تھے۔ وہ حضرت جنیدؒ کے کامل و اکمل مریدوں میں سے ہیں اور سلسلہ سہروردیؒ کے ممتاز شیخ ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کسی بزرگ کے پاس استفادے کی غرض سے گیا تو تمام نسبتوں، علوم اور معرفتوں سے خالی ہو کر گیا اور ان برکتوں کا منتظر رہا جو اس بزرگ کی صحبت کے طفیل مجھ پر نازل ہوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو شخص کسی بزرگ کے پاس کچھ لئے ہوئے گیا وہ اپنی اس معرفت کے زعم میں برکات سے محروم رہتا ہے۔ ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ مرید کا ادب چار چیزوں میں ہے (۱) بزرگوں کی حرمت کا لحاظ رکھنا (۲) پیر بھائیوں کی خدمت کرنا (۳) اسباب پر زیادہ بھروسہ نہ رکھنا (۴) اپنے آپ پر آدابِ شریعت کی حفاظت کرنا [3]

۱۰۔ حضرت ابوعبداللہ بن الجلاءؒ (م۔ ۳۰۶ھ)

ابو عبداللہ احمد بن یحییٰ بن الجلاءؒ اصل میں اہلِ بغداد میں سے تھے لیکن اقامت رملہ

---

[1] شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۱۷ - ۲۱۸ [2] مراۃ الجنان ج ۲ ص ۲۹۵، طبقات الصوفیہ ص ۳۵۲، صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۹۱

Marfat.com

اور دمشق میں اختیار کی۔ حضرت ابو تراب تخشبیؒ اور حضرت ذوالنون مصریؒ کی صحبت میں رہے تھے اور حضرت جنیدؒ کے اصحاب اور احباب میں سے تھے ان کا قول ہے کہ ایک عارف باللہ کی تمام جدوجہد رضائے الٰہی کے لئے ہوتی ہے اور وہ غیر اللہ یا شرک کی طرف ہرگز مائل نہیں ہوتا[1]

۱۱۔ حضرت ابو یعقوب نہرجوریؒ (م۔ ۳۳۰ھ)

ابو یعقوب اسحاق بن محمد نہرجوریؒ علماء مشائخ میں سے تھے۔ حضرت جنیدؒ، حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ اور ابو یعقوب سوسیؒ کی صحبتوں میں رہے۔ حرم کعبہ میں سالہاسال تک قیام پذیر رہے اور وہیں وصال ہوا۔ حضرت ابو عثمان مغربیؒ کہا کرتے تھے کہ میں نے حضرت نہرجوریؒ سے زیادہ کوئی نورانی شخصیت نہیں دیکھی[2]

حضرت ابوالحسن المزینؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت نہرجوریؒ کی وفات کے موقع پر موجود تھا میں نے انہیں کلمہ طیبہ کی تلقین کی تو مسکرا کر فرمایا اس ذات کی قسم جو موت کا ذائقہ نہیں چکھے گی، میرے اور اس کے درمیان حجاب عزت کے سوا اور کوئی پردہ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی محبوب حقیقی سے جا ملے۔ کسی شخص نے ان سے پوچھا کہ خدا کی طرف لے جانے والی کون سی راہ ہے۔ فرمایا جاہلوں سے بچو، عالموں کی صحبت میں رہو، علم کو کام میں لاؤ اور ہمیشہ ذکر کیا کرو۔

ان کا ایک قول یہ ہے کہ دنیا ایک سمندر ہے، آخرت اس کا ساحل ہے۔ تقویٰ سواری اور لوگ مسافر ہیں[3]

۱۲۔ حضرت ابوبکر کتانیؒ (م۔ ۳۲۲ھ)

ابوبکر محمد بن علی بن جعفر الکتانیؒ اہل بغداد میں سے تھے۔ حضرت جنیدؒ اور حضرت ابو سعید الخراز

---

[1] کشف المحجوب ص [2] طبقات الصوفیہ ص ۳۷۸ [3] کتاب مذکور ص ۳۸۰، نفحات الانس ص ۷۹ – ۸۰ –
طبقات الصوفیہ ہروی ص ۲۸۰

Marfat.com

کی صحبت میں رہے پھر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔ حضرت مرتعش کہا کرتے تھے کہ کتانی حرم کے چراغ ہیں۔ ؎۱

طبقات کبریٰ میں ہے کہ حضرت کتانیؒ کہتے ہیں کہ خواب میں مجھے زیارتِ نبوی ہوئی تو میں نے عرض کیا حضور میرے لئے دعا فرمائیں کہ میرا دل مردہ ہو۔ حضور پاکؐ نے فرمایا ہر روز چالیس مرتبہ یاحیُّ یاقیّومُ لاالٰہ الّاانت پڑھا کرو دل زندہ رہے گا۔

حضرت کتانیؒ کا قول ہے کہ جب تم خدا سے توفیقِ عمل مانگو تو دعا کے ساتھ ہی عمل کا آغاز بھی کر دیا کرو۔

۱۳۔ حضرت ابوالحسن مزینؒ (م۔ ۳۲۸ھ)

ابوالحسن علی بن محمد المزین بغدادی حضرت سہل تستریؒ اور حضرت جنیدؒ کے اصحاب میں سے تھے۔ وفات مکہ میں ہوئی جہاں وہ عرصہ سے مقیم تھے۔ بڑے پرہیز گار اور احوال میں عمدہ تھے۔ حضرت مزینؒ اپنے شاگردی کے دور کو یاد کرتے رہتے تھے۔ جب اپنے اساتذہ یاد آجاتے تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔ ایک روز متفکر بیٹھے تھے کہ اشکبار ہو گئے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا مجھے وہ دن یاد آگئے کہ جو میں نے ارادت میں گزارے تھے۔ کس طرح طریقت کی منزلیں طے کی تھیں اور کس طرح اپنے سردار ساتھیوں کی خدمت کی تھی۔ کیا خوب زمانہ تھا، احوال اچھے تھے ان میں کوئی دقیقہ نہیں پڑا تھا۔ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا ؎

منازلُ کنتَ تہواھا وتالفہا   ایام کنت علی الایام منصورا ؎۲

یعنی منزلیں تھیں جن سے تجھے الفت اور محبت تھی۔ ان دنوں تو تیری گردش روزگار کے مقابلے میں مدد کی جاتی تھی۔

ان کا مشہور قول ہے کہ جو شخص اپنے اعمال پر نازاں ہے وہ صاحبِ استدراج ہے اور جو اپنے بُرے احوال کو عمدہ خیال کرتا ہے وہ فریب خوردہ ہے اسی طرح جو اپنے آپ کو پہنچا ہوا

؎۱ طبقات الصوفیہ ص ۲۴۳، طبقات الصوفیہ ہروی ص ۳۶۷-۳۶۸ ؎۲ طبقات الصوفیہ ص ۳۸۵

Marfat.com

سمجھتا ہے وہ درحقیقت دام غرور میں گرفتار ہے [۱]

۱۴۔ حضرت ابو عمرو انماطیؒ

ابو عمرو علی بن محمد الانماطیؒ اہل بغداد اور حضرت جنیدؒ و حضرت ثوریؒ کے اصحاب میں سے تھے۔ حضرت ابن عطاؒ نے وقتِ وصال اپنی کتابیں ان کے سپرد کی تھیں اور انہی کے ذریعے لوگوں تک حضرت ابن عطاؒ کی تفسیر پہنچی۔

۱۵۔ حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ (م۔ ۲۹۷ھ)

وہ ساداتِ اہلِ طریقت میں سے ہیں اور حقائق و معارف میں ان کی تصانیف مشہور ہیں وہ اپنے آپ کو حضرت جنیدؒ کا مرید بتایا کرتے تھے حالانکہ انہوں نے کئی مشایخ کی صحبت اختیار کی تھی۔ دراصل اہل یمن میں سے تھے لیکن قیام مکہ میں رہا۔ وہاں سے انہوں نے حضرت جنیدؒ کو خطوط لکھے اور احوال پر تبادلہ خیالات کیا۔ جدہ کے قاضی مقرر ہوئے تو حضرت جنیدؒ نے اس امر کو پسند نہیں کیا۔ وفات بغداد میں ہوئی۔ حضرت جنیدؒ نے جنازے میں شرکت فرمائی لیکن امامت سے گریز کیا۔ وہ حضرت جنیدؒ کے ہم عمر اور روحانیت میں قریب قریب ہم مرتبہ سمجھے جاتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ عبادت میں نگہداشت بے شک تمہارے احوال میں تمہارا ساتھ دے گی یہاں تک کہ تم خدا سے جا ملو گے۔ اسی طرح تقویٰ ہے [۲]

۱۶۔ حضرت علی بن بندار صیرفیؒ (م۔ ۳۵۹ھ)

ابوالحسن علی بن بندار بن حسین الصیرفیؒ بزرگانِ نیشاپور میں سے تھے۔ ان کو جس قدر بزرگوں کی زیارت کرنے اور صحبت میں رہنے کا موقعہ ملا ہے کسی اور نصیب نہیں ہوا۔ نیشاپور میں حضرت ابو عثمان حیریؒ اور محفوظ کرخیؒ بغداد میں حضرت جنیدؒ، حضرت رویمؒ، حضرت سمنونؒ،

---

[۱] طبقات الصوفیہ ص ۳۸۵ [۲] کتاب مذکور ص ۲۰۳

Marfat.com

حضرت ابن عطاؒ اور حضرت جریریؒ شام میں حضرت مقدسیؒ حضرت ابن الجلاءؒ اور مصر میں حضرت ابوبکر مصریؒ، حضرت زقاقؒ اور حضرت روذباریؒ کی صحبتیں ان کو میسر آئیں [1]

ان کا قول ہے کہ فقیر وہ نہیں ہوتا جو اپنے فقر کا اظہار کرے بلکہ درحقیقت فقیر وہ ہوتا ہے جو اپنے فقر کو چھپاتا ہے اور خوش رہتا ہے۔

۱۷۔ حضرت فارس بن عیسیٰ صوفیؒ (م۔ ۳۴۵ھ)

حضرت ابوالطیب فارس بن عیسیٰ الدینوریؒ حضرت جنیدؒ اور حضرت ابن عطاؒ کی صحبت میں رہے ہیں پھر خراسان چلے گئے۔ سمرقند میں وفات پائی۔ علم حقیقت کے محقق اور صاحب تجرید و تفرید تھے۔

۱۸۔ حضرت ابوالحسن سیروانیؒ

ابوالحسن علی بن جعفر بن داؤد السیروانی الکبیرؒ دمیاط میں قیام تھا حضرت جنیدؒ، حضرت شبلیؒ حضرت ابوالخیر اقطعؒ اور حضرت کتانیؒ وغیرہ بزرگوں سے فیض پایا پھر مکہ میں اقامت پذیر ہو گئے

۱۹۔ حضرت ابن زیریؒ

ابوالحسین بن زیریؒ اصحاب جنید میں سے تھے اور فضلاء مشائخ میں ان کا شمار ہوتا ہے [2] حضرت ابوحفص نیشاپوریؒ جب بغداد آئے تو حضرت جنیدؒ نے حضرت ابن زیریؒ کو ان کی خدمت پر مامور کیا۔

۲۰۔ حضرت ابوبکر بن ابی سعدانؒ

ابوبکر احمد بن محمد بن ابی سعدان بغدادیؒ حضرت جنیدؒ اور حضرت نوریؒ کے اصحاب میں

---

[1] طبقات الصوفیہ ص۳۸۱ [2] اللمع فی التصوف ص۲۷۲

Marfat.com

سے تھے۔ وہ اپنے وقت میں تمام مشایخ سے زیادہ تصوف وطریقت کے امام تھے۔ فقہ اور شریعت کے ماہر تھے۔ حضرت ابوالحسن بن صدیقؒ اور حضرت فرغانیؒ کہا کرتے تھے کہ اس زمانے میں مشایخ طریقت میں سے کوئی باقی نہیں رہا سوائے دو شخصوں کے ایک حضرت روذباریؒ ہیں مصر میں اور دوسرے حضرت ابوبکر بن ابی سعدانؒ ہیں عراق میں۔ مزید برآں حضرت ابوبکرؒ حضرت روذباریؒ سے بھی زیادہ صاحب فہم وذکا ہیں۔ ان کا قول ہے اللہ سے وابستگی دراصل اس کی توفیق سے اپنے آپ کو غفلت، گناہوں، بدعت اور گمراہیوں سے بچانے اور روک دینے کا نام ہے[1]

۲۱۔ حضرت ابوسعید بن اعرابیؒ (م۔ ۳۴۱ھ)

ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد الاعرابیؒ بصری الاصل ہیں بعد ازاں مکہ میں مقیم ہو گئے اور شیخ الحرم بنے۔ وفات بھی پورا نوے سال کی عمر میں اس مقدس شہر میں پائی۔ انہیں حضرت جنیدؒ، حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ، حضرت نوریؒ، حضرت مسوحیؒ اور حضرت ابوجعفر حفارؒ کی خدمت اور صحبت میں رہنے کی سعادت حاصل تھی۔ جید عالم، محدث اور فقیہ تھے۔

علم حدیث حضرت ابوداؤد (م۔ ۲۷۵ھ) سے حاصل کیا تھا۔ افریقی ممالک اور ہسپانیہ کے علماء اور مشائخ ان کے پاس کسب فیض کے لئے آیا کرتے تھے چنانچہ صحاح ستہ میں سے سنن ابی داؤد حضرت ابن اعرابیؒ کے توسط سے سپین پہنچی اور وہاں پر حدیث کی نشر و اشاعت ہوئی۔

متقدمین صوفیاء کے بارے میں انہوں نے طبقات النساک لکھی تھی جو ناپید ہو چکی ہے البتہ اس کے اقتباسات اس فن کی قدیم کتابوں میں مل جاتے ہیں۔ حسن اتفاق سے ان کے شاگرد شیخ ابوطالب مکیؒ (م ۳۸۶ھ) کی کتاب قوت القلوب محفوظ ہے اس میں حضرت جنیدؒ اور دیگر مشائخ کے بارے میں حضرت ابن اعرابیؒ کی کچھ روایات موجود ہیں۔ رسائل جنیدؒ کا واحد قلمی نسخہ جو استنبول کے کتب خانہ کی زینت ہے اس کے لئے بھی ہم حضرت ابن اعرابیؒ

---

[1] طبقات الصوفیہ ص ۴۲۰ - ۴۲۲

Marfat.com

کے ایک شاگرد اسماعیل ابن سوداکین رح کے مرہونِ منت ہیں۔

۲۲۔ حضرت ابوجعفر سعید بن ترکان رح

۲۳۔ حضرت ابوالحسن علی بن ترکان رح

دونوں بھائی بغدادی مشائخ میں سے تھے لیکن رملہ میں سکونت اختیار کر چکے تھے۔ دونوں نے حضرت جنیدؒ سے فیض حاصل کیا تھا اور ان کی وفات کے بعد حضرت یعقوب بن الولیدؒ کی خدمت میں چلے گئے تھے۔

۲۴۔ حضرت ابوبکر واسطی رح (م۔ ۳۲۱ھ)

ابوبکر محمد بن موسیٰ الواسطی رح جو ابن الفرغانیؒ کے نام سے مشہور ہیں حضرت جنیدؒ کے قدیم مصاحبوں میں سے تھے۔ اہلِ فرغانہ سے تھے لیکن قیام مرو میں رہا۔ شیخ الاسلام عبداللہ انصاریؒ کہا کرتے تھے کہ حضرت واسطیؒ کے ایک استاد ہیں اور ایک ہی شاگرد۔ استاد حضرت جنیدؒ ہیں اور ان کے شاگرد حضرت ابوالعباس سیاری رح۔ حضرت واسطی رح علوم ظاہرہ کے بہت بڑے عالم تھے اور تصوف کے بارے میں جس طرح انہوں نے کلام کیا ہے کسی نے نہیں کیا۔ ان کا قول ہے کہ ہم کو ایسے زمانے سے پالا پڑا ہے جس میں نہ اسلام کے آداب ہیں، نہ جاہلیت کے دور کے اخلاق ہیں اور نہ اہلِ مروت کا سا حلم کہیں باقی رہا ہے [۱]

۲۵۔ حضرت ابراہیم بن مولد رح (م۔ ۳۴۲ھ)

ابواسحاق ابراہیم بن احمد المولد الرقیؒ شیخ الصوفیہ تھے۔ انہوں نے حضرت جنیدؒ سے علم تصوف حاصل کیا تھا۔ مزار مبارک شیراز میں ہے [۲]

---

[۱] طبقات الصوفیہ ص۳۳۳ [۲] شذرات الذہب ج ۲ ص۳۶۲

Marfat.com

ان کا قول یہ ہے کہ طاعت کی شیرینی اور حلاوت اخلاص کے ساتھ ہے اور یہ حلاوت تکبر کی وحشت سے جاتی رہتی ہے [۱]

۲۶۔ حضرت بنان بن محمد حمالؒ (م۔ ۳۱۶ھ)

ابوالحسن بنان بن محمد بن حمدان اصل میں اہل واسط سے تھے لیکن مصر میں مقیم ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔ وہ جلیل القدر مشایخ طریقت میں سے ہیں حق بات کہنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے میں شہرت رکھتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ اور دیگر مشایخ وقت کی صحبت اختیار کی۔ حضرت نوریؒ کے استاد تھے [۲]

۲۷۔ حضرت محمد بن علیان نسویؒ

وہ مشایخ نساء (خراسان) کے اکابر میں سے تھے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے انہیں حضرت جنیدؒ کے بزرگ ساتھیوں میں شمار کیا ہے۔

ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالٰی کے اپنے کسی بندے سے راضی ہونے کی کیا علامت ہے؟

جواب دیا کہ اس کی علامت یہ ہے کہ آدمی طاعات میں خوشی، جوش اور جذبہ ظاہر کرے اور گناہوں پر اسے گرانی ہو۔

۲۸۔ حضرت ابوبکر دقاقؒ (۲۹۰ھ)

مصر کے اکابر اور حضرت جنیدؒ کے ہمعصر مشایخ میں سے تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوریؒ نے انہیں حضرت جنیدؒ کی صحبت سے مشرف بتایا ہے۔

۲۹۔ حضرت ابو محمد شعرانیؒ (م۔ ۳۵۲ھ)

ابو محمد عبداللہ بن محمد الرازی الشعرانیؒ صوبہ رے کے رہنے والے تھے۔ پرورش نیشاپور

---

[۱] طبقات الصوفیہ ص۴۱۲ [۲] کتاب مذکور ص۲۹۱، طبقات الصوفیہ ہروی ص۳۳۱

Marfat.com

میں پائی حضرت ابو عثمان حیریؒ حضرت محمد بن فضلؒ حضرت رویمؒ اور حضرت سمنونؒ وغیرہ مشایخ کی صحبت میں رہے۔ آپ نیشاپور کے مشایخ اجلہ میں سے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ اپنے عیبوں اور بری عادتوں کو جانتے بھی ہیں لیکن انہیں چھوڑتے نہیں ہیں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے لوگ اپنے علم پر نازاں رہتے ہیں اور عمل کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ ظاہرہ باتوں کی تحقیق و تجسس میں لگ جاتے ہیں اور باطن کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں اندھا کر دیا ہے اور ان کے اعضاء و جوارح کو توفیقِ عبادت نہیں دی[1]

۳۰۔ حضرت ابو عمر زجاجیؒ (م ۳۴۸ھ)

ابو عمرو محمد بن ابراہیم الزجاجی النیشاپوریؒ نے حضرت جنیدؒ، حضرت ابو عثمان حیریؒ، حضرت نوریؒ، حضرت خواصؒ اور حضرت رویمؒ کی صحبتیں اٹھائیں۔ جوارِ مکہ میں قیام کیا اور وہاں کے شیخ اور منظورِ نظر بن گئے۔ چالیس سال تک مکہ میں رہے مگر تعظیمِ حرم کا یہ عالم رہا کہ حدودِ حرم میں ہمیشہ بول و براز سے اجتناب کیا[2]

حضرت زجاجیؒ سے گم شدہ چیز کی بازیابی کے لئے یہ دعا منقول ہے اور بزرگوں کے ہاں مجرب ہے دعا یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ یَاجَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّارَیْبَ اَجْمَعْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ ضَالَّتِیْ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے پہلے تین بار سورۂ والضحیٰ پڑھی جائے پھر یہ دعا تین بار پڑھ لی جائے۔ انشاء اللہ تعالےٰ گم شدہ چیز مل جائے گی۔

۳۱۔ حضرت ابراہیم بن فاتکؒ

ابو الفاتک ابراہیم بن فاتک بن سعید بغدادیؒ حضرت جنیدؒ کی صحبت میں رہے ہیں اور وہ ان کی عزت و تکریم کیا کرتے تھے۔ ان کے والد شام کے شیخ تھے[3]

---

[1] طبقات الصوفیہ صفحہ ۴۵۲ [2] کتاب مذکور صفحہ ۴۳۱ [3] نفحات الانس ۱۰۹

Marfat.com

۳۲۔ حضرت ابو عمرو بن علوانؒ

حضرت جنیدؒ کے شاگرد تھے۔ صفتہ الصفوۃ، قوت القلوب اور طبقات الشافعیہ وغیرہ کتب میں ان کا مشہور واقعہ بیان ہوا ہے کہ ان کی نگاہ ایک عورت پر پڑ گئی تھی جبکہ وہ سوق رحبہ (بصرہ) میں ایک جنازے کی مشایعت کر رہے تھے۔ چہرہ سیاہ ہو گیا۔ ادھر حضرت جنیدؒ کو وجدانی اور روحانی طور پر اس بات کا علم ہو گیا چنانچہ بغداد میں بیٹھے دعا کی اور ان کا چہرہ صاف ہو گیا۔

۳۳۔ حضرت ابوالحسین بن ہند فارسیؒ

فارس کے علماء اور مشایخ میں سے تھے۔ مشایخ فارس سے فیضیاب ہونے کے بعد حضرت جنیدؒ کی خدمت میں آئے اور تربیتِ روحانی حاصل کی وہ احوالِ عالیہ اور مقاماتِ زکیہ کے مالک تھے۔ ان کا قول ہے کہ کتاب اللہ سے متمسک شخص اپنے تمام اوقات میں حق تعالیٰ کے ملاحظے اور مشاہدے میں رہتا ہے اور اس پر دین و دنیا کے معاملات میں سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی[1]

۳۴۔ حضرت کہمس بن حسین ہمدانیؒ

مشائخ ہمدان کے علاوہ حضرت جنیدؒ سے کسبِ فیض کیا۔ نفحات الانس میں یہ نام کنہمس (نون کے ساتھ) بن حسین اور کنیت ابو محمد تحریر ہے جبکہ صاحب التعرف نے یہ نام کہمس بن علی بتایا ہے۔

۳۵۔ حضرت زیاد الکبیر ہمدانیؒ

اہل ہمدان میں سے تھے حضرت جنیدؒ سے فیضانِ صحبت پایا۔ فقیہ اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ حضرت کنہمس ہمدانیؒ نے فرمایا ہے کہ میں ایک بار مسجد آدینہ میں گیا تو حضرت زیادؒ

---

[1] طبقات الصوفیہ ص ۳۹۹

Marfat.com

کو محراب مسجد میں مصروفِ دعا دیکھا وہ طلبِ باراں کر رہے تھے۔ دعا ہنوز ختم نہ ہوئی تھی کہ جھم جھم مینہ برسنے لگا۔ میں بڑی مشکل سے گھر پہنچ سکا۔ [۱]

۳۶۔ حضرت ثابت الخیار رازیؒ

مشایخ متقدمین میں سے ہیں۔ حضرت جنیدؒ اور حضرت رویمؒ کی صحبت میں رہنے کا شرف رکھتے ہیں اور ان بزرگوں سے انہوں نے طریقت حاصل کی تھی۔ [۲]

۳۷۔ حضرت ابوبکر عطوفیؒ (م ۔ ۳۴۵ھ)

حضرت ابوبکر محمد بن علی بن الحسین بن وہب العطوفیؒ حضرت جنیدؒ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے ۳۴۵ھ میں رملہ میں وفات پائی۔ [۳]

۳۸۔ حضرت ابوبکر کسائی دینوریؒ

حضرت جنیدؒ کے قدیم اصحاب اور اقران میں سے ہیں۔ ان کی ریاضات اور اسفار مشہور ہیں۔ حضرت جنیدؒ کہا کرتے تھے کہ اگر ابوبکر کسائی نہ ہوتے تو میں بھی عراق میں نہ ہوتا۔ حضرت جنیدؒ کی ان سے خط و کتابت رہتی تھی۔ انہوں نے کم و بیش ہزار مسئلے پوچھ بھیجے تھے اور حضرت جنیدؒ نے ان سب کے جواب لکھ بھیجے تھے۔ وفات حضرت جنیدؒ کی زندگی کے آخری سالوں میں ہوئی۔ [۴]

۳۹۔ حضرت غیلان سمرقندیؒ

مشایخ کبار میں سے تھے۔ حضرت جنیدؒ کی صحبت میں رہ کر طریقت حاصل کی تھی۔ حقائق و معارف میں خوب گفتگو کیا کرتے تھے۔ [۵]

---

[۱] نفحات الانس صفحہ ۷۶ [۲] ایضاً صفحہ ۶۸ [۳] ایضاً صفحہ ۱۲۹ [۴] طبقات الصوفیہ ہروی صفحہ ۲۴۸، نفحات الانس صفحہ ۸۷
[۵] نفحات الانس صفحہ ۹۷

Marfat.com

۴۰۔ حضرت ابوجعفر حفارؒ

اصحاب جنیدؒ میں سے ہیں اگرچہ ہم عمر تھے اور لوگ انہیں حضرت جنیدؒ کے ہمسروں میں سے شمار کرتے تھے لیکن وہ خود اپنے آپ کو ان کے اصحاب و تلامذہ میں سے سمجھتے ہیں[۱]

۴۱۔ حضرت ابوالحسین مالکیؒ

ابوالحسین احمد بن سعید المالکی البغدادیؒ فصیح اللسان تھے۔ حضرت جنیدؒ اور حضرت نوریؒ اور اس طبقہ کے دوسرے مشائخ سے شرفِ صحبت رکھتے تھے۔ قیام طرطوس میں رہا اور وہیں سے راہی ملک بقا ہوئے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت جنیدؒ سے پوچھا کہ دل کب خوش ہوتا ہے فرمایا اس وقت کہ جب وہ (یادِ خدا) دل میں ہو[۲]

۴۲۔ حضرت ابوالخیر اقطع تیناتیؒ (م۔۳۴۹ھ)

ابوالخیر عباد بن عبداللہ الاقطع التیناتیؒ حضرت جنیدؒ اور حضرت ابن الجلاءؒ کی مصاحبت سے مشرف تھے۔ ان سے بہت سی آیات و کرامات ظاہر ہوئیں۔ وفات ۳۴۰ھ میں ہوئی[۳] علامہ یاقوت الحموی نے معجم البلدان میں سال وفات ۳۴۹ دیا ہے۔ ان کا قول ہے کہ کوئی شخص عمدہ حالت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ادب کو ہر حال میں ملحوظ نہ رکھے، فرائض کی ادائیگی نہ کرے، صالحین کی صحبت اختیار نہ کرے اور فقراء صادقین کی عزت کا خیال نہ رکھے[۴]

۴۳۔ حضرت ابوطالب خزرج بن علیؒ

حضرت ابوعبداللہ بن خفیفؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوطالب خزرجؒ اصحاب جنیدؒ میں سے تھے[۵] یہی رائے ابن الجوزی صاحب صفۃ الصفوہ کی ہے۔

---

[۱] طبقات الصوفیہ ہروی ص۳۷۵، نفحات الانس ص۱۱۵ [۲] ایضاً ص۱۲۱ [۳] ایضاً ص۱۲۴ [۴] طبقات الصوفیہ ص۳۷۱، [۵] نفحات الانس ص۱۲۷

Marfat.com

۴۴۔ حضرت ابوالقاسم قصریؒ

آپ حضرت جنیدؒ کے اصحاب کبار میں سے تھے[1]

۴۵۔ حضرت ابواسحاق ابراہیم بن ثابتؒ (م۔۳۶۹ھ)

قدماء مشایخ بغداد میں سے ہیں۔ حضرت جنیدؒ سے صحبت میسر رہی۔ شیخ ابوعبدالرحمن السلمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابراہیم سے عرض کیا کہ حضرت مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ ارشاد فرمایا کوئی ایسا کام کبھی نہ کیجئے جس پر بعد میں پشیمان ہونا پڑے[2]

---

[1] نفحات الانس ص۱۷۴ [2] ایضاً ص۹۴

Marfat.com

باب ہشتم

تصنیفات و ملفوظات

Marfat.com

۷۔ کتب

یوں تو حضرت جنیدؒ کی ذات بابرکات سے کئی کتابیں مثلاً حکایات الاولیاء، معالی الہمم، السر فی انفاس الصوفیہ، کتاب القصد الی اللہ، رسالہ فی السکر اور رسالہ فی الافاقہ وغیرہ منسوب کی جاتی ہیں لیکن محققین کی تحقیق جدید کے مطابق یہ انتساب محل نظر ہے البتہ حسب ذیل کتب واقعی حضرت جنیدؒ کی تصنیفات اور افکار عالیہ کا مجموعہ ہیں۔

۱۔ امثال القرآن

قرآن پاک کی تمثیلوں اور تشبیہوں کے بارے میں یہ تفسیری نوعیت کی ایک کتاب تھی جو اس وقت ناپید ہے۔ علامہ ابن الندیم نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔[۱] ملاحظہ ہو شیخ ابو عبدالرحمن السلمیؒ کی حقائق التفسیر میں یقیناً اس کے اقتباسات ممکن ہیں۔

۲۔ تصحیح الارادۃ

حضرت سید علی ہجویریؒ نے اس کتاب کا حوالہ دیا ہے[۲] لیکن ابھی تک اس کا کوئی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ نسخہ کہیں سے دریافت نہیں ہوا۔

۳۔ کتاب المناجات

اس کتاب میں حضرت جنیدؒ نے دعائیں اور مناجاتیں بیان کی تھیں جو تفرع وابتہال اور عبودیت کے اظہارِ کمال کی نشاندہی کرتی تھیں۔ پروفیسر آربری نے تصریح کی ہے کہ شیخ ابونصر سراج کی کتاب اللمع فی التصوف کے ماخذوں میں یہ کتاب بھی بلاشبہ شامل تھی ہماری

---

[۱] الفہرست ص ۲۷۸ [۲] کشف المحجوب ص ۳۹۸

Marfat.com

بدقسمتی سے یہ کتاب المناجات بھی اب مفقود ہے البتہ اللمع سے مناجات جنیدؒ کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ یاخیرَ السامعین وبجودِکَ ومجدِکَ یا اَکرمَ الاکرمین وبکرمِکَ وَفضلِکَ یا اسمعَ السامعین وباحسانِکَ وراٰفتِکَ یاخیرَ المعطین اسئلک سوالَ خاضعٍ خاشعٍ متذلّلٍ متواضعٍ ضارعٍ اشتدتْ الیکَ فاقتُہٗ وانزل بکَ علی قدرِ الضرورۃِ حاجتَہ وعظمتْ فیما عندک رغبتُہٗ وعَلِمَ اَنْ لایکونَ شیئٌ اِلّا بمشیّتکَ ولَا یشفعُ شافعٌ الیکَ اِلّا من بعدِ اِذْنِکَ فکَمْ مِنْ قبیحٍ قد سترتَہٗ وَکَمْ من بلاءٍ قَدْ صرفتَہٗ وکَمْ مِنْ عثرۃٍ قد اقلتَھا وکَمْ مِنْ زَلّۃٍ قد سھلتَ بِھا وکم مِنْ مکروہٍ قد دفعتَہٗ وکم من ثناءٍ قد نشرتَہٗ اسئلکَ یا سامعَ اصواتِ المستغیثین وعالمَ خفی اضمارِ الصامتین ومطلعٌ فی الخلواتِ علی افعالِ المتحرکین وناظرٌ اِلی مَا دَقَّ وجَلَّ من آثارِ الساعین اسئلکَ اَنْ لَا تحجبَ بسوءٍ فعلی عنک صوتی ولا تفضحنی بخفیِّ مَا اطلعتَ علیہ من سرّی ولا تعاجلنی العقوبۃَ علی مَا علمتَہٗ من خلواتی وکُنْ لِیْ فی کُلِّ الاحوالِ رائفًا وعلیَّ فی کُلِّ الاحوالِ عاطفًا[۱]

ترجمہ:- اے اللہ! اے بہترین سننے والے میں تیرے جود و کرم اور تیری مجد و کرامت کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اے سب کریموں سے بڑھ کر کریم میں تیرے فضل و کرم کے ذریعے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اے سب سے زیادہ درگزر کرنے والے میں تیرے رحم و احسان کے طفیل سوال کرتا ہوں، اے بہترین عطا کرنے والے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس طرح کا سوال کہ جو خشوع و خضوع، تذلل و تضرع اور عجز و نیاز کرنے والے شخص کا سوال ہوتا ہے جس کا فقر و فاقہ تیری طرف شدید ہو گیا ہو۔ اس کی حاجت ضرورۃً تیرے ہاں مہمان بن کر اتر آئی ہو، اس کی رغبت جو کچھ تیرے پاس ہے اس کے بارے میں زیادہ ہو گئی ہو، اس نے یہ جان لیا ہو کہ تیری مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا تیرے ہاں تیری اجازت

---

[۱] اللمع فی التصوف صفحہ ۲۵۹

Marfat.com

کے بغیر سفارش کرسکتا ہے۔ کتنی برائیاں ہیں جن پر تو نے پردہ ڈال دیا ہے کتنی بلائیں ہیں کہ جو تو نے پھیر دی ہیں، کتنی خطائیں ہیں جو تو نے معاف کردی ہیں، کتنی لغزشیں ہیں کہ جن سے تو نے بچا لیا، کتنی ناگوار چیزیں تھیں کہ جو تو نے دور کردی ہیں اور کتنی تعریفیں ہیں جو تو نے پھیلادی ہیں۔ اے فریادیوں کی صدائیں سننے والے اے خاموش لوگوں کی چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والے اے لوگوں کی خلوتیں کی حرکتوں پر اطلاع رکھنے والے، اے کوشش کرنے والے لوگوں کے عمل کو خواہ وہ بہت چھوٹا ہو یا بڑا، پر نظر رکھنے والے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری آواز کو میری بداعمالی کی وجہ سے اپنے تک پہنچنے سے روک نہ دینا، تو میرے اس راز کی وجہ سے جو تیرے علم میں ہو مجھے پوشیدہ طور پر بھی رسوا نہ کردینا۔ میری خلوتوں کی کارستانیوں کی وجہ سے جو تیرے علم میں آئیں تو مجھے سزا دینے میں عجلت سے کام نہ لے (بلکہ توبہ کا موقعہ عطا فرما) تو میرے ساتھ ہر حال میں میرا ساتھی ہو اور میرے تمام احوال میں مجھ پر لطف و کرم کرنے والا بن جا۔

۴۔ شرح شطحیات ابی یزید بسطامیؒ

اس کتاب کا اکثر و بیشتر حصہ شیخ ابونصر سراجؒ نے اللمع فی التصوف کے صفحات ۳۸۰ تا ۳۹۵ پر نقل کیا ہے۔

۵۔ منتخب الاسرار فی صفات الصدیقین والابرار

شیخ ابن العربیؒ نے اپنی کتاب موتی میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اب یہ کتاب ناپید ہے۔

۶۔ العمدہ

مشائخ چشت کے ملفوظات میں حضرت جنیدؒ کی ایک کتاب العمدہ کا تذکرہ ملتا ہے۔ مثلاً انیس الارواح ص۵، دلیل العارفین ص۸ اور راحت القلوب ص۱۲ میں اس کتاب کے حوالے سے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

Marfat.com

۷۔ قصیدہ فی التصوف

اس قصیدے کا قلمی نسخہ برلین (جرمنی) کے کتاب خانے (لائبریری) میں ۷۵۴۳ پر محفوظ ہے۔

۸۔ دواء الارواح

اس کتاب میں حضرت جنیدؒ نے اپنے استاد حضرت حارث محاسبیؒ کے افکار کو اپنی زبان اور اپنے اسلوب میں پیش کیا ہے۔ اسے حلیۃ الاولیاء میں نقل کیا گیا ہے۔ مکتبہ خدیویہ (قاہرہ) کی فہرست جلد ا شمارہ ۲۹۸ پر اس کی موجودگی اور کیفیت کا تذکرہ ہے۔ پروفیسر آربری نے جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۳۷ء کے صفحات ۲۱۹-۲۳۱ پر ایک تحقیقی مقالہ اس کتاب پر تحریر کیا ہے۔ مخطوطہ رسائل جو استنبول کے شہید علی پاشا کے ہاں سے دریافت ہوا ہے اس میں بھی یہ کتاب شامل ہے۔ کتاب دواء الارواح کا آغاز ان الفاظ میں ہوتا ہے۔

الحمد للہِ الّذی ابان بواضح البرھان لاھل المعرفۃ والبیان ماخصھم به فی قدیم القدم قبل اَن کون القبل حین لاحین ولاحیث ولاکیف ولا این ولا لا این ولا لاحین ولا لاحیث ولا لا کیف ولا لا این انْ جعلھم اھلاً لتوحیدہٖ و افرادِ تجریدہٖ ولذا بین عن ادّعا ادراک تحدیدہٖ مصطفین لنفسہ مصنوعین علی عتبۃ التی علیھم محتبۃً منہ لہ[1]

ب۔ رسائل

۹۔ رسالہ فی تکذیب الرویت

شیخ کلاباذیؒ نے بیان کیا ہے کہ بعض صوفیاء نے دنیا میں آنکھوں سے رویت

---

[1] شرح الطواسین ص ۱۵۷

Marfat.com

باری تعالیٰ نے دعویٰ کیا تھا۔ ان کی تکذیب میں حضرت ابوسعید الخرازؒ اور حضرت جنیدؒ نے کتابیں اور رسالے تحریر کئے [1]

۱۰۔ رسالہ دواء التفریط

اس رسالے کا اکثر حصہ حلیۃ الاولیاء میں نقل کیا گیا ہے اور بقول مستشرق لوئی ماسینوں شیخ ابوعبدالرحمن السلمیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اسے کسی قدر پیش کیا ہے۔

۱۱۔ رسالہ فی مسائل الشامیین

امام قشیریؒ نے اپنے مشہور رسالے میں اس کا حوالہ دیا ہے۔ کچھ شامی مشائخ نے حضرت جنیدؒ سے بعض مسائل دریافت کئے تھے۔ ان کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ تحریر کر کے انہیں بھجوایا تھا۔

ج۔ رسائل و ملفوظات در مخطوطہ شہید علی پاشا استنبول

مندرجہ ذیل کتب اور رسائل جن کی حضرت جنیدؒ سے نسبت صحیح ہے مخطوطہ شہید علی پاشا استنبول ۱۳۷۴ پر محفوظ ہیں۔ ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر صدر شعبہ دینیات ازہر یونیورسٹی قاہرہ (متحدہ عرب جمہوریہ) نے اس کا انگریزی ترجمہ گب میموریل سیریز میں شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر علی حسن کی اس کتاب کا اردو ترجمہ جناب محمد کاظم نے کیا ہے اور جنید بغداد کے نام سے یہ کتاب منصۂ شہود پر آئی ہے۔ فاضل مترجم نے جہاں کہیں مخطوطہ مذکورہ کا تذکرہ کیا ہے تعجب ہے کہ شہید علی کی بجائے ہمیشہ صحت علی تحریر کیا ہے حالانکہ اوّل الذکر نام صحیح اور درست ہے۔

---

[1] التعرف لمذہب اہل التصوف ص ۲۲

Marfat.com

۱۲۔ کتاب الفناء

اس رسالے میں فنا کی روحانی کیفیت کا اظہار کیا گیا ہے۔

۱۳۔ کتاب المیثاق

اس میں آیۂ میثاق کی صوفیانہ انداز میں تفسیر کی گئی ہے اور فناء کے بعد توحید کی جو حقیقت روحانی تجربے میں آتی ہے اس کا مفصّل بیان ہے۔

۱۴۔ کتاب الالوہیت

حقیقت الوہیت پر سیر حاصل گفتگو اس رسالے میں ملتی ہے۔

۱۵۔ کتاب فی الفرق بین الاخلاص والصدق

اس رسالے میں صدق و اخلاص کے معانی بیان کئے گئے ہیں اور دلائل اور قرآنی شواہد کے ذریعے صدق پر اخلاص کی برتری ثابت کی گئی ہے۔ ان کے نزدیک اخلاص منتہائے عبودیت ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنی نیت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کرلے اور اسی کی رضا کا طالب ہو۔

۱۶۔ کتاب آداب المفتقر الی اللہ

اس رسالے میں فقر اور سلوک کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اور نفسانی اور شیطانی خیالات کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں پھر ربانی خیال کا تعارف کرایا گیا ہے اور اس کی یہ پہچان بیان کی گئی ہے کہ نفس اسے قبول کرنے میں ابتداً کاہلی دکھاتا ہے اور وہ خیال ہمیشہ شریعت کی موافقت میں ہوتا ہے۔

۱۷۔ باب آخر فی التوحید

Marfat.com

۱۸۔ مسائل ستہ

توحید کے مدارج عالیہ کا جائزہ ان چھ مسئلوں میں لیا گیا ہے۔

۱۹۔ آخر مسئلہ فی التوحید

توحید کے موضوع پر حضرت جنیدؒ کا یہ اختتامی اور آخری اظہارِ خیال ہے۔

د۔ مکتوبات محفوظہ در مخطوطۂ استنبول

۲۰۔ مکتوب بنام حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ

اس مکتوب اور رسالے میں غیاب و شہود کے حقائق و معارف بیان کئے گئے ہیں۔

۲۱۔ مکتوب بنام حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ

اس مکتوب میں علماء حق اور علماء سوء کا فرق، تاویلات کی ضلالت، فردیت کے مقابلے میں قطبِ ارشاد کی فضیلت کو مدلل اور پرلطف جدلیاتی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت مکیؒ نے عہدہ قضا قبول کر لیا تھا غالباً تاویل کے معائب اسی لئے ان پر کھول کر بیان کئے گئے ہیں کہ وہ اثراتِ بد سے بچ سکیں۔

۲۲۔ مکتوب بنام حضرت ابوبکر کسائیؒ

مخطوطہ میں یہ مکتوب نامکمل دیا گیا ہے جبکہ کتاب اللمع میں یہ صفحات ۲۳۹ تا ۲۴۱ پر مکمل صورت میں موجود ہے۔

Marfat.com

۲۳۔ مکتوب بنام حضرت یوسف بن حسین رازیؒ

پروفیسر آربری نے جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی (JRAS 1935) میں اس کا انگریزی ترجمہ دیا ہے اور مخطوطہ میں شامل دو رسالوں رسالہ فی السکر اور رسالہ فی الافانہ کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ وہ حضرت جنیدؒ کی تحریریں نہیں ہو سکتیں بلکہ بعد کے کسی مصنف کے زورِ قلم کا نتیجہ ہیں کیونکہ ورق ۴۹ پر دیگر صوفیا کے ساتھ حضرت جنیدؒ کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔

اس خط میں سالکانِ طریقت اور طالبانِ حقیقت کی کمیابی اور بے رغبتی پر اظہارِ افسوس کیا گیا ہے اور دعوت وارشاد کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔

۲۴۔ مکتوب بنام یکے از برادرانِ طریقت

مخطوعہ رسائل میں یہ پہلا خط ہے اور اس میں حالتِ قرب کے وقت ذہول کی کیفیت کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

۲۵۔ مکتوب دیگر بنام یکے از برادرانِ طریقت

اس مکتوب میں فنا و بقا اور تسلیم ورضا کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۲۶۔ مکتوب بنام حضرت ابوالعباس دینوریؒ

۲۷۔ مکتوب بنام حضرت ابواسحاق مارستانیؒ

۲۸۔ مکتوب دیگر بنام حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ

یہ خط مخطوطہ استنبول میں نہیں ہے بلکہ یہ مفصل خط اللمع فی التصوف کے صفحہ ۲۳۹ پر منقول ہے۔

Marfat.com

ھ۔ مجموعہ اقوال

۲۹۔ التفرقات الماثورہ عن الجنیدؒ والشبلیؒ وابی یزید البسطامیؒ

امام غزالیؒ نے المنقذ من الضلال میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس کتاب سے استفادہ کیا تھا۔ یقیناً یہ اقوال کا مجموعہ حضرت جنیدؒ کے بعد کے کسی اہلِ قلم کی کاوش کا نتیجہ ہے۔

۳۰۔ شرح اقوال جنید بغدادیؒ

مرزا خان ادسد الدین نے حضرت جنیدؒ کے اقوال کی شرح میں ایک کتاب تالیف کی تھی۔ جس کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کی لائبریری میں ذخیرۂ مخطوطات شیرانی میں محفوظ ہے اور اس کا ۲۱۵۸/ ہے۔

Marfat.com

کُتبِ منسُوبہ

(۱) معالی الھمم

یہ کتاب حضرت ابُوالقاسم جُنید بغدادیؒ سے منسوب ہے اس کا ایک نسخہ موصل کے کتاب خانہ میں ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰ء کا لکھا ہُوا محفوظ ہے

دوسرا نسخہ سٹیٹ لائبریری رامپور میں ۳۱۳ (مخطوطاتِ عربی) پر موجود ہے نسخۂ رامپور کا مفصّل تعارف پروفیسر حبیب اللہ غضنفر نے ۱۹۳۵ء میں الٰہ آباد یونیورسٹی سٹڈیز کے صفحات ۲۶۳ - ۲۹۷ پر کرایا ہے اور انھوں نے ۱۹۳۷ء میں اسی رسالے میں صفحات ۲۲۶ - ۲۵۶ پر متن کتاب مع ترتیب و تہذیب دیا ہے۔

یہ نسخہ خطِ نسخ میں ہے اور سولھویں صدی کے نصف آخر کی تحریر دکھائی دیتا ہے۔ کم از کم دو کاتبوں کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ غلطیاں پہلے کاتب کی کتابت میں کم اور دوسرے کے ہاں زیادہ ہیں تاہم دونوں کی تحریر آسانی سے پڑھی جا سکتی ہے۔ اختتامیہ پر تاریخِ کتابت یا اسمار کاتبین وغیرہ درج نہیں البتّہ شاہ عبد الرسول کا نام مختلف اوراق میں موجود ہے جس کی ملکیت میں یہ نسخہ رہا ہے یہ نسخہ ۱۹ اوراق اور دس ابواب پر مشتمل ہے۔ آغازِ کتاب الحمد للہ الذی اعلیٰ ہمم اصفیاءہ الخ سے ہوتا ہے اور اختتامیہ عبارت تمت کتاب معالی الھمۃ ہے پروفیسر غضنفر کا مؤقف یہ ہے کہ یہ کتاب واقعی حضرتؒ جُنیدؒ کی تصنیف ہے۔ اس سلسلے میں ان کے دلائل یہ ہیں کہ حاجی خلیفہ اور رامپور اور موصل کے نقل نویسوں نے اسے حضرت جُنیدؒ کی تصنیف قرار دیا ہے۔ ابن الندیم نے اس کا تذکرہ نہیں کیا تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے زمانے میں اس کتاب کی شہرت نہ ہو گی بلکہ وہ یادداشتوں کی شکل میں محفوظ ہو گی اور اس کا علم حضرت جُنیدؒ کے تلامذہ خاص تک محدود ہو گا۔ کتاب کی داخلی شہادت صاحب مقالہ

Marfat.com

کے موقف کو زیادہ تقویت نہیں دیتی کیونکہ حضرت سریؒ کے واقعات اور اقوال اس انداز سے درج کیے گئے ہیں جیسے صاحبِ کتاب کا ان سے کوئی خاص رشتہ یا تعلقِ خاطر نہ ہو حالانکہ حضرت سریؒ، حضرت جنیدؒ کے ماموں مربی اور مرشد تھے۔ مزید برآں اس میں حضرتؒ کے بعض تلامذہ اور کم عمر معاصروں مثلاً ابوبکر الواسطی اور حماد القریشی کے حالات و اقوال شامل ہیں کہ جو حضرت جُنیدؒ کے بعد تک زندہ رہے۔ پروفیسر موصوف اس کی توجیہہ یہ بیان کرتے ہیں کہ کتاب حضرت جُنیدؒ کی یاداشتوں پر مبنی ہے البتہ اس کی ترتیب و تدوین کسی بعد کے شخص کی رہینِ منت ہے۔

کتاب کا موضوع معرفت کے اعلیٰ و ارفع مقامات کی نشاندہی اور اہلِ عرفاں کی ان کے حصول کے لیے تگ و دَو ہے حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کے لوگ تین قسموں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔

۱۔ ابنائے دُنیا ۲۔ اہلِ عقبیٰ ۳۔ وہ لوگ کہ جو جسم و جان کے ساتھ اپنے آپ کو عبادتِ الٰہی کے لیے وقف کر دیں۔

پھر اس تیسری قسم کے لوگوں کو وہ مزید تین طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ خوفِ جہنم سے عبادت کرنے والے ۲۔ بہشت کے لالچ میں عبادت کرنے والے ۳۔ خدا کی محبت میں خدا کی عبادت کرنے والے۔ حضرت جنیدؒ کے نزدیک وہ لوگ معرفت کے بلند مقام پر فائز ہیں کہ جو طمع و خوف سے بلند ہو کر محض خدا کی محبت میں اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت جُنیدؒ نے دیگر صوفیائے کرام کے اقوال و احوال سے اسی موقف کی تائید کی ہے حضرت بایزیدؒ کے احوال اور ہمتِ بلند کے تذکرے کے لیے ایک پُورا باب وقف کر دیا ہے ہو سکتا ہے کہ بعد ازاں مرتب کتاب نے از خود تلامذۂ جُنید کے اقوال بطورِ شہادت درج کر دیے ہوں

(۲) المقصد الی اللہ

پروفیسر غضنفر نے الٰہ آباد یونیورسٹی سٹڈیز میں معالی الہمم کے تعارف میں المقصد الی اللہ کا مختصر سا تذکرہ کیا ہے اور اسے بھی حضرت جُنیدؒ کی تصنیف ثابت کیا ہے۔ المقصد کا ایک قلمی نسخہ مولانا قطب الدین عبد الولی فرنگی محلی لکھنؤ کی ملکیت ہے اسکے دس ابواب اور ۷۰ ورق ہیں۔ الٰہ آباد یونیورسٹی سٹڈیز کا یہ شمارہ پروفیسر مولانا محمد ایوب قادری نے مجھے عطا فرمایا جس

Marfat.com

باب نہم

اقوال و احوال

ع تیری باتوں میں گلوں کی خوشبو

Marfat.com

سید الطائفہ ابو القاسم حضرت جنید بغدادیؒ جس طرح اپنے زمانۂ حیات میں رشد و ہدایت کا سرچشمہ تھے اسی طرح بعدِ وصال ان کی سیرت اور تعلیمات بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لگانے طالبانِ حق کو حق سے ملانے اور سالکانِ راہِ طریقت کو منزلِ مراد تک پہنچانے کا موثر ذریعہ ہیں۔

ع ہنوز آں ابرِ رحمت دُر فشاں است

حضرت جنیدؒ نے محض زبانی درس و تلقین اور پند و نصائح پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ خود بھی ان اخلاقی اصولوں اور روحانی احوال و مقامات کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ ان صفحات میں تصوف و طریقت کے جو حقائق و معارف اور اسرار و بصائر بیان ہوئے ہیں وہ ان کا قال نہیں تھا بلکہ حال تھا۔ اس لحاظ سے اس باب کے آئینے میں جو بظاہر اقوال پر مشتمل ہے' ان کی سیرت و کردار کے خدوخال بھی بخوبی نمایاں ہوتے ہیں۔

تفسیری نکات

هون (عجز و نیاز) کی تفسیر

قرآنِ پاک میں بندگانِ خدا کی یہ تعریف بیان کی گئی ہے عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا۔ الایہ ۲۵/۶۳ یعنی رحمان کے بندے تو وہ ہیں کہ جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ سے ہون اور عاجزی کی تفسیر پوچھی گئی تو ارشاد فرمایا تذلل القلوب لعلّام الغیوب[1] یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل علام الغیوب خدا کے سامنے ہمیشہ جھکے رہتے ہیں۔

المتوسمین کی تفسیر

سورۂ الحجر کی ایک آیت کا حصہ ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ۱۵/۷۵ یعنی بے شک

---

[1] رسالۂ قشیریہ ص ۲۱

Marfat.com

اس میں تاڑنے والوں کے لئے یقیناً نشانیاں ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے اس سلسلے میں ایک حدیث روایت کی ہے کہ جس کے مطابق التوسمین کی تفسیر ماثورہ المتفرسین (فراست ایمانی سے کام لینے والے) کی گئی ہے [۱]

اُسوۂ حسنہ کی تفسیر

سورہ الاحزاب میں اتباعِ رسول کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃٌ حسنۃٌ ۲۱/۳۳ یعنی بے شک تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ کی ذات پاک میں زندگی گزارنے کا بہترین نمونہ ہے۔ اس ارشادِ ربانی کے ضمن میں بقول حضرت خالد بن ابراہیمؒ حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے الطرق کلّھا مسدودۃٌ علی الخلق الّا من اقتفی اثر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم واتبع سنتہ ولزم طریقتہ فان طرق الخیرات کلھا مفتوحۃٌ علیہ [۲] یعنی خلقِ خدا پر رسول پاکؐ کے نقش قدم پہ چلنے' ان کی سنت کی پیروی اور ان کے طریقے سے وابستہ رہنے کے سوا ساری راہیں بند کر دی گئی ہیں۔ پس جو شخص اب اتباعِ سنت کرے گا اس پہ نیکی اور بھلائی کی ساری راہیں کھل جائیں گی۔

محال است سعدی کہ راہِ صفا ‍ ‍ ‍ تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

وَجَدَكَ ضَالًّا کی تفسیر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازل شدہ ایک قرآنی جملہ یہ ہے وجدک ضالاً فھدیٰ ۷/۹۳ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اے رسولؐ حیران و پریشان پایا پس اس نے ہدایت عطا فرمائی۔ اس کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے ٹھوکر کھائی ہے۔ حضرت جنیدؒ سے اس کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا وجدک متحیّراً فی بیان ما انزل الیک فھداک لبیانہ لقولہ وانزلنا الیک الذکر۔ الآیۃ یعنی اے رسولؐ! خدا نے تمہیں لوگوں کے سامنے وحی و قرآن پیش کرتے وقت اسے بیان کرنے

---

[۱] طبقات الصوفیہ ص۱۵۶ [۲] ایضاً ص۱۵۹

Marfat.com

کے بارے میں متحیّر پایا۔ پس اس نے ما انزل اللہ کے بیان کرنے کے معاملے میں بھی تمہاری رہنمائی کر دی۔ اس پر حضرت جنیدؒ نے و انزلنا الیک الذکر والی آیت سے بھی استشہاد کیا[1]

صبر و توکل کی تشریح

کتاب الٰہی میں ارشاد ہوا ہے الذین صبروا وعلیٰ ربھم یتوکلون یعنی جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ صبر کی غایت توکل ہے۔ صبر ہی نفس کو خدا کی معیت سے سرفراز کرتا ہے۔ مزید فرمایا کہ صبر کے معنیٰ ہیں کڑوی چیزوں کو کھا کر منہ نہ بگاڑنا اور توکل بغیر کھانے کے کھانے کا نام ہے یعنی درمیان میں کھانا نظر نہ آئے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ تم خدا کے ہو جاؤ جس طرح تم پیدا ہونے سے پہلے تھے پھر آپ نے فرمایا کہ پہلے توکل حقیقت تھی اب محض ایک علمی مسئلہ بن کر رہ گیا ہے۔ توکل نہ تو کسب کا نام ہے اور نہ ترکِ کسب کا بلکہ رزق کے معاملے میں وعدۂ الٰہی پر دل کو مطمئن رکھنے کا نام ہے[2]

سنقرئک فلا تنسیٰ کی تفسیر

حضرت ابن کیسان نحویؒ نے حضرت جنیدؒ سے سنقرئک فلا تنسیٰ یعنی ہم تم کو پڑھائیں گے کہ تم بھول نہ سکو گے کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا لا تنسی العمل بہ یعنی تم اس قرآنی علم پر عمل کرنا نہ بھولو گے۔ اسی طرح درسوا ما فیہ کی تاویل پوچھی گئی تو فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ علمائے اہلِ کتاب نے اس کتاب الٰہی پر عمل کرنا چھوڑ دیا[3]

علامہ ابن الجوزیؒ نے تلبیس ابلیس میں اس تفسیر کی صحت کے بارے میں کلام کیا ہے اور دلائل کے ساتھ تردید کی ہے۔

خلقِ عظیم کی تفسیر

قرآن مجید میں رسولِ اکرمؐ کے بارے میں ارشاد ہوا ہے وانک لعلیٰ خلقٍ عظیم یعنی اور بیشک

---

[1] کتاب اللمع ص ۲۲۳ [2] تذکرۃ الاولیاء ص ۳۴۲ [3] تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۴۶

Marfat.com

آپ بلند اخلاق پر فائز ہیں۔ حضرت جنیدؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ اخلاق میں نہایت اعلیٰ اور ارفع تھے کیونکہ آپ ہر وقت اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ مزید فرمایا کہ خلقِ عظیم میں چار اوصاف جمع ہوتے ہیں (۱) سخاوت (۲) الفت (۳) نصیحت و خیر خواہی (۴) شفقت ؎۱

لِمَا یُحۡیِیۡکُمۡ کی تفسیر

قرآن مجید میں اہل ایمان کے لئے یہ ارشاد ربانی ہے اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۲۴ یعنی اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول جب تمہیں بلائیں تو ان کی پکار پر لبیک کہو کیونکہ یہی چیز تمہاری زندگی کا باعث ہے۔ حضرت جنیدؒ دعوتِ حق پر لبیک کہنے والی ذواتِ مقدسہ کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دل میں ان تعلیمات کو بسا لیا جن کی طرف انہیں دعوت دی گئی تھی۔ بعد ازاں علائق دنیا سے قطع تعلق میں عجلت کی اور پرہیز گاری کو مطمح نظر بنا کر اپنے نفوس پر ٹوٹ پڑے، مصائب و شدائد کے تلخ گھونٹ پیتے رہے اور اپنے ہر معاملے میں اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوئے۔ جن کاموں کی طرف بھی وہ متوجہ ہوئے۔ ان میں ہمیشہ حسنِ ادب کو ملحوظ رکھا مصائب کے سمندر راہ میں آئے تو وہ پایاب ہو کر رہ گئے اور تکلیفیں ان کی آسان ہو گئیں کیونکہ انہوں نے اپنے بلند نصب العین پر ہمیشہ نگاہ رکھی تھی، اپنے مقاصد کی قدر پہچانی تھی اور اپنے ولی نعمت کے سوا کسی اور کی طرف مطلق توجہ نہیں کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس غیر فانی ..... الحیّ القیوم خدا کی معیت میں حیاتِ جاودانی پالی کہ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا ؎۲

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کا اس بیان میں اشارہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی طرف ہے یعنی نفسانیت کا خاتمہ کر کے باقی بالعد بن جاؤ۔

؎۱ عوارف المعارف ص۲۶۷ - ۲۶۸

؎۲ عوارف المعارف اردو ترجمہ ص۵۲

Marfat.com

تشریحِ احادیث

انا سید ولد آدم ولا فخر کی شرح

حضرت جریریؒ کہتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ سے فرمانِ رسالتؐ اَنَا سَیِّدُ ولد آدم ولا فخر یعنی میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور اس پر مجھے فخر نہیں کا مفہوم پوچھا گیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اس سلسلے میں جو بات آپ کے دل میں آتی ہے وہ بیان کردو۔ حضرت جریریؒ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک تو اس کا مطلب یہ ہے ھذا اعطاؤہ وانا لا افتخر بالعطاء اِنَّ فخری بالمعطی یعنی یہ سب کچھ تو اس کی عطا ہے اور میں عطا پر فخر نہیں کیا کرتا لیکن مجھے اگر فخر ہوتا ہے تو عطا کرنے والے کی ذات پر ہوتا ہے۔ حضرت جنیدؒ نے اس جواب کی تائید فرمائی[1]

واقعہ زینبؓ کی توجیہہ

حضرت جنیدؒ سے حضرت زیدؓ اور زینبؓ کے واقعے کی توجیہہ اور حکمت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ حضرت زید بن حارثہؓ حضور نبی کریمؐ کے بیٹے کہہ کر پکارے جاتے تھے حالانکہ وہ حقیقی بیٹے نہیں تھے بلکہ منہ بولے بیٹے تھے اس لئے مشیّتِ الٰہی کا تقاضا یہ ہوا کہ آنحضرتؐ اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کریں تاکہ منہ بولے اور حقیقی بیٹوں کا فرق معلوم ہو سکے[2]

سو بار استغفار کرنے کی توجیہہ

رسول پاکؐ کا قول ہے اے مسلمانو! تم سب اللہ تعالےٰ کے سامنے توبہ و استغفار کیا کرو بے شک میں دن میں سو دفعہ توبہ و استغفار کیا کرتا ہوں حضرت جنیدؒ نے اس کی توجیہہ یہ بیان

---

[1] اللمع فی التصوف ص ۱۱۵ [2] ایضاً

Marfat.com

فرمائی ہے کہ حضور ختمی مرتبتؐ کا اللہ تعالےٰ سے تعلق اور معاملہ ہر سانس اور ہر آن کے ساتھ زیادہ ہوتا جاتا تھا پس جب وہ اپنے حال میں ترقی کر جاتے اور اپنے نفس کی سابقہ حالت پر بلندی سے نگاہ ڈالتے تو اس حالت سے استغفار کرتے اور خدا کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جاتے [۱]

مشی فی الہواء کی حقیقت

حضرت جنیدؒ سے رسولِ پاکؐ کے قول رحمہ اللہ اخی عیسیٰ لو ازداد یقیناً لمشی فی الھواء یعنی خدا رحم کرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام پر اگر وہ یقین میں بڑھ گئے ہوتے تو ضرور ہوا میں اڑتے پھرتے کے معنی پوچھے گئے تو ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یقین کی بدولت پانی پر چلتے تھے اور حضور سرورِ کائناتؐ نے شبِ معراج وفورِ یقین کی بدولت ہوا میں چل کر دکھایا ہے یعنی اس حدیث میں آنحضرتؐ اپنی حالت کی نشاندہی کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ اگر انہیں بھی مجھ جیسا یقین ہوتا تو انہیں بھی ضرور معراج نصیب ہوتی [۲]

شرح حدیث توکّل

حضورِ پُر نورؐ نے فرمایا ہے لو توکلتم علی اللہ حق توکلہ لغذاکم کما یغذوا الطیر تغدو خماصاً وتروح بطاناً یعنی اگر تم خدا کی ذات پر اس طرح بھروسہ کیا کرتے جیسا کہ بھروسہ کرنے کا حق ہے تو تمہیں بھی ضرور اسی طرح غذا مل جایا کرتی جیسا کہ پرندوں کو میسر آتی ہے کہ وہ صبح سویرے خالی پیٹ کے ساتھ نکلتے ہیں اور شام کو واپس آتے ہیں تو سیر شکم ہوتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ سے کہا گیا کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ پرندے محض رزق کی تلاش ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ اڑتے پھرتے ہیں اور تگ و دو کرتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا نہیں یہ بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی تو یہ فرمایا ہے کہ انا جعلنا ما علی الارض زینۃً لھا یعنی ہم نے ہر چیز کو جو زمین کے اوپر ہے، زمین کی زینت بنایا ہے اس لئے پرندوں کا یہ محوِ پرواز ہونا اور جگہ جگہ پھرنا محض طلبِ رزق کے لئے نہیں بلکہ بطورِ زینت ہے [۳]۔

---

[۱] حوالہ سابق [۲] حوالہ سابق [۳] کتاب مذکور صفحہ ۱۱۶ تا ۱۱۷

Marfat.com

محبت کیسے انسان کو اندھا کر دیتی ہے؟

حضرت جُنیدؒ سے فرمانِ رسول ؐ حُبُّكَ للشئی یعمی ویصم یعنی تیرا کسی چیز سے محبت کرنا تجھے اندھا بہرہ بنا دیتا ہے کے معنی پوچھے گئے تو فرمایا حُبُّكَ للدنیا یعمی ویصمُّ عن الآخرۃ یعنی تیرا دنیا سے محبت کرنا تجھے آخرت سے اندھا بہرہ بنا دیتا ہے [1]

ایمان و یقین

تعریفِ ایمان

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ اس گروہ میں شامل ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان قول (باللسان) اور تصدیق (بالقلب) کا نام ہے [2]

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ تصدیق زیادہ ہو سکتی ہے، کم نہیں ہو سکتی، اقرارِ زبان نہ کم ہو سکتا ہے اور نہ زیادہ، عمل ارکان گھٹ بھی سکتا ہے اور بڑھ بھی سکتا ہے [3]

حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ تصدیق زیادہ ہو سکتی ہے لیکن کم نہیں ہو سکتی اس کا گھٹنا ایمان سے نکال دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خبروں اور وعدے وعید کی تصدیق ہے اور اس میں ادنیٰ سا شک بھی کفر کے مترادف ہے جبکہ اس میں اضافہ قوت و یقین کے بل بوتے پر ہوتا ہے زبان کا اقرار نہ گھٹ سکتا ہے اور نہ بڑھ سکتا ہے البتہ ارکان کا عمل کم بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی [4]

مستشرق ماسینوں کہتے ہیں کہ حلاجؒ کی طرح حضرت جنیدؒ اور حضرت سہل تستریؒ کا موقف یہ ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں جبکہ اشاعرہ کا نقطہ نظر اس کے خلاف ہے [5]

---

[1] کتاب مذکور ص۱۱۸ [2] کشف المحجوب ص۳۴۱ [3] تذکرۃ الاولیاء ص۳۴۲ [4] التعرف ص۵۲
[5] شرح کتاب الطواسین ص۱۵۶

Marfat.com

تعریفِ یقین

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں الیقین ارتفاع الشک[1] یعنی یقین دراصل شک وشبہ کا دور ہو جانا ہے۔اس سلسلے میں حضرت جنیدؒ کا ایک اور قول یہ ہے کہ یقین علم کے قرار پکڑنے کا نام ہے کہ جس کے بعد دل میں کوئی تغیّر و تبدّل نہ ہونے پائے[2] حضرت جنیدؒ کا کہنا یہ بھی تھا کہ جو لوگ یقین کے بل بوتے پر پانی پر چلتے رہے ان کی نسبت وہ لوگ زیادہ یقین والے تھے کہ جو پیاسے مر گئے یعنی پانی کی طلب وتلاش نہ کی یہ یقین کرتے ہوئے کہ مشیتِ الٰہی ہوگی تو وہ خود پلا دے گا[3]

حق الیقین

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ حق الیقین یہ ہے کہ انسان کو یقین کامل ہو اور وہ غائب اشیاء کا بھی ویسا ہی کھلم کھلا مشاہدہ کرے جیسا کہ وہ ظاہر اشیا کا مشاہدہ کرتا ہے بلکہ پوشیدہ امور کی بھی خبر دے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بتایا تھا کہ جب رسولِ پاکؐ نے ان سے تمام مال دینے کے بعد پوچھا تھا کہ تم نے اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا ہے تو جواب دیا تھا کہ بس اللہ اور اس کا رسولؐ[4]

پروانے کو چراغ، بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس

توحید

حضرت جنیدؒ کا مشہور قول ہے کہ توحید حادث (مخلوق) سے قدیم ذات (خدا) کو جدا اور ممیز کرنے کا نام ہے۔حضرت گنج بخشؒ اس قول کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ قدیم کو حادث کا محل اور حادث کو قدیم کا محل نہیں سمجھنا چاہیئے۔اس لئے کہ حق تعالےٰ قدیم ہے اور تو محدث ہے لہٰذا تیری جنس کی کوئی چیز اس کی ذات پر چسپاں نہیں ہو سکتی[5]

---

[1] اللمع فی التصوف صفحہ ۱۷، التعرف صفحہ ۱۰۳ [2] رسالہ قشیریہ صفحہ ۸۳ [3] کتاب مذکور صفحہ ۸۴ ، صفتہ الصفوۃ ج ۲ صفحہ ۲۳۶ [4] عوارف المعارف اردو ترجمہ صفحہ ۵۹۹ [5] کشف المحجوب صفحہ ۳۳۴

Marfat.com

شیخ ابن عربیؒ نے حضرت جنیدؒ نے اس قول پر اعتراض کیا تھا۔ امام ابن تیمیہؒ نے اس اعتراض کا مسکت جواب دیا ہے اور حضرت جنیدؒ کے موقف کو مبنی برحق و صواب قرار دیا ہے۔

توحید کے روحانی تجربے اور مشاہدے کی مفصل کیفیت پہلے ایک باب میں بیان ہو چکی ہے قدیم و محدث کا فرق مراتب اس وقت نہایت ضروری ہے جبکہ کوئی سالک یا اہل جذب احوالِ فنا و بقا سے گزر رہا ہو۔ توحید کی معرفتِ تام تو انسان کے بس کی بات ہی نہیں۔ یہاں انسان عاجز و درماندہ ہو کر رہ جاتا ہے جیسا کہ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں اشرف کلمۃ فی التوحید قول ابی بکرؓ سبحانہ من لم یجعل لخلقہ سبیلاً الی معرفتہ الا بالعجز عن معرفتہ [1] یعنی توحید کے باب میں سب سے اعلیٰ اور عمدہ قول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہے کہ جنہوں نے فرمایا ہے کہ خدا کی ذات ہر عیب سے پاک ہے اور اس نے اپنی مخلوق کے لئے اپنی معرفت کی راہ سوائے عجز کے ہرگز اور کوئی نہیں بنائی۔

حضرت جنیدؒ کا ایک قول یہ ہے اذا تناهت عقول العقلاء فی التوحید تناهت الی الحیرۃ [2] یعنی اہل خرد کی خردمندی توحید کی تلاشِ معرفت میں اپنی انتہا پر پہنچ جاتی ہے تو اس کا منتہا بس حیرت کی فراوانی ہوتی ہے۔

ع تو دل میں تو آتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا
میں جان گیا بس تیری پہچان یہی ہے'

حضرت ابراہیم بن فاتکؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ متی یتصل من لا شبیہ لہ ولا نظیر لہ بمن لہ شبیہ و نظیر هیهات هذا ظن عجیب الا بما لطف اللطیف من حیث لا درک ولا وهم ولا احاطۃ الا اشارۃ الیقین و تحقیق الایمان [3]

ترجمہ :۔ وہ ذات جس کی کوئی تشبیہ و نظیر نہیں اس کا ایسی چیز سے کہ جس کی تشبیہ و نظیر ہے کیسے اتصال ہو سکتا ہے؟ افسوس یہ عجیب سا گمان ہے ہاں البتہ اگر مہربان خدا جاں نہ بوجھ کام کرتی ہے، وہ خیال دوڑایا جا سکتا ہے اور نہ اس کا احاطہ کیا جا سکتا ہے وہ اپنے لطف و کرم سے کام لے کر

---

[1] کشف المحجوب ص ۳۳۸ [2] رسالہ قشیریہ ص ۱۳۵ [3] ایضاً ص ۷

Marfat.com

یقین کے اشارے اور حقیقتِ ایمان کے ذریعے اپنی کچھ معرفت عطا کر دے تو یہ اور بات ہوگی۔

مشاہدہ توحید کے بارے میں حضرت جنیدؒ کا قول یہ ہے کہ توحید یہ ہے کہ اس میں رسوم و علامات مٹ جائیں اور علوم رائیگاں ہو کر رہ جائیں اور خدا کی ذات ایسی ہو جائے جیسے کہ وہ ہمیشہ سے ہے[1]۔ مولانا جامی فرماتے ہیں کہ اس توحید کا منشا نورِ مشاہدہ ہے۔

حضرت جنیدؒ موحدین کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کانوا بلا کون و بانوا بلا بون ویکون اللہ کما کان فی الازل ویکون العبد کما کان قبل ان یکون یعنی وہ تھے بغیر ہونے کے اور دور ہوگئے بغیر دوری کے اور اللہ بندے کے لئے اس طرح ہو جائے جیسے کہ وہ ازل میں تھا جبکہ بندہ ایسا ہو جائے جیسے کہ وہ وجود میں آنے سے پہلے تھا[2]

؎ چہرۂ آفتاب خود فاش است بے نصیبی نصیبِ خفاش است

شیخ ابونصر سراجؒ اس قول کے ابتدائی حصے کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ موحدین اشیاء میں ایسے تھے گویا کہ ان کا وجود ہی نہ تھا اور وہ اشیاء سے بغیر دور ہوئے اس طرح دور ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنی شخصی وجود کے طور پر گو اشیاء میں موجود ہوتے ہیں لیکن اپنے اسرار کی بدولت وہ ان چیزوں سے دور ہوتے ہیں[3]

توحید کا ایک اہم تقاضا

ایمان باللہ اور توحید کا اہم تقاضا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ہر حکم کی بلا چون و چرا تعمیل کی جائے۔ اس سلسلے میں یہ واقعہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔

حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے دل میں شیطان کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں ایک مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا کہ اچانک ایک بوڑھا شخص نمودار ہوا جسے دیکھتے ہی وحشت پیدا ہونے لگی۔ جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے پوچھا تو کون ہے جسے دیکھنا مجھے ناگوار گزر رہا ہے اور دل نفرت سے متلاطم ہو رہا ہے۔ وہ کہنے لگا حضرت میں تو وہی ہوں جس کو دیکھنے کی آپ

---

[1] رسالہ قشیریہ ص۱۳۵ انفحات الانس ص۱۳ [2] انفاس العارفین ص۱۴۸ [3] اللمع فی التصوف ص۳۵۶

Marfat.com

نے خواہش ظاہر کی تھی۔ میں نے یہ سن کر اسے کہنا شروع کیا اے ملعون تو مجھے یہ تو بتا کہ تجھے کس بات نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے روک دیا۔ کہنے لگا اے جنیدؒ! تجھ جیسے موحد کے دل میں یہ خیال کیسے آیا کہ میں خدا کی ذات کے سوا کوئی اور سجدہ کرسکوں گا۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ یہ جواب سن کر میں بہت حیران ہوا۔ میرے ذہن میں اس کا جواب نہیں آرہا تھا اور میرا عقیدہ بھی کچھ متزلزل ہونے لگا تھا کہ اتنے میں مجھے غیب سے ندا آئی جنید اس سے کہہ دو کہ تو بالکل جھوٹ بولتا ہے۔ اگر تو حقیقی معنوں میں خدا کی ذات پر ایمان رکھتا تو تجھے ضرور اس سے محبت ہوتی اور اس کے احکام کی ہر حال میں تعمیل کرنے والا بندہ بنتا پھر تجھے حکم خداوندی کی خلاف ورزی کی جرأت نہ ہوسکتی۔ شیطان میرے دل سے یہ آواز سن کر کہنے لگا۔ بخدا تو نے تو مجھے جلا کر رکھ دیا ہے[1]

مقامِ نبوّت

حضرت جنیدؒ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اولیائے امت خواہ کتنے بلند مرتبہ کیوں نہ ہوں وہ کسی نبی کے مقام کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ ان کا یہ موقف بلاشبہ صحیح اور صائب تھا۔

چنانچہ حضرت جنیدؒ اسی فرقِ مراتب کو پیشِ نظر رکھ کر فرمایا کرتے تھے کلام الانبیاء عن حضور وکلام الصدیقین اشارات عن مشاهدات[2] یعنی انبیائے کرامؑ کا کلام حضور سے خبر دیتا ہے جبکہ صدیقین اور اولیاء کا کلام مشاہدات سے متعلق اشاروں پر مبنی ہوتا ہے۔

عصمتِ انبیاءؑ

حضرت جنیدؒ، حضرت نوریؒ اور دیگر مشائخ کبار عصمتِ انبیاء پر یقین رکھتے تھے اور انبیاءِ کرام کی بادی النظر میں جو لغزشیں اور فروگذاشتیں نظر آتی ہیں ان کی وہ یہ توجیہ کیا کرتے تھے اِنَّ ماجری علی الانبیا انما جری علی ظواهرهم واسرارهم مستوفاة بمشاهدات الحق واستدلوا علی ذالک بقوله تعالیٰ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۲۰/۱۱۴ وقالوا ولا تصح الاعمال حتی تیقدمها العقود والنّیات وَمَا لا عقد فیه ولا نیة فلیس بفعل[3]

---

[1] کشف المحجوب ص۱۶۷ [2] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص۹۳-۹۴ [3] التعرف ص۴۳

Marfat.com

ترجمہ:- انبیائے کرام پر جو کچھ گزرا ہے وہ محض ان کے ظاہر پر گزرا ہے جبکہ ان کے اسرار مشاہدات حق کے ساتھ پورے اور محفوظ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں اس ارشادِ خداوندی سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضرت آدمؑ گو بھول گئے لیکن ہم نے ان میں ایسا کرنے کا پختہ ارادہ نہیں پایا تھا۔ ان کا کہنا یہ بھی تھا کہ کوئی عمل اس وقت تک عمل قرار ہی نہیں دیا جا سکتا جب تک اس میں عزم و ارادہ اور نیت و قصد نہ ہو۔

آخرت

حضرت محمد بن احمد المفیدؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت جنیدؒ سے نصیحت کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا روزِ محشر تمام زمین آگ کی مانند ہو گی۔ تم ابھی سے دیکھ لو کہ تم اپنا پاؤں اس وقت کہاں دھرو گے؟ [1]

اعمالِ صالحہ

دانشمندی کا اوّلیں تقاضا

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ پہلی چیز دانائی کے سلسلے میں جس کا بندہ ضرورت مند ہوتا ہے وہ مصنوع کا اپنے صانع کا اور اپنے حادث ہونے کا عرفان حاصل کرنا ہے۔ قدیم اور محدث اور خالق اور مخلوق میں جو فرق ہے اس کی معرفت حاصل ہو جائے تو پھر وہ خدا سے دعا مانگنے پر آمادہ ہو گا اور اس کی طاعت کے واجب ہونے کا اعتراف کرے گا۔ بے شک جو شخص اپنے مالک کو نہیں پہچانتا وہ اس کے اقتدار اور واجبات کا اعتراف کر ہی نہیں سکتا۔[2]

---

[1] تاریخ بغداد ج ۷، ص ۲۴۵ [2] رسالہ قشیریہ ص ۴

Marfat.com

طاعتِ خداوندی

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ طاعت سے انسان کو روزِ الست والے فیوض حاصل ہوتے ہیں۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے اخیر میں بھی وہی معاملہ کرتا ہے جو اس نے ان سے اوّل میں (روزِ ازل) کیا تھا یعنی عزت افزائی سے ان کی ابتدا کی تھی، رحم کھا کر انہیں امر کیا، کمال مہربانی سے وعدۂ جنت کیا اور اپنے فضل و کرم سے ان کے مدارج میں اضافہ کیا۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے اس احسانِ قدیم کا مشاہدہ کر لے تو اس پر احکام الٰہی کی ادائیگی آسان ہو جاتی ہے۔ جو اس کے امر اور دین سے وابستہ ہو جائے تو وہ وعدۂ الٰہی کو پا لیتا ہے اور جو کوئی وعدہ الٰہی پا لے تو اس کے مدارج میں ترقی لازمی امر ہے [۱]

نماز

خواجہ عثمان ہرونیؒ نے فرمایا کہ میں نے خواجہ جنید بغدادیؒ کے عمدہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ موذن کی اجابت کرنا قیامت کے دن خلقت کی شفاعت ہے۔ پس جو شخص اذان سنے اور نماز باجماعت ادا کرے تو ہر رکعت کے بدلے تین سو رکعات نماز کا ثواب ملتا ہے [۲]

حضرت جنیدؒ کا قول ہے لِکُلِّ شیءٍ صفوۃٌ وصفوۃُ الصلوٰۃِ تکبیرۃ الاولیٰ یعنی ہر چیز کی کوئی نہ کوئی خاص خوبی ہوا کرتی ہے، نماز کی سب سے عمدہ چیز تکبیر تحریمہ ہے۔

شیخ سراجؒ بیان کرتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے ساتھ نیت ملی ہوئی ہوتی ہے کہ جس کے بغیر نماز ہو ہی نہیں سکتی جبکہ نیت تیرا یہ پختہ ارادہ ہے کہ تیری نماز خدا ہی کے لئے ہے۔ اگر یہ نیت و ارادہ درست ہوں تو بعد میں کوئی باطنی آفت داخل بھی ہو جائے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ اس کے فضائل میں کچھ کمی واقع ہو سکتی ہے [۳]

حضرت جنیدؒ خود ہمیشہ نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بیس سال ہو گئے

---

[۱] التعرف صفحہ ۳۶ [۲] انیس الارواح اردو ترجمہ صفحہ ۳۱ [۳] اللمع فی التصوف صفحہ ۱۵۲

Marfat.com

ہیں کہ مجھ سے کبھی تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہوئی [1]

وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر مجھے نماز میں دنیا کا کوئی خیال یا اندیشہ آجاتا ہے تو اس نماز کو دوبارہ ادا کرتا ہوں اور اگر آخرت اور بہشت کا اندیشہ ہو تو سجدہ سہو ادا کرتا ہوں [2]

حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا گیا طریقت میں نماز کے فرائض کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا دنیاوی تعلقات کو اس وقت منقطع کر لینا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے دل و جان سے حاضر ہونا [3]

حضرت جنیدؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اقامتِ صلوٰۃ سے تمہاری نیت اور مقصد محض کیف و سرور کا حصول نہیں ہونا چاہیئے بلکہ یہ تو اس ذات سے ملنے کا ایک وسیلہ ہے کہ جس ذات سے ملنے کا اور کوئی وسیلہ نہیں [4]

حضرت جنیدؒ جب بسترِ مرگ پر پڑے تھے، منہ پر ورم تھا اور بڑی تکلیف تھی لیکن نمازیں ادا کرتے جا رہے تھے۔ ایک نوجوان نے عرض کیا حضرت! اتنی علالت میں آپ نماز (نافلہ) ادا فرما رہے ہیں کیا ایسی حالت میں اسے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ ارشاد فرمایا اسی نماز کے ذریعے تو مجھے خدا تک رسائی ہوئی ہے۔ اسے اب اس وقت میں کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ [5]

روزہ

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ روزہ نصف طریقت ہے [6]

حضرت جنیدؒ کے نزدیک دعا و مناجات اور عبادت و طاعات کا مزہ تب آتا ہے کہ آدمی خالی بطن ہو چنانچہ سیر شکم مریدوں سے فرمایا کرتے تھے، تمہارے سامنے تو کھانے کا توبرہ رکھا ہوا ہے اور تم چاہتے ہو کہ مناجات کی لذت تمہیں حاصل ہو، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا [7]

حضرت جنیدؒ ہی کا قول ہے کہ جو آدمی شکم سیری کے بعد عبادت میں خلوص کا خواہاں ہو تو یہ ناممکن سی بات ہے [8]

---

[1] تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۲۲ [2] حوالہ سابق [3] عوارف المعارف اردو ترجمہ صفحہ ۳۷۸ [4] التعرف صفحہ ۱۰۹ [5] تاریخ بغداد ج ۷ صفحہ ۲۴۸

[6] تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۴۳ [7] کتاب مذکور صفحہ ۳۳۸ [8] کیمیائے سعادت اردو ترجمہ صفحہ ۴۱۸

Marfat.com

حضرت جنیدؒ جب مجاہدات سے کام لے رہے تھے تو قلتِ طعام پر عمل پیرا تھے۔ اسی دور کا ایک واقعہ ہے جیساکہ حضرت خلدیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ نے مجھے ایک درہم دیا کہ بازار سے انجیر خرید لاؤں اور وہ روزہ انطار کریں۔ بوقتِ افطار انہوں نے ایک انجیر ہی منہ میں ڈالا تھا کہ رونے لگے۔ میں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا ہاتف نے مجھے آواز دی تھی کہ تمہیں حیا نہیں آتی جو چیز تم نے ہمارے لئے چھوڑ دی تھی اب پھر اسے کھا رہے ہو۔[1]

حضرت خلدیؒ ہی کا بیان ہے کہ حضرت جنیدؒ کے بیس سال اس حال میں گزرے کہ ہفتے کے ہفتے کھایا کرتے تھے اور روزانہ چار سو رکعات نوافل ادا کیا کرتے تھے۔[2]

قوتُ القلوب میں تحریر ہے کہ صوفیائے بغداد نفلی روزوں کے افطار کے وقت کھانا نہیں کھاتے تھے اور یہ طاقت والے متوکلین کا کام ہے۔ صوفیائے بصرہ حضرت سہل تستریؒ کی وفات کے بعد جب حضرت جنیدؒ کے پاس کسبِ فیوض کے لئے آئے اور حضرت جنیدؒ نے انہیں اپنا معمول بتایا تو وہ کہنے لگے کہ ہم میں اتنی ہمت نہیں کہ آپ جیسا مجاہدہ کر سکیں۔

حج

حضرت جنیدؒ نے کئی بار حج کیا تھا اور وہ یہ چاہتے تھے کہ جب حج کیا جائے تو نفسانی خواہشات کا خاتمہ کر کے اور پوری شرائط کے ساتھ حج کیا جائے۔ حج کر کے جب انسان واپس آئے تو اس کے نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو، دل کی تطہیر ہو چکی ہو اور اس طرح گناہوں سے پاک صاف ہو جائے جس طرح وہ بطنِ مادر سے معصوم پیدا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص حج کر کے آتا تو وہ اس کے اعمال و احوال کا تنقیدی نگاہ سے جائزہ لیا کرتے تھے۔ اسی طرح عازمینِ حج کو حج کے تقاضوں سے آگاہ کرتے رہا کرتے تھے۔

منقول ہے کہ گیلان کے ایک سید صاحب تھے۔ لوگ انہیں ناصری کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ صاحب حج پر روانہ ہوئے تو راستے میں بغداد ٹھہرنے کا اتفاق ہوا اور وہ حضرت جنیدؒ کی زیارت کے

---

[1] تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۵ [2] طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۹

Marfat.com

لئے حاضر ہوئے۔ حضرت نے پوچھا ناصری صاحب آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ جواب دیا کہ گیلان سے ہوں۔ پھر دریافت فرمایا کہ آپ کس بزرگ کی اولاد میں سے ہیں؟ وہ کہنے لگا حضرت! میں امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؓ کی اولاد میں سے ہوں۔

یہ سن کر حضرتؒ نے ارشاد فرمایا تیرے پدرگرامی حضرت علی المرتضیٰؓ دو تلواروں سے جہاد کیا کرتے تھے۔ ایک تلوار سے کفار سے لڑتے تھے اور دوسری تلوار سے اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا کرتے تھے۔ سید صاحب آپ ان کے فرزند ارجمند ہیں، آپ کے جہاد بالنفس کی کیا کیفیت ہے۔ اتنا سننا تھا وہ سید زار و قطار رونے لگے اور کہتے جاتے تھے۔ حضرت امیراج تو میں ہوگیا ہے از رہ کرم میری خدا کی طرف رہنمائی فرمائیں۔

حضرت جنیدؒ نے ارشاد فرمایا یاد رکھو یہ تمہارا سینہ خدا کا خاص حرم ہے، اس حرم خاص میں کسی غیر محرم (ماسوا اللہ) کو ہرگز ہرگز نہ گھسنے دیا کرو[1]

؎ حرم جز قبلۂ قلب و نظر نیست
طواف او طوافِ بام و در نیست
میانِ ما و بیت اللہ رمزیست
کہ جبریلِ امیں را ہم خبر نیست (اقبالؒ)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک شخص حضرت جنیدؒ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت میں حج کر کے آرہا ہوں۔ آپ نے پھر پوچھا کیا واقعی تم نے حج ادا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اس پر حضرتؒ نے فرمایا اچھا یہ تو بتاؤ کہ جس وقت تم نے حج کے لئے گھر سے کوچ کیا تو گناہوں کو ترک کرنے کی نیت بھی کی تھی یا نہیں۔ وہ کہنے لگا کہ گناہوں سے تو میں ابھی کوچ نہیں کر سکا۔ آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے ابھی حج کے لئے کوچ نہیں کیا۔ پھر فرمایا جب تم گھر سے چلے اور مختلف منزلیں طے کرتے ہوئے مکہ مکرمہ تک پہنچے تو کیا ساتھ ساتھ راہِ خدا کی منزلیں بھی طے کی تھیں یا نہیں وہ کہنے لگا نہیں ایسا تو

---

[1] تذکرۃ الاولیاء ص ۳۳۴ - ۳۳۵

Marfat.com

نہیں کرسکا۔ آپ نے فرمایا پس تم نے سفرِ حج کی منزلیں بھی طے نہیں کیں۔ اس کے بعد فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم نے احرام باندھا تھا تو اس وقت اپنے سے صفاتِ بشریہ کو بھی جدا کر دیا تھا یا نہیں۔ اس نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا کہ تم نے حقیقی معنوں میں احرام نہیں باندھا۔ پھر پوچھا کہ تم جب عرفات میں کھڑے ہوئے تھے تو وہاں کچھ معرفت بھی میسّر آئی تھی یا نہیں؟ اس کا جواب نفی میں تھا۔ ارشاد فرمایا کہ تم نے عرفات میں گویا قیام نہیں کیا۔ پھر دریافت فرمایا کہ جب تم نے مزدلفہ میں قیام کیا تو کیا تم نے اپنی خواہشات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا تھا یا نہیں؟ جواب اب بھی نفی میں تھا۔ سن کر فرمایا بھائی تم ابھی مزدلفہ بھی نہیں گئے۔ پھر پوچھا کہ جب تم نے طوافِ کعبہ کیا تھا تو اپنی آنکھوں سے محلِ تنزیہ میں جمالِ حق کے لطائف کا مشاہدہ کیا تھا یا نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ یہ سعادت تو مجھے میسّر نہیں آئی۔ ارشاد فرمایا گویا تم نے ابھی حقیقی معنوں میں طواف بھی نہیں کیا۔ اب آپ نے یہ سوال کیا کہ صفا و مروہ کی سعی کے درمیان ان مقامات کے مرتبے کا ادراک حاصل ہوا تھا یا نہیں۔ جواب حسبِ سابق تھا لہٰذا فرمایا تم نے ابھی سعی نہیں کی۔ پھر فرمایا جب تم نے منیٰ پر قربانی کی تو وہاں اپنی نفسانی خواہشات کو بھی قربان کر دیا تھا یا نہیں؟ وہ کہنے لگا کہ ایسا تو نہیں کر سکا۔ ارشاد فرمایا کہ تم نے قربانی بھی نہیں کی۔ اس کے ساتھ دریافت فرمایا کہ جب تم نے شیطان پر پتھر پھینکے تھے تو ساتھ ہی اپنے باطن سے نفس امارہ اور ہوا و ہوس کی کدورتوں کو نکال باہر پھینکا تھا یا نہیں۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس پر حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ تم نے رمی جمار نہیں کی اور نہ پورے آداب اور شرائط کے ساتھ صحیح معنوں میں فریضہ حج ادا کیا ہے۔ پس واپس جا کر پھر ایک دفعہ ان شرائط کے مطابق حج کرو حتیٰ کہ خانہ کعبہ میں مقامِ ابراہیم کے روحانی مقام کو پہنچ جاؤ۔[1]

مختصر یہ ہے کہ حضرت جنیدؒ کے نزدیک حج کی اہم شرائط انسان کا حرص و آز، ہوا و ہوس اور طغیان و عصیان سے پاک و پاکیزہ ہونا ہے اگر کوئی شخص حج کے بعد لالچ، حرص اور گناہ کو نہیں چھوڑتا تو گویا اس نے صحیح معنوں میں مناسکِ حج ادا ہی نہیں کئے ہیں۔

---

[1] کشف المحجوب صـ ۳۸۶ - ۳۸۷

Marfat.com

زکوٰۃِ علم

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ اپنے وقت کے علماء سے فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے علم کی کم از کم زکوٰۃ ہی دے دیا کرو جو یہ ہے کہ دو سو مسئلوں میں سے جو تم نے سیکھ رکھے ہیں کم از کم پانچ پر تو عمل کر لیا کرو۔[1]

صدقہ و خیرات

روایت ہے کہ ایک دولت مند شخص اپنے صدقات صوفیائے کرام ہی کو دیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ہر وقت خدا کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ انہیں اگر معاشی احتیاج کے لئے پریشان ہونا پڑے تو ان کی توجہ بٹ جائے گی۔ حضرت جنیدؒ نے اس کی یہ بات سنی تو فرمایا یہ شخص ولی اللہ ہے کچھ عرصہ بعد اتفاق ہوا کہ اس کی دولت جاتی رہی اور وہ مفلوک الحال ہو گیا۔ حضرت جنیدؒ کو پتہ چلا تو اس کو مال عطا کیا اور فرمایا آپ جیسے شخص کو کبھی تجارت میں نقصان ہو ہی نہیں سکتا۔[2]

اظہارِ عبودیّت

حرّیت

شیخ ابو نصر سراجؒ حریت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالےٰ کے لئے تحقیقی عبودیت کی نہایت کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنی ملکیت میں کچھ نہ رکھے اور مردِ آزاد ہو جائے جبکہ وہ خدا تعالےٰ کا بندہ اور غلام بن جائے۔

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ عارف کے مقام کی انتہا حریت ہے[3] یعنی دوسروں کی بندگی سے آزاد

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۳۶ [2] تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۳۲ [3] اللمع فی التصوف صفحہ ۳۹۳

Marfat.com

ہو کر انسان خاص خدا کا بندہ بن جائے یہی عرفان کی انتہٰی ہے۔

حضرت ابو عمرو انماطیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم اس وقت تک حقیقت میں خدا کے بندے نہیں بن سکتے جب تک ماسوا اللہ میں سے کوئی چیز تمہارے قبضے اور غلامی میں ہو اور تم صریح حریت کے مقام کو اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک حقیقتِ عبودیت تم پر ناتمام ہو۔ جب تم خالصتاً خدا کے بندے بن جاؤ تو پھر تم اس کے ماسوا سے حُرّہ اور آزاد ہو جاؤ گے۔ [1]

کمالِ عبودیت

حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے کمال العبودیۃ فی خصلتین صدق الافتقار الی اللہ تعالےٰ سرًّا وجہرًا وحسن القدوۃ برسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ترجمہ:۔ عبودیت کا کمال دو خصلتوں کا مرہونِ منت ہے ایک یہ کہ اللہ کی طرف سچا فقیر ہو یعنی بندہ ملکیت سے آزاد ہو اور دوسرے یہ کہ ہر معاملے میں رسول پاک کے اسوہ عمل کی عمدہ پیروی کی جائے۔ فقر حقیقت ہے اور اسوۂ پیغمبر شریعت ہے۔ یاد رہے کہ حقیقت کبھی شریعت کے بغیر درست نہیں رہ سکتی۔ [2]

طاعت بے ریا

حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ جب چالیس سال مجھے عبادت کرتے کرتے گزر گئے تو مجھے یہ گمان ہو گیا کہ میں اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ گیا ہوں۔ اس خیال کا آنا تھا کہ ہاتف نے آواز دی کہ اے جنیدؒ! وہ وقت آ گیا ہے ہم تمہیں تمہارا گوشۂ زُنّار دکھا دیں۔ جب میں نے یہ سنا تو عرض کیا خداوندا! جنید سے آخر قصور کیا ہوا ہے؟ آواز آئی کہ تو گناہ کرنا چاہتا ہے اس سے بھی پہلے کہ تیرا وجود ہو۔ حضرت جنیدؒ نے سرد آہ بھری اور یہ شعر پڑھا۔

من لم یکن للوصال اھلاً   فکلّ احسانہ ذنوبٌ

یعنی جسے طاعت سے وصلِ خداوندی میسر نہ آ سکے تو اس کی ساری حسن کاری نہیں بلکہ

---

[1] طبقات الصوفیہ صفحہ ۱۵۸ [2] شرح تعرف ج ۱ صفحہ ۱۰۲

Marfat.com

عصیاں شعاری ہے۔

حضرت جنیدؒ اس کے بعد خانہ نشین ہو گئے اور ساری رات اسم ذات یعنی اللہ اللہ کا ورد کیا کرتے تھے[۱]

حضرت ابوبکر عطارؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت جنیدؒ کی وفات کے موقع پر دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ موجود تھا۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور نماز پڑھ رہے تھے۔ جب سجدہ کرتے تو پاؤں دوہرے کر لیتے۔ اسی طرح نوافل پڑھتے رہے حتیٰ کہ پاؤں سے روح نکل گئی اور ان کے لئے پاؤں کو حرکت دینا مشکل ہو گیا۔ پس آپ نے پاؤں پھیلا لئے اور ان پر ورم تھا۔ ان کے کسی دوست نے یہ حالت دیکھی تو کہنے لگا اے ابوالقاسم! یہ کیا؟ یعنی اتنی تکلیف میں نوافل پڑھ رہے ہیں ارشاد فرمایا اللہ اکبر، یہ خوب چیز ہے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جریریؒ نے عرض کیا حضرت! اگر لیٹ جاتے تو بہتر ہوتا۔ فرمانے لگے اے ابومحمد! یہی تو وقت ہے جس کا مواخذہ ہوتا ہے۔ پھر اللہ اکبر کہا اور اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ داعیٔ اجل کو لبیک کہا[۲]

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ زمین عبادت گزاروں سے اسی طرح درخشاں ہو جاتی ہے جس طرح آسمان ستاروں سے درخشاں ہوتا ہے[۳]

دُعا

حضرت ہمام بن حارثؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے باب کُلِّ عِلمٍ نفیسٍ جلیلٍ بذل المجھود ولیس من طلب اللہ ببذل المجھود کمن طلبہ من طریق الجود[۴] یعنی ہر عمدہ اور اعلیٰ درجے کے علم کا دروازہ محنت و مشقت سے کھلتا ہے لیکن جو شخص محض محنت و مشقت سے اللہ کی طلب و تلاش کرتا ہے وہ اس طالبِ حق کی مانند نہیں ہو سکتا جو اسے ازرہ جود و کرم طلب کرتا ہے۔

حضرت جنیدؒ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے الٰھی وسیدی ومولای مَنْ اَحسنُ منک حُکماً

---

[۱] تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۲۰ [۲] صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۳۸ - ۲۳۹ [۳] تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۳۸ [۴] طبقات الصوفیہ صفحہ ۱۵۷

Marfat.com

لِمَن اَيقن بك ومن ادعم منك رحمةً لِمَنْ اتقاك وقصدك ومن اسرع منك عطفاً درافةً لِمَنْ اراد ك واتبل على طاعتك فكلّهم فى نعمائك يتقلبون ولك بفضلك عليهم يعبدون سرتُ همومهم بك اليك وانفردتُ ارادتهم لديك واتبلت قلوبهم بك عليك وفنيت حظوظهم من دونك واجتمعتْ لك وحدك فهم اليك فى الليل والنهار متوجهون و عليك فى كلِّ الاحوالِ مقبلون لك على الاحوال موثرون فَاَنا اسئلك الهى وسيدى و مولاى ان تكون لى بفضلك كافياً عاصماً راحماً فاِنّى اليك لاجٍ وبك مستغيث واليك راغبٌ ومنك راهبٌ وعليك فى امور الدنيا والاخرةِ متوكل لا الٰه اِلّا انت سبحانك اِنّى كنتُ من الظالمين له

ترجمہ :- اے میرے معبود! میرے سردار اور میرے آقا تجھ سے بڑھ کر اس شخص پر زیادہ عمدہ حکم دینے والا کون ہو سکتا ہے کہ جو تجھ پر یقین رکھتا ہے اور تجھ سے بڑھ کر اپنی رحمت میں زیادہ وسعت والا کون ہو سکتا ہے خصوصاً ایسے شخص پر کہ جو تجھ سے ڈرتا ہے اور تیرا ہی قصد کرتا ہے۔ اسی طرح کون اپنی مہربانی اور شفقت میں تجھ سے زیادہ تیز ہو سکتا ہے اس شخص پر جو تیرا ہی ارادہ کرتا ہے اور تیری طاعت میں پیش قدمی دکھاتا ہے۔ تیرے خاص بندے سب کے سب تیری نعمتوں سے فیضیاب ہو رہے ہیں اور تیرے ہی فضل و کرم کی بدولت سرگرم عبادت ہیں۔ ان کی ساری کدوکاوش تیری خاطر ہوتی ہے، ان کی ارادت محض تیری خاطر ہے۔ ان کے دل تیرے ہی فیض سے تیری طرف متوجہ رہتے ہیں اور انہوں نے اپنا سب کچھ تیرے ماسواء فنا کر دیا ہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو تیری ذات کے لئے مجتمع کر لیا ہے، رات دن تیری طرف متوجہ رہتے ہیں، اپنے تمام احوال میں تیری طرف پیش قدمی کرتے ہیں اور اپنے تمام احوال میں تجھے ہی ترجیح دیتے ہیں۔ پس میں تجھ سے اے میرے معبود میرے سردار اور میرے آقا یہ سوال کرتا ہوں کہ تو میرے لئے اپنے فضل و کرم سے کفایت کرنے والا، بچانے والا اور رحم کھانے والا بن جا کیونکہ میں تیری طرف پناہ گزیں ہوا ہوں، تجھ سے فریادی ہوں، تیری رحمت سے رغبت رکھنے والا اور تجھی سے ڈرنے والا ہوں۔ میں دنیا اور آخرت کے تمام معاملوں میں تجھ پہ

له اللمع فی التصوف ص۲۶۳

Marfat.com

ہی بھروسہ کرنے والا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے اور بیشک میں زیادتی کرنے والوں میں سے ہوں۔

مناجات

حضرت جنیدؒ مناجات کی فضیلت میں فرماتے ہیں کہ بیشک کچھ لوگ ایسے ہیں جو کامیاب وکامران رہے ہیں جن کو ان کے محبوب خدا نے مختصر راستے کی رہنمائی کر دی اور شاہراہ مناجات پر چلنے کی توفیق بخشی۔ اس نے انہیں دعوتِ حق کو سمجھنے کا خود اشارہ کیا۔ یہ دعوت وہ تھی جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۱۳/۱۲۷ پس ان کی عقلیں حسنِ توجہ کے ساتھ دعوتِ قبول کرنے کی خاطر مستعد ہو گئیں [۱]

حضرت خلدیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو ان الفاظ میں مناجات کرتے سنا ہے۔

یا ذاکر الذاکرین بما بہ ذکروہ ویا بادئ العارفین بما بہ عرفوہ یا موفق العابدین لصالح ماعملوہ من ذا الذی یشفع عندک الا باذنک؟ ومن ذا الذی یذکرک الا بفضلک [۲]

ترجمہ:۔ اے ذکر کرنے والوں کو یاد رکھنے والے جو تیری ہی توفیق سے تیرا ذکر کرتے ہیں، اے عارفوں کی ابتدا کرنے والے جنہوں نے تیری ہی مہربانی سے تجھے پہچانا ہے اور اے عبادت گزاروں کو نیک عمل کی توفیق دینے والے کہ انہوں نے تیری ہی توفیق سے عمل کئے ہیں۔ کون ہے ایسا شخص کہ جو تیری اجازت کے بغیر سفارش کر سکے اور کون ہے ایسا شخص کہ جو تیرے فضل وکرم کے بغیر تجھے یاد کر سکے۔

اخلاقِ حسنہ

اخلاق

حضرت جنیدؒ نے فرمایا التصوف استعمال کل خلق سنی وترک کل خلق دنی [۳] یعنی تصوف

---

[۱] اللمع فی التصوف ص ۲۳۶ [۲] طبقات الصوفیہ ص ۱۵۷ [۳] طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۳۳

Marfat.com

دراصل اپنے آپ کو اچھے اور عمدہ اخلاق سے سنوارنے اور تمام بری عادتوں کو چھوڑ دینے کا نام
حضرت جنیدؒ ہی کا قول ہے کہ خلق چار چیزوں کو کہتے ہیں، سخاوت، الفت، نصیحت اور شفقت[1]

محبّت و شفقت

حضرت جنیدؒ سے خلقِ خدا پر شفقت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ جو کچھ لوگ تم سے مطا
کریں وہ ان کو ادا کر دیا کرو، ان پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو وہ اٹھا نہ سکیں اور ان سے ایسے انداز میں خطا
نہ کرو جس سے وہ آشنا نہ ہوں[2]

حضرت ابوبکر کسائیؒ نے حضرت جنیدؒ کو ایک خط لکھا جواب دینے سے حضرت نے ازرہ شفقت
گریز کیا اور بعد از اں ایک خط میں وضاحت فرمائی کہ جواب میں تاخیر کی وجہ ناراضی نہیں ہے کیونکہ آ
مجھے بے حد عزیز ہیں البتہ جواب اس لئے نہیں دیا کہ کہیں وہ خط کسی اور کے ہاتھ نہ لگ جائے او
وہ اپنی جہالت کی وجہ سے آپ کے لئے پریشانی کا موجب نہ بن جائے۔ کچھ عرصہ پہلے میں نے اہل
کو ایک خط لکھا تھا جو کسی نے کھول لیا اور وہ بات میرے اور میرے دوستوں کے لئے یگونہ مصیب
کا باعث بن گئی۔ مخلوقِ خدا نرمی کی ضرورت مند ہے اور معرفت کی جو باتیں عوام کی سمجھ سے بالاتر ہی
نرمی اور شفقت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ان کے سامنے نہ کی جائیں، تم لوگوں سے صرف وہ باتیں کیا کر
جن کو وہ جانتے اور سمجھتے ہیں اور جن باتوں کی وہ معرفت نہیں رکھتے انہیں چھوڑ دینا چاہیئے۔ اللہ تعا
نے علماء اور حکماء کو اپنی رحمتِ بے پایاں سے سراپا رحمت بنا دیا ہے اور پھر یہ رحمت لوگوں کے
درمیان پھیلا دی ہے۔ پس تم ہمیشہ ایسے عمل کیا کرو کہ تمہارا وجود دوسروں کے لئے باعثِ رحمت بن
جائے اگرچہ اللہ نے تمہیں اپنے نفس کے لئے بلا و آزمائش ہی کیوں نہ بنا دیا ہو[3]

خلوص و خیر خواہی

حضرت جنیدؒ کو اپنے احباب اور اصحاب سے بے حد محبت تھی۔ خلوص کا اظہار ان کے خطو

---

[1] تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۴۳، عوارف المعارف اردو ترجمہ صفحہ ۲۸۸ [2] اللمع فی التصوف صفحہ ۲۳۱ [3] ایضاً صفحہ ۲۴۰-۲۴۱

Marfat.com

کے نقط نقط سے ہوتا ہے۔ حضرت جنیدؒ نے اپنے خطوط میں اپنے احباب کے حق میں ایسی دعائیں کی ہیں جن سے مکتوب الیہم کے روحانی احوال و مقامات پر روشنی پڑتی ہے اور خیر خواہی کا حق بھی ادا ہو جاتا ہے۔ ایک خط کا آغاز ان الفاظ میں ہوتا ہے اتحفک اللہ یا اخی بالاصطفاء وجعلک بالاحتواء وخصک بعلم اھل التھی واطلعک من المعرفۃ علی ماھو اولی وتمم لک ما ترید منک [1] یعنی اے میرے بھائی! اللہ تعالیٰ اپنے انتخاب سے تجھے چن لے، تمہیں اپنے ساتھ ملالے، اونچی رسائی والے لوگوں کے علم کے ساتھ تمہیں مخصوص کرلے، تمہیں ایسی معرفت سے باخبر کرے کہ جو بہتر ہے اور تمہارے لئے وہ سب کچھ مکمل کردے جو وہ تم سے چاہتا ہے۔

ایک خط کے ابتدائی جملے یہ ہیں اکرمک بطاعتہ وخصک بولایتہ وجللک بسرہ ووفقک بسنۃ نبیہ واطلعک علی فھم کتابہ وانطقک بالحکمۃ وآنسک بالقرب [2] یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طاعت کے ساتھ کرامت بخشے، اپنی ولایت کے ساتھ تمہیں مخصوص کرلے، اپنے سر (راز) سے تمہیں جلالت بخشے، اپنے نبیؐ کی سنت پر چلنے کی توفیق دے، اپنی کتاب کو سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائے، دانائی کی باتیں کرنے کی طاقت دے اور اپنے انس کا قرب مرحمت فرمائے۔

ایک اور خط کے تمہیدی کلمات اس طرح ہیں حاطک اللہ بحیاطتہ التی یحوط بھا المستخلصین من احبابہ وثبتک وایانا علی سبل مرضاتہ واولج بک تباب انسہ وکلاک فی الاحوال کلھا کلایۃ الجنین فی بطن امہ [3] یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے جیسے وہ احباب میں سے ان لوگوں کو رکھتا ہے جو اخلاص کے طالب ہوتے ہیں۔ آپ کو اور ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر ثابت قدم رکھے، تمہیں اپنے خیام انس میں جگہ دے اور تمہارے تمام احوال میں اس طرح نگہداشت کرے جیسے وہ بچے کی بطنِ مادر میں نگہداشت کرتا ہے۔

ہمدردی و غمخواری

حضرت جنیدؒ کا معمول تھا کہ ان کے احباب میں سے کوئی بیمار ہوتا تو وہ ضرور جاکر عیادت کرتے

---

[1] اللمع فی التصوف صفحہ ۲۴۱ [2] کتاب مذکور صفحہ ۲۴۲ [3] کتاب مذکور صفحہ ۲۴۲-۲۴۳

Marfat.com

اسی طرح دوسروں کے دکھ درد میں برابر شریک ہوتے رہتے۔ جب کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو خود بیقرار ہو جاتے۔ بمصداق ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

حضرت جنیدؒ کا یہ قول اسی حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں اپنے آپ کو اولین و آخرین کے گناہوں کے مواخذے کا ذمہ دار سمجھتا ہوں۔

شیخ عطارؒ اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابوالقاسم جنیدؒ اپنے آپ کو عہدۂ تعبیر و قطبیر پر سمجھتے تھے یعنی دوسرے تمام لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے سر لیتے تھے۔ یہ نشانِ کلیت تھا اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے کو تمام دنیا تصور کرے، تمام مخلوق کو اپنے اعضا و جوارح کی مانند خیال کرے اور امیا المومنین کنفس واحدۃ (مومنوں کا سردار ایک نفس واحد کی طرح ہوتا ہے) کے مقام پر جا پہنچے۔ان کا یہ قول انہی معنوں میں تھا جیسا کہ حضور سرورِ کائنات نے فرمایا ہے کہ کسی نبی کو اتنی اذیت نہیں پہنچائی گئی جیسی کہ مجھے پہنچائی گئی ہے۔[1]

خوش خلقی و خندہ روی

حضرت جنیدؒ کا فرمان ہے کہ اگر کوئی فاسق شخص کہ جو خوش خلق ہو میرے پاس آکر بیٹھے تو وہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت ایسے قاری کے کہ جو بد خلق ہو۔[2]

مروت و دوستداری

حضرت جنیدؒ نے فرمایا المروۃ احتمال زلل الاخوان[3] یعنی مروت (مردانگی) یہ ہے کہ انسان اپنے بھائیوں کی لغزشوں کو برداشت کرتا رہے۔ حضرت جنیدؒ نے ایک روز اپنے ساتھیوں سے فرمایا اگر میں یہ سمجھتا کہ دو رکعت نفل پڑھنا تمہارے پاس بیٹھنے سے زیادہ فضیلت اور ثواب عالی چیز ہے تو

---

[1] تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۲ [2] اللمع فی التصوف ص ۱۷۷ ، تذکرۃ الاولیاء ص ۳۴۳ [3] طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ،
صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۳۹

Marfat.com

کبھی تمہارے پاس نہ بیٹھتا یعنی میں سمجھتا ہوں کہ احباب کے پاس میرا بیٹھنا بھی عبادت ہے [1]

اسی طرح منقول ہے کہ حضرت جنیدؒ مسلسل روزے رکھا کرتے تھے لیکن جب کوئی دوست آجاتا تو روزہ توڑ دیتے اور فرماتے کہ دوستوں کے ساتھ کھانا پینا نفلی روزے سے ثواب میں کسی طرح کمتر نہیں [2]

روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت جنیدؒ کے سامنے بار بار اس امر کا شکوہ کیا کہ اس زمانے میں برادران دین جو مخلص ہوں کمیاب بلکہ نایاب ہو گئے ہیں۔

حضرت نے ارشاد فرمایا بھائی اگر تم یہ چاہتے ہو کہ کوئی تمہارے خرچ خوراک کا بوجھ اٹھائے اور تمہاری اذیتیں بھی سہے تو واقعی ایسا شخص مشکل سے ملتا ہے اور اگر تم خود دوسروں کا بوجھ اٹھانے کو تیار ہو تو ایسے برادرانِ دین تو میرے نزدیک بہت سے موجود ہیں [3]

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ اگر تمہارا کوئی دوست ہو تو اس کے سامنے اپنے کردار اور اخلاق سے ایسی کسی بات کا مظاہرہ نہ کرو جو اسے ناگوار گزرے [4]

حضرت جُنَیدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی دو شخص سچے روحانی بھائی بن جائیں پھر بعد میں کوئی ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے تو ضرور کسی نہ کسی میں کوئی خامی ہوگی کیونکہ روحانی دوستی چشمۂ صافی و شیریں سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ یقیناً جو کام بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوتا ہے اس میں خدا از خود صفائی پیدا کر دیتا ہے اور ایسا کام ہمیشہ باقی رہنے والا ہوتا ہے [5]

تواضع وانکسار

حضرت جنیدؒ سے تواضع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا تواضع خلقِ خدا کے لئے عاجزی اور نرم روی ہے [6]

حضرت جنیدؒ کے نزدیک تواضع خاصۂ تصوف ہے کیونکہ صوفی زمین کی طرح ہوتا ہے جو سب

---

[1] اللمع فی التصوف صـ ۲۱۰ [2] تذکرۃ الاولیاء صـ ۳۲۳ [3] ایضاً صـ ۳ [4] تذکرۃ الاولیاء صـ ۳۲۷ [5] اللمع فی التصوف صـ ۲۰۹

[6] عوارف المعارف اردو ترجمہ صـ ۲۹۴ [7] التعرف صـ ۶۸، رسالہ قشیریہ صـ ۶۱، عوارف المعارف اردو ترجمہ صـ ۲۹۴

Marfat.com

کے لئے بھی رہتی ہے۔

حضرت جنیدؒ کا فرمان یہ ہے کہ تواضع یہ ہے کہ انسان دونوں جہانوں کے لوگوں پر تکبر نہ کرے اور حق تعالیٰ کے ساتھ مستغنی ہو جائے۔[۱]

حضرت جنیدؒ نے اپنے پہلے یادگار وعظ کے بعد کچھ عرصہ تک وعظ کہنا بند کر دیا تھا پھر جب وعظ کرنے کے لئے منبر پر تشریف لائے تو ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اگر حدیث میں یہ نہ ہوتا یکون فی اخر الزمان زعیم القوم ارذ لھم یعنی زمانہ آخریں میں قوم کا سردار وہ ہوگا جو ان سب سے کمتر ہوگا تو میں کبھی وعظ نہ کہتا۔[۲]

بلاشبہ یہ حضرت جنیدؒ کے تواضع و انکسار کا اظہارِ کمال ہے اور یہ آپ کی عظمت کا بہت بڑا نشان ہے۔

از اں بر ملائک شرف داشتند   کہ خود را بہ از سگ نپنداشتند

اخلاقِ باطنہ

حضرت جنیدؒ سے فقر اور غنا کی فضیلت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا الفضل فی التقیٰ لا فی فقر ولا فی غنی یعنی فضیلت تقوے میں ہے نہ کہ فقر یا غنا میں۔[۳]

تقویٰ و خشیت

حضرت جنیدؒ نے فرمایا متقی وہ نہیں ہے جو لوگوں کے لئے وہی بات پسند کرتا ہو جو اپنے لئے پسند کرتا ہو بلکہ متقی وہ ہے جو لوگوں کے لئے اپنی ذات سے زیادہ بہتر چیز پسند کرتا ہو۔[۴]

حضرت جنیدؒ سے خوفِ خدا کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا توقع العقوبۃ مع مجاری الانفاس[۵] یعنی ایک ایک سانس کے ساتھ سزا اور عقوبت کی توقع رکھنا۔

---

[۱] تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲۴ [۲] التعرف ص ۱۱۱، صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۳۶ [۳] طبقات الصوفیہ ہروی ص ۱۵۵ [۴] غنیۃ الطالبین اردو ترجمہ ص ۲۲۳

[۵] رسالہ قشیریہ ص ۶۸

Marfat.com

خشوع وخضوع

حضرت جنیدؒ سے خشوع کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا تذلل القلوب لعلاّم الغیوب [۱]
یعنی امورِ غیب کے سب سے زیادہ جاننے والے خدا کی خاطر اپنے دلوں کو جھکا دینا۔

قناعت واستغنا

حضرت عبدالوہابؒ کہتے ہیں کہ میں حج کے زمانے میں حضرت جنیدؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپ کے اردگرد اہلِ عجم اور نومسلموں کی بہت سی تعداد موجود تھی۔ اتنے میں ایک آدمی پانچ سو دینار لے کر آیا اور پیش کئے اور کہنے لگا کہ یہ ان فقراء میں تقسیم فرما دیجئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس اور بھی دینار ہیں۔ وہ بولا حضرت! میرے پاس اور بھی بہت سی دولت ہے۔ پھر حضرت نے ارشاد فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ تمہارے پاس ہے اس میں اضافے کے خواہاں ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا پھر تم ان دیناروں کو بھی لے جاؤ کیونکہ تم تو ہم سے بھی زیادہ ان کے حاجتمند ہو۔ چنانچہ آپ نے وہ دینار قبول نہیں فرمائے [۲]

حضرت خلدیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو فرماتے سنا ہے کہ اگر تم سے ہو سکے تو اپنے گھر کے برتن مٹی کے برتنوں کے سوا نہ رکھا کرو۔ حضرت خلدیؒ مزید بتلاتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کے اپنے گھر کے برتن تمام تر مٹی ہی کے تھے [۳]

صبرواستقامت

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں دنیا کے مصائب و تکالیف سے کبھی مکدرِ خاطر نہیں ہوتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ دنیا ہے ہی مصیبت کا گھر اور یہی اس کی اصلیت و حقیقت ہے۔ پس جب کوئی مصیبت اور تکلیف آتی ہے تو اس کو اصل خیال کرتا ہوں جبکہ کوئی راحت اور آسائش میسر آجاتی

---

[۱] رسالہ قشیریہ ص۶۸ [۲] ایضاً ص۸۵ [۳] طبقات الصوفیہ ص۱۵۹

Marfat.com

ہے تو اس کو خلافِ اصل اور محض خدا کی رحمت سمجھتا ہوں اور اس پر شکرِ الٰہی بجا لاتا ہوں[۱]

حضرت جنیدؒ نے صبر کی تعریف بیان کی ہے کہ صبر نفس کو خدا کے معاملے میں جزع فزع سے باز رکھنے کا نام ہے۔ مزید صبر تلخیوں کو برداشت کرنے اور چہرے پر ناگواری کے احساسات تک کو نہ لانے کو کہتے ہیں[۲]

حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ دنیا سے آخرت کی طرف چلنا مومن پر آسان اور سہل ہے اور خدا کی راہ میں مخلوق کو چھوڑ دینا مشکل ہے جبکہ نفس کو چھوڑ کر خدا کی جانب رجوع کرنا مشکل تر ہے اور صبر مع اللہ مشکل ترین امر ہے[۳]

حضرت جنیدؒ سے صبر کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر دوسروں کے خرچ و خوراک کا بارِ گراں اٹھاتے رہنا صبر ہے حتیٰ کہ ان کے تنگدستی کا زمانہ گزر جائے[۴]

تزکیۂ نفس و تطہیرِ قلب

توبہ و انابت

حضرت جنیدؒ سے توبہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ توبہ تمہارے اپنے گناہ کو بھول جانا ہے۔ امام کلاباذیؒ نے وضاحت کی ہے کہ بھولنا یہ ہے کہ تمہارے دل سے اس فعل کی حلاوت اس طرح نکل جائے کہ تمہارے سر (راز) پر اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے اور تم ایسے آدمی کی مانند بن جاؤ کہ اس حلاوت سے قطعاً لذت آشنا نہیں[۵]

مخالفتِ نفس

حضرت جنیدؒ کا ارشاد ہے کہ جو نفس کو اس کی خواہش پر مدد پہنچائے وہ اس کے فعل میں شریک ہے کیونکہ بندگی کے لئے ادب ضروری ہے اور سرکشی سراسر بے ادبی ہے[۶]

۱؎ صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۳۷ ، انوار القدسیہ ص ۱۰۹ ۲؎ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۴۲ ۳؎ رسالہ قشیریہ ص ۸۵ ۴؎ اللمع فی التصوف ص ۵۳

۵؎ التعرف ص ۶۴ ۶؎ عوارف المعارف اردو ترجمہ ص ۲۳۱

Marfat.com

حضرت جنیدؒ نے نفس امارہ کا ان الفاظ میں تعارف کرایا ہے النفس الامارة بالسوء هي الداعية الی المهالك العينة للاعداء المتبعة للهوى المتهمة باصناف الاسواء[1] یعنی برائی کا حکم دینے والا نفس ایسی ہلاکت کی جگہوں کی طرف بلانے والا ہے کہ جو دشمنانِ خدا کے لئے مقرر ہیں۔ یہ خواہشات کی پیروی کرنے والا ہوتا ہے اور ہر طرح کی برائیوں کا نشانۂ تہمت ہوتا ہے۔

حضرت جنیدؒ کے نزدیک نفس کی بیماری کی دوا بھی مخالفتِ نفس ہی میں ہے جیسا کہ اس حکایت سے ظاہر ہے۔ حضرت جنیدؒ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک رات مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ ورد پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا تو اس میں بھی اس حلاوت کو نہ پایا جو مجھے پہلے محسوس ہوا کرتی تھی۔ میں نے سوچا کہ سو رہوں لیکن ایسا بھی نہ کر سکا۔ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ناگاہ ایک شخص کو راستے میں عبا لپیٹے پڑا پایا۔ آہٹ سن کر کہنے لگا اے ابوالقاسم آپ اس وقت میرے پاس تشریف لائے ہیں، آپ کا شکریہ۔

میں نے جواب دیا ہاں جناب آیا تو ہوں مگر وعدے یا ارادے کے بغیر۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے محرکِ قلوب (خداوند تعالےٰ) سے التجا اور دعا کی تھی کہ وہ آپ کے دل کو میری طرف پھیر دے۔ میں نے اس پر کہا یہ تو خداوند تعالےٰ نے کر دیا اب فرمائیے کہ بلانے کی آخر کیا ضرورت پیش آئی۔ کہنے لگا بس یہ بتا دیجئے کہ کب نفس اپنی بیماری کی خود دوا بن جاتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ جب نفس اپنی خواہشات کی مخالفت کرنے لگ جاتا ہے تو یہ اپنی بیماری کی خود دوا بن جاتا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ وہ اپنے نفس سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا، اے نفس، تم اچھی طرح سن لو، یہی جواب میں نے بھی سات بار تمہیں دیا تھا مگر تمہاری تسلی نہ ہوئی تھی۔ تم چاہتے تھے کہ خود حضرت جنیدؒ کا فیصلہ سنو لہٰذا اب تو ان کا فرمان سن لیا ہے۔ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا اور یہ پتہ نہ چل سکا کہ وہ کون بزرگ تھا[2]۔

حضرت جنیدؒ کے نزدیک اتباعِ ہوائے نفس دراصل بنیادِ کفر ہے جیسا کہ ان کا قول ہے کہ کفر کی بنیاد یہ ہے کہ بندہ خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے لگ جائے[3]۔

حضرت جنیدؒ سے وصلِ الٰہی کا راز پوچھا گیا تو فرمایا راز یہ ہے کہ خواہشاتِ نفس کی پیروی کو یکسر ترک کر دیا جائے[4]۔

---

[1] رسالہ قشیریہ صلا [2] ایضاً [3] کشف المحجوب ص۲۵۶ [4] ایضاً

Marfat.com

زہدِ دنیا

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ زہد یہ ہے کہ ہاتھ مال و متاع سے اور دل مال کی طلب و طمع سے خالی ہوں [1]

حضرت جنیدؒ کا ایک قول یہ ہے کہ زہد دراصل یہ ہے کہ جس سے ہاتھ خالی ہوں اس سے دل بھی خالی ہو [2]

حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ جس نے دنیا کو بڑا سمجھا اور اس کی عزت کی ہو اور پھر دنیا میں اس کی آنکھیں کبھی ٹھنڈی ہوئی ہوں۔ آنکھیں تو صرف اسی کی ٹھنڈی ہوتی ہیں کہ جو دنیا کو حقیر سمجھے اور اس سے منہ موڑ لے [3]

فقر سراپا فخر

حضرت جنیدؒ نے فرمایا فقر تمام اندیشوں اور اشکال سے دل کو خالی کر دینے کا نام ہے۔ حضرت گنج بخشؒ وضاحت فرماتے ہیں کہ جب انسان کا دل اندیشۂ شکل سے خالی ہو جائے گا تو پھر مال بچانے کے لئے کون سی شکل رہ جائے گی [4]

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ سچے فقیر کی علامت یہ ہے کہ وہ کسی سے سوال نہیں کرتا، نہ کسی سے جھگڑتا ہے اور اگر کوئی اس سے جھگڑا کرے تو وہ خاموش رہتا ہے [5]

ان کا ایک اور قول یہ ہے کہ فقیر صادق وہ ہوتا ہے کہ وہ کسی چیز سے دولت مند نہیں ہوتا جبکہ ہر چیز اس کی بدولت دولتمند ہو جاتی ہے [6]

حضرت جنیدؒ کا فرمان ہے کہ فقر بلا اور آزمائش کا بحر بیکراں ہے اور اس کی ہر بلا اور آزمائش عزت کا گوہرِ تابدار ہے [7]

---

[1] التعرف ص۶۵، اللمع فی التصوف ص۴۲، رسالہ قشیریہ ص۵۶ [2] رسالہ قشیریہ ص۵۶ [3] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص۹۵
[4] کشف المحجوب ص۳۲ [5] اللمع فی التصوف ص۲۸ [6] ایضاً ص۱۰۸ [7] ایضاً ص۱۲۷

Marfat.com

حضرت جنیدؒ سے تمام لوگوں سے زیادہ طاقتور شخص کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا الفقیرالراضی یعنی وہ فقیر جو اپنے فقر پر خوش ہو لے

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ صاحب فقر ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے جو چاہے کر سکے البتہ وقت ایسی چیز ہے جس پر صبر کرنا اس کے لئے دشوار ہے ۲ے

سے
بر دست فقیر نیست نقدے بہ جز وقت،

آں نیز کہ از دست رود وائے برو،

حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ استغنا باللہ اور افتقار الی اللہ میں کون سی حالت کامل ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ کی طرف فقر، استغنا کے لئے بھی لازم ہے۔ جب فقر صحیح ہو جاتا ہے تو استغنا بھی مکمل ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان دونوں حالتوں میں سے ایک کا کامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ دونوں لازم ملزوم ہیں، دونوں حالتیں ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتیں۔ اصل بات یہی ہے کہ فقر صحیح ہو تو غنا صحیح ہو سکتا ہے ۳ے

ایک حدیث شریف میں ہے کہ سچا صاحب فقر، اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو گا۔ حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایسے فقیر کی کیا صفات ہوں گی ارشاد فرمایا ایسا فقیر منکرات کے سلسلے میں اپنے دل و عمل کے ساتھ حکم خداوندی کی موافقت کرتا ہے فقر کو نعمت خداوندی سمجھتا ہے اور اس کے زائل ہو جانے کے بارے میں اسی طرح فکرمند رہتا ہے جیسے کوئی دولتمند اپنی دولت کے بارے میں فکرمند ہوا کرتا ہے۔ وہ صبر کرنے والا، اپنا محاسبہ کرنے والا اور اپنے فقر پر فخر کرنے والا ہوتا ہے کیونکہ مالک حقیقی نے فقر کو اس کے لئے منتخب کیا تھا ایسا شخص اپنے دین کا محافظ، اپنے فقر کو چھپانے والا، لوگوں کے مال و متاع کی پرواہ نہ کرنے والا اور اپنے فقر میں اپنے رب کے ساتھ مستغنی ہوتا ہے جیسا کہ حق تعالٰے نے فرمایا ہے لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ الآیہ ۴ے

خلوت و عزلت

حضرت جنیدؒ نے فرمایا جو شخص اپنے دین کو سلامت اور بدن کو راحت و آرام میں رکھنا چاہتا ہے

لے اللمع فی التصوف ص۲۲۱ ۲ے ایضاً ص۲۵۱ ۳ے ایضاً ص۲۲ ۴ے ایضاً ص۲۲۱

Marfat.com

تو لوگوں سے زیادہ میل ملاپ نہیں رکھنا چاہیئے کیونکہ یہ زمانہ وحشت کا ہے۔ اس میں عقلمند وہی ہے کہ جو گوشہ نشینی اختیار کرے[۱]

حضرت جنیدؒ کا فرمان ہے مکابدۃ العزلۃ الیسر من مدارۃ المخلطۃ[۲] یعنی گوشہ نشینی کی تکالیف میل جول کی مدارات سے آسان تر ہوتی ہیں۔

حضرت جنیدؒ کا ایک قول یہ ہے کہ جو شخص لوگوں سے میل جول زیادہ رکھتا ہے گویا وہ لوگوں کے درمیان دورہ کرتا ہے اور انہیں اپنے اعمال کا دکھاوا کرتا ہے[۳]

اکلِ حلال

حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے بصفاء الطعمۃ واللبسِ والسکنِ یصلح الامر کلہ[۴] یعنی پاک صاف کھانے، لباس اور رہائش کے ذریعے سارا معاملہ صحیح ہو جاتا ہے۔

حضرت جنیدؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ انسان کا دین کا نام لے کر یا اسے بیچ کر کھانا ایک ناپسندیدہ اور ناپاک حرکت ہے[۵]

عشقِ الٰہی

[۱] فلولاکم ما عرفنا الھویٰ   لولا الھویٰ ما عرفناکم

ترجمہ:۔ اگر تم نہ ہوتے تو ہمیں عشق کی پہچان نہ ہوتی، اسی طرح اگر عشق نہ ہوتا تو ہم تمہیں پہچان نہ سکتے۔

عشقِ الٰہی کی تعریف

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ خدا کی محبت بندے کے ساتھ یہ ہے کہ خدا اس کو وسیع

---

[۱] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص۹۴، رسالہ قشیریہ ص۴۹ [۲] کتاب مذکور، کتاب مذکور ص۵ [۳] سیر الاولیا ء ص۵ [۴] اللمع فی التصوف ص۱۸۴،
[۵] ایضاً

Marfat.com

نعمتیں عطا فرمائے، اس کو دنیا و آخرت میں خوشحالی و فارغ البالی، عزت و آبرو اور اجر و ثواب عطا فرمائے اسے شرک کی آلودگیوں سے محفوظ اور اپنی عنایات ازلی سے بہرہ ور کرے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو ان خوبیوں سے مخصوص فرماتا ہے تو اس کے اس خاص ارادے کا نام محبت رکھتے ہیں اور یہ مسلک حضرت حارث محاسبیؒ، حضرت جنیدؒ اور مشائخ کی ایک جماعت کا ہے [۱]

عشقِ الٰہی کے تقاضے

حضرت جنیدؒ سے محبت کے بارے میں سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا دخول صفات المحبوب علی البدل من صفات المحب والتغافل بالکلیہ عن صفات نفسہ والاحساس بھا [۲] یعنی محبت یہ ہے کہ محبت کرنے والا اپنی صفات کے بدلے میں اپنے محبوب (خدا) کی صفات کو اختیار کرلے اور اپنی ذاتی صفات سے مکمل طور پر غافل ہو جائے اور ان کا احساس تک باقی نہ رہے۔

شیخ ابو نصر سراجؒ اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اس فرمانِ نبویؐ کے مطابق ہے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ جب بندہ تقرب بالنوافل کے ذریعے سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے فاذا احببتہ کنتُ عینہ الذی یبصر بہ وسمعہ الذی یسمع بہ ویدہ الذی یبطش بہ [۳]

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا کہ جب حضرت جنیدؒ عالم سکر میں ہوتے تو سوائے اس بات کے کچھ نہ فرماتے کہ اس عاشق پر ہزار افسوس ہے جو اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دم بھرے اور جو اسرارِ الٰہی اس پر نازل ہوں ان کو فوراً دوسروں کے سامنے ظاہر کردے [۴]

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں المحبۃ افراط المیل بلا نیل یعنی اگر محب کو محبوب کی جانب سے کچھ حاصل نہ بھی ہو تو بھی ان کا محبوب کی طرف میلانِ محبت بڑھتا ہی جاتا ہے جبکہ بقول حضرت جنیدؒ عام لوگوں کی محبت کسی نہ کسی غرض کے لئے ہوا کرتی ہے اور وہ غرض نہ رہے تو محبت بھی باقی نہیں رہتی [۵]

---

[۱] کشف المحجوب صفحہ ۳۶۴ [۲] رسالہ قشیریہ صفحہ ۱۴۵ [۳] اللمع فی التصوف صفحہ ۵۹ [۴] فوائد السالکین صفحہ ۱۵

[۵] رسالہ قشیریہ صفحہ ۱۴۵ - ۱۴۶

Marfat.com

اقسام محبین

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی محبت الٰہی میں دو قسمیں ہیں (۱) عام (۲) خاص۔ عوام اللہ تعالےٰ کے احسانات کی کثرت اور دوام کی وجہ سے اس سے محبت کرتے ہیں مگر ان کی محبت کم وبیش ہوتی رہتی ہے جبکہ خواص کی محبت بھی خاص ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے محبوب ــ اللہ تعالےٰ کی صفات اور اسماء حسنیٰ کو پہچان لیا ہوتا ہے اور ذاتِ حق محبت کی مستحق قرار پا چکی ہوتی ہے۔ وہ ان کے نزدیک ہمیشہ محبت کا اہل ہے خواہ وہ ان سے ساری نعمتوں کو زائل ہی کیوں نہ کر دے [۱]

حضرت جنیدؒ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ بیدار رہنا عاشق کی ذاتی کوشش ہے اور نیند اور سلا دینا محبوبِ حقیقی کی بخشش و عنایت ہے جیسا کہ حضرت اصفہانیؒ کو تحریر فرمایا تھا کہ نیند اللہ تعالےٰ کی جانب سے اپنے دوستوں پر عطا و بخشش ہے۔

عاشق کے اوقاتِ تاسف

حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ محب کو اپنے اوقات میں سے کس وقت پر اظہارِ افسوس کرنا چاہیئے تو ارشاد فرمایا علی زمان بسطٍ اورث قبضًا او زمانِ انسٍ احدث وحشۃً یعنی روحانی انبساط پر کہ جس کے بعد روحانی انقباض آجائے یا زمانۂ انس کہ جس کے بعد وحشت طاری ہو جائے اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھا ؎

قد کان لی مشرب یصفو برؤیتکم — فکدرتہ ید الایام حین صفا [۲]

یعنی میرے لئے پینے کی ایک گھاٹ تھی جو تمہاری زیارت سے صاف رہتی تھی پھر وہ صاف ہی تھی کہ گردشِ روزگار نے اسے مکدر کر کے رکھ دیا۔

فضیلتِ محبتِ الٰہی

حضرت جنیدؒ کا قول ہے محبت الٰہی بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے دل کو نورانیت اور

---

[۱] روض الریاحین ص۳۱۳ [۲] طبقات الصوفیہ ص۱۶۱

Marfat.com

فرحت کے ساتھ قرب بخشنے والی ہے اور عشق الہٰی کے کمال کی علامت حضرت جنیدؒ کے الفاظ میں یہ ہے کہ دل میں محبوب کی یاد فرحت اور سرور کے ساتھ ہمیشہ تازہ رہے' اپنے محبوب کی طرف جانے کا اشتیاق ہو' اسی سے اُنس پائے اور اپنی ذات سے محبت کو محبوب کی محبت پر قربان کر دیا جائے [1]

ثمرۂ محبت الہٰی

خواجہ اجمیریؒ نے فرمایا کہ حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ محبت کا ثمر کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ حق تعالےٰ سے اس قدر سرور اور اشتیاق ہو جائے جتنا سرور و اشتیاق ممکن ہو سکتا ہے اور جسے خدا محبوب رکھتا ہے بہشت بھی اس کے لقاء کی آرزومند ہو جاتی ہے [2]

رضاء محبت

حضرت خواجہ اجمیریؒ ہی کا ارشاد ہے کہ حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ محبت کی رضا کیا ہے تو فرمایا اگر ساتوں دوزخ پوری عظمت اور ہیبت کے ساتھ اس کے دائیں ہاتھ پر رکھ دیئے جائیں تو عاشق یہ نہ کہے کہ میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دو [3]

وجد عند الموت

کہتے ہیں کہ حضرت ابو سعید الخرازؒ وقتِ وصال بہت تواجد کرتے تھے حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عارف کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ از رہ عداوت کبھی کوئی ناگوار برتاؤ نہیں کرتا اور اس کو جو تکلیفیں بھی پہنچیں گی ان میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوگی۔ اس لئے جب وہ دنیا میں ناگوار چیزیں دیکھتا ہے تو اس کی محبت اور زیادہ صاف ہو جاتی ہے چنانچہ موت کی تختیوں کے موقع پر اگر عاشق کی روح وفورِ شوق سے محبوب حقیقی کی طرف اڑنے لگے تو کوئی تعجب کی بات نہیں [4]

[5] خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے رسد | آرزومند نگارے بہ نگارے برسد

---

[1] قوت القلوب ج ۲ ص ۹۵ [2] دلیل العارفین ص ۲۷ [3] حوالہ سابق ص ۲۹ [4] اللمع فی التصوف ص ۳۰۵

Marfat.com

عین المحبت

کسی نے حضرت جنیدؒ سے عین المحبت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اَنْ تُحِبَّ مَا یُحِبُّ اللّٰہُ فی عبادہٖ وتکرہ مَا یکرہ اللہ فی عبادہٖ [۱] یعنی تو بھی وہی پسند کرے جو اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں پسند کرتا ہے اسی طرح تو وہی ناپسند کرے جو اللہ اپنے بندوں میں ناپسند کرتا ہے۔

حضرت جنیدؒ کا مصاحب جنت

خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ نے خدا سے مناجات میں اپنے جنت کے ساتھی کے بارے میں دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ فلاں شہر کے پاس رہنے والا ایک چرواہا ہے۔ حضرت جنیدؒ اس کے پاس پہنچے۔ دامنِ کوہ میں وہ چرواہا دوسرے چند چرواہوں کے ساتھ رہتا تھا۔ سب مل کر نماز باجماعت ادا کرتے تھے اور پھر اپنے کام یعنی بھیڑ بکریاں چرانے میں مصروف ہو جاتے تھے۔ حضرت چند روز ان کا مشاہدہ کرتے رہے لیکن انہیں کوئی باطنی معاملہ اور مجاہدہ مراقبہ نظر نہ آیا اس پر حضرت جنیدؒ نے اپنا تعارف کرایا اور مناجات کی سرگزشت بیان کی اور چرواہے سے ان کے باطنی معاملے کے بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگا حضرت! میں ایک اَن پڑھ شخص ہوں مجھے معلوم نہیں کہ باطنی معاملہ کیا ہوتا ہے البتہ مجھ میں دو باتیں ضرور ہیں ایک تو یہ ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ ان سب پہاڑوں کو سونے کا بنا دے اور میرے قبضۂ تصرف میں ہو جائیں اور پھر میرے پاس سے جاتے رہیں تو مجھے ان کے چلے جانے کا کوئی رنج نہیں ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی مجھ پر جفا کرے یا مجھ سے وفا کرے میں اس کو اس شخص کی طرف سے نہیں جانتا بلکہ وہ سب کچھ خدا کی طرف سے سمجھتا ہوں کہ وہی حقیقت میں فاعل مختار علی الاطلاق ہے۔ یہ سن کر حضرت جنیدؒ نے فرمایا عزیز بھائی تمام خصائل حمیدہ کی اصل تو یہی دو صفتیں ہیں جن کی بدولت تم بہشت میں میرے ہمنشین بنو گے [۲]

---

[۱] طبقات الصوفیہ ص ۱۶۳ [۲] خیر المجالس مجلس ۷

Marfat.com

صدق

حضرت جنیدؒ نے صدق کی تعریف اپنے ایک رسالے میں یہ بیان کی ہے کہ انسان جب وہ سب کچھ عمل میں لائے جو از روئے علم اس پر واجب ہے تو اپنے نفس کی اچھی طرح نگرانی کیا کرے اور ہر کام میں رضائے الٰہی کا طالب ہو۔ صدق قول و فعل اور دل تینوں چیزوں میں ہوتا ہے، زبان سے سچ بولے صحیح طور پر کام کرے اور دل میں رضائے الٰہی کو منتہائے مقصود بنائے رکھے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ صدق کی حقیقت یہ ہے کہ تم ایسے مواقع پر بھی صدق (سچائی) سے کام لو جہاں جھوٹ بولنے کے سوا تمہارا چھٹکارا نہ ہو سکتا ہو[1]

حضرت جنیدؒ کا ایک قول ہے کہ صادق ایک دن میں چالیس بار بدلتا ہے جبکہ ریاکار چالیس سال تک ایک ہی حالت پر رہتا ہے[2]

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اس قول کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ صادق ایک دن میں چالیس بار اس لئے بدلتا رہتا ہے کہ وہ ہر بار سچ بولتا ہے جبکہ ریاکار شخص چالیس برس تک ایک ہی حالت یعنی ریاکاری پر اصرار کرتا رہتا ہے[3]

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ صدق کی حقیقت یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالےٰ کی موافقت کا چلن جاری رہتا ہے[4]

اخلاص

حضرت جنیدؒ کے نزدیک اخلاص نیت کو خدائے واحد کے لئے خاص کر لینے اور ہمیشہ اسی کی رضا کے طالب ہونے کی کیفیت باطنی کا نام ہے۔ مخلص شخص لوگوں کی مدح و قدح سے بلند ہو کر محض خوشنودی خدا کے لئے نیکی کے کام کرتا رہتا ہے۔

صـ۵۸۳

[1] تاریخ بغداد ج ۷ صـ۲۴۵، رسالہ قشیریہ صـ۹۷ [2] طبقات الشافعیہ ج ۲ صـ۳۲، رسالہ قشیریہ صـ۹۷ [3] غنیۃ الطالبین اردو ترجمہ [4] اللمع فی التصوف صـ۲۱۷

Marfat.com

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ اخلاص دراصل ہر کام میں منشائے الٰہی اور رضائے ربانی کو پیش نظر رکھنا اور خدا کی خاطر کام سرانجام دینے کا نام ہے[۱]

حضرت جنیدؒ سے ایک بار اخلاص کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ارتفاع رویتک وفناؤک عن الفعل[۲] یعنی اخلاص تمہارا اپنے عمل کے دیکھنے اور دکھانے سے بلند ہوجانا اور اپنے فعل سے فنا ہوجانا ہے۔

ایک بار کسی نے حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا کہ اخلاص کیونکر پیدا کیا جاسکتا ہے تو آپ نے فرمایا اخلاص اللہ تعالیٰ کے معاملے میں مخلوق کو باہر نکال دینے کو کہتے ہیں اور یاد رکھو کہ نفس اس سلسلے کی اولیں مخلوق ہے جسے نکال باہر کرنا چاہیئے[۳]

حضرت جنیدؒ کا قول ہے الاخلاصُ سرٌّ بین اللہِ وبین العبدِ لا یعلمہ ملکٌ فیکتبہٗ ولا شیطان فیفسدہ ولا ھوی فیمیلہ[۴] یعنی اخلاص بندے اور اس کے خدا کے درمیان ایک سربستہ راز ہے جسے نہ کوئی فرشتہ جان سکتا ہے کہ وہ لکھ لے، نہ شیطان کو اس کی خبر ہوسکتی کہ وہ اسے خراب کرسکے اور نہ اس کا علم خواہشاتِ نفس کو ہوسکتا ہے کہ وہ اسے اپنی طرف مائل کرسکیں۔

حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ اخلاصِ عمل میں نے ایک حجام سے سیکھا ہے اور واقعہ یوں ہوا کہ میں مکہ میں مقیم تھا اور میرے سر کے بال بہت زیادہ بڑھ گئے تھے۔ اپنے پاس اتفاق سے کوئی استرا وغیرہ نہیں تھا کہ بال مونڈ لیتا۔ چنانچہ ایک مُوتراش کے پاس پہنچا۔ وہ مجھے نیک آدمی دکھائی دیتا تھا اس لئے اس سے کہنے لگا خدا واسطے میرے بال کاٹ دیں۔ یہ سن کر وہ بولا ہاں ضرور، مہربانی فرما کر تشریف لائیں۔ پہلے وہ مُوتراش ایک دولت مند دنیا دار شخص کی حجامت بنا رہا تھا اسے اس نے ایک طرف ہٹا دیا اور میرے بال مونڈ دیئے۔ میں جب جانے لگا تو بڑے ادب کے ساتھ ایک لفافے میں کچھ درہم بند کرکے پیش کئے اور التجا کی کہ میں انہیں اپنی ضروریات میں کام لاؤں۔ میں نے یہ لفافہ قبول کرلیا لیکن دل میں یہ قصد کرلیا کہ جب بھی میرے پاس رقم آئے گی تو سب سے پہلے اس شخص کو دے دوں گا۔ مسجد میں پہنچا تو ایک برادرِ طریقت نے آگے بڑھ کر مجھے یہ خبر سنائی کہ بصرہ کے کسی برادرِ طریقت نے ایک تھیلی بھجوائی

---

[۱] التعرف صفحہ ۲[۲] اللمع فی التصوف صفحہ ۲۱۸ [۳] ایضاً [۴] رسالہ قشیریہ صفحہ ۹۶

Marfat.com

ہے جس میں تین سو دینار ہیں۔ وہ تھیلی لے کر میں فوراً اسی مُو تراش کے پاس پہنچا اور اسے دینی چاہی لیکن اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ مُو تراش کہنے لگا اے شیخ! آپ کو کونسا احساس ہوا کہ میں نے یہ کام محض اللہ کی خاطر کیا تھا اور آپ اس پر مجھے معاوضہ دینا چاہتے ہیں۔ مہربانی فرما کر مجھے اس سلسلے میں مجبور نہ کریں [1]

حیاء

حضرت جنیدؒ سے حیاء کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا خدا کی نعمتوں کی کثرت کا مشاہدہ کرنا اور دوسری طرف شکر کے معاملے میں اپنی کوتاہی کا احساس کرنا۔ پس ان دونوں کے درمیان ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جسے حیاء کا نام دیا جاتا ہے [2]

حضرت جنیدؒ کا حیاء کے بارے میں ایک قول یہ ہے الحیاء من اللہ ازال عن تلوب اولیائہم سرور المنۃ [3] یعنی اللہ تعالیٰ سے حیاء اس کے دوستوں کے دلوں سے احسان کے سرور کو زائل کر دیتی ہے۔

وصل

حضرت جنیدؒ سے سوال کیا گیا کہ وصل کیسے حاصل ہوتا ہے تو فرمایا کہ خواہشاتِ نفس پر عمل پیرا ہونے سے اجتناب کے ذریعے سے [4]

حضرت محمد بن فرحانؒ کہتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ عاشق جب محبوب سے ملتا ہے تو وہ کیوں رونے لگ جاتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ محض اپنے محبوب کو پا لینے کی خوشی سے اور شدتِ شوق کی وجہ سے وجد کے طور پر ہوا کرتا ہے [5]

---

[1] رسالہ قشیریہ صـ۴۳ [2] طبقات الشافعیہ ج ۲ صـ۳۲، رسالہ قشیریہ صـ۹۹ [3] طبقات الصوفیہ صـ۱۶۲ [4] کشف المحجوب صـ۲۵۶

[5] رسالہ قشیریہ صـ۱۵۰

Marfat.com

اُنس

حضرت جنیدؒ سے انس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ انس یہ ہے کہ (خدا کا) رعب اور ہیبت برقرار رہتے ہوئے تکلف اور حشمت اٹھ جائے [۱]

شیخ کلاباذیؒ ارتفاعِ حشمت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ خوف کی نسبت رجا (امید) کا غلبہ ہو جائے [۲]

اُنس کے بارے میں حضرت جنیدؒ کا ایک قول یہ ہے سرور القلب بحلاوۃ الخطاب [۳] یعنی مخاطبت کی شیرینی سے دل کو سرور حاصل ہو جانا۔

قربِ الٰہی

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ تمہیں جان لینا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ جس قدر اپنے بندوں کے دلوں کو اپنے قریب دیکھتا ہے اسی قدر وہ بھی ان کے قریب آجاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ تمہارے دل کے کتنا قریب ہے [۴]

حضرت جنیدؒ سے قربِ الٰہی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا بعیدٌ بلا تباعدٍ قریبٌ بلا التزاق [۵] یعنی وہ دور ہے بغیر قرب کے اور وہ قریب ہے بغیر چپکنے کے۔

مشاہدہ

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ مشاہدہ دراصل یہ ہے تم حق تعالےٰ کے وجود کو اپنے آپ کو کھو دینے اور فنا کر لینے کے ساتھ مشاہدہ کرو [۶]

حضرت جنیدؒ ہی کا یہ قول ہے ان ابلیس لم ینل مشاھدۃ فی طاعتہ وآدم لم یفقد مشاھدۃ فی معصیتہ [۷]

---

[۱] عوارف المعارف اردو ترجمہ صفحہ ۵۷۹ [۲] التعرف صفحہ ۱۰۷ [۳] طبقات الصوفیہ ہروی صفحہ ۱۷۲ [۴] اللمع فی التصوف صفحہ ۵۷
[۵] المنتخبات الجامع اصفحہ ۹۴ [۶] رسالہ قشیریہ صفحہ ۲۱ [۷] التعرف صفحہ ۹۹

Marfat.com

یعنی شیطان اپنی (بے حد وحساب) طاعت میں بھی مشاہدۂ حق کو نہیں پاسکا جبکہ حضرت آدمؑ نے اپنی لغزش میں خدا کے مشاہدے کو ہرگز نہیں کھویا۔

توکّل

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ توکّل کی حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کے سامنے ایسے رہو جیسے تم معدوم ہو اور اللہ تعالےٰ تمہارے سامنے ازلی اور ابدی حقیقت ہو [۱]

حضرت جنیدؒ کا فرمان ہے کہ توکّل دل کا عمل ہے جبکہ توحید دل کا قول ہے [۲]

حضرت جنیدؒ سے توکّل کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا توکّل اپنے تمام حالات میں اللہ تعالےٰ پر دل کے اعتماد اور بھروسے کو کہتے ہیں [۳]

حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ توکّل پہلے حقیقت تھا اب محض کتابی علم ہو کر رہ گیا ہے۔ توکّل نہ تو محض کسب کرنے کا نام ہے اور نہ ترکِ کسب کو کہتے ہیں بلکہ وعدۂ حق پر اطمینانِ قلب کو کہتے ہیں [۴]

توجہ الی اللہ

حضرت جنیدؒ بتلاتے ہیں کہ بندے کی اللہ تعالیٰ سے روگردانی (اور اسی طرح اللہ تعالےٰ کا بندے سے اِعراض) کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے ایسے کاموں میں مشغول رکھے کہ جو لایعنی اور فضول ہوں [۵]

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں اَلغَفلَۃُ عن اللہِ اشدّ من دخول النار [۶] یعنی اللہ تعالےٰ سے غافل ہونا جہنم میں جلنے سے زیادہ سخت ہے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں لو اقبل صادقٌ علی اللہ الف سنۃ ثم اعرض عنہ لحظۃً کان مافاتہ اکثر مما نالہ [۷] یعنی اگر کوئی عاشق صادق لاکھوں سال اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور قرب کی طرف بڑھتا رہے پھر لمحہ بھر کے لیے روگردانی کرے تو جتنا کچھ (روحانی فائدہ) اس نے پایا تھا

---

[۱] التعرف ص۱۴۲ [۲] رسالہ قشیریہ ص۷۶ [۳] اللمع فی التصوف ص۵۳ [۴] تذکرۃ الاولیا ص۲۴۳ [۵] صفتہ الصفوۃ ج۲ ص۲۳۶
[۶] طبقات الصوفیہ ص۱۵۹، رسالہ قشیریہ ص۱۹، صفتہ الصفوۃ ج۲ ص۲۳۸ [۷] طبقات الصوفیہ ص۱۶۱

Marfat.com

اس سے کہیں زیادہ وہ کھو بیٹھے گا۔

؎ رفتم کہ خار را پاکشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

ذکر

حضرت جنیدؒ کا ذکر کے بارے میں یہ شعر ہے۔

؎ ذکرتُكَ لا اَنّی نسیتُكَ لمحۃً وَ ایسَرُمَا فی الذِکرِ ذکرُ لسانِی[1]

یعنی اے میرے اللہ! میں نے تجھے ہمیشہ یاد کیا ہے اور تجھے کبھی لمحہ بھر کے لئے نہیں بھولا۔ ذکر الٰہی میں سے سب سے آسان ذکر اپنی زبان سے یاد کرنا ہے۔

حضرت جنیدؒ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ ذکر الٰہی ہمیشہ مشاہدۂ حق کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ وہی ذکر قابل قبول ہوتا ہے جیسا کہ ان کا فرمان ہے کہ جس نے مشاہدہ کے بغیر اللہ اللہ کہا وہ مفتری (خدا پر جھوٹ بولنے والا) ہے ان کے اس قول کی صحت پر اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے قالوا نشھد اِنّكَ لرسول اللہ ۶۳/۱ پھر ارشادِ ربانی ہوا واللہ یشھدُ اَنّ المنافقین لکاذبون۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں جھوٹا قرار دیا کیونکہ گو ان کی بات سچی تھی لیکن وہ مشاہدے سے نہیں تھی[2]

ذکر الٰہی ہمیشہ خلوص کے ساتھ اور محض رضائے الٰہی کے لئے ہونا چاہیئے اور کوئی مادی غرض کی کدورت دل میں نہیں ہونی چاہیئے تاکہ ذکر کا پورا پورا روحانی فائدہ میسر آسکے اور قرب خداوندی حاصل ہوسکے۔

حضرت جنیدؒ کا قول ہے اِنّ اللہ یخلص الی القلوب من بِرّہٖ حسب مَا خلصتِ القلوب بہ الیہِ من ذکرہ فانظر ماذا خالط قلبك[3] یعنی اللہ تعالیٰ دلوں کی طرف اسی قدر اپنی خاص اور خالص بھلائی پہنچاتا ہے جس قدر دلوں نے خلوص کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہو۔ پس تم نگاہ رکھا کرو کہ تمہارے دل میں کون سی چیز آکر مل گئی ہے؟

---

[1] التعرف ص۱۰۴ [2] التعرف ص۱۰۵ [3] طبقات الصوفیہ ص۱۵۷، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص۹۴

Marfat.com

خدا کا راستہ بتانے والے علماء اور مشائخ پر لازم یہ ہے کہ وہ خود خداوند تعالےٰ کی ذات پر اعتماد کیا کریں اور ماسوا اللہ پر بھروسہ نہ رکھا کریں ورنہ ان کا ذکر کرنا بھی بے سود رہے گا اور دلوں میں نہیں اترے گا۔ جیسا کہ حضرت جنیدؒ نے ایک خط میں تحریر فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ (نشاندہی) کی اور خود غیر اللہ پر بھروسہ کرنے لگ گیا تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ آزمائش میں ڈال دے گا، اس کے دل سے اپنا ذکر روک دے گا جبکہ ذکر محض اس کی زبان سے جاری کردے گا۔ اگر وہ متنبہ ہوگیا اور ماسوا اللہ پر اعتماد کرنے سے باز آگیا تو اللہ تعالےٰ اس کا رنج و محن اور ابتلا و آزمائش دور کردے گا۔ اگر وہ غیر اللہ پر ہمیشہ بھروسہ کرتا رہا تو اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں سے اس شخص کے لئے ہمدردی کا جذبہ نکال دے گا اور اسے لالچ کا لباس پہنادے گا۔ پس اس کے لوگوں سے مطالبے بڑھ جائیں گے اور وہ ہر کس و ناکس سے ہر وقت مانگتا پھرے گا حالانکہ لوگوں کے دلوں میں اس کے لئے ہمدردی باقی نہ رہی ہوگی۔ چنانچہ اس کی زندگی بے کسی اور بے بسی کا ایک مرقع بن جائے گی، اس کی موت سراسر رنج و اندوہ اور انجام و آخرت تمامتر یاس و حسرت ہوگی، ہم اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں، غیر اللہ پر بھروسہ کرنے سے [1]

ذکر لسانی سے یقیناً ذکر قلبی زیادہ فضیلت والا ہے لیکن اگر یہ دونوں میسر ہوں تو یہ قران السعدین ہے۔ کسی مرید نے حضرت جنیدؒ سے عرض کیا اے ابوالقاسم فرمایئے کیا دل کے بغیر زبان ہوسکتی ہے؟ فرمایا بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ پھر عرض کیا گیا کہ دل بھی تو زبان کے بغیر ہوتا ہوگا۔ ارشاد فرمایا ہاں ہوتا ہے لیکن دل کے بغیر زبان بلا ہے اور دل بغیر زبان کے ایک نعمت ہے۔ پس کہا گیا جب دل اور زبان دونوں میسر ہوں تو وہ کیسے ہے؟ فرمایا یہ تو شہد کے ساتھ مکھن کی طرح ہے یعنی سونے پر سہاگہ ہے [2]

شکر

حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ شکر کا فریضہ یہ ہے کہ دل و زبان سے خدا کی نعمتوں کا اعتراف کیا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے افضل الذکر لا الہ الا اللہ اور افضل دعا الحمد للہ ہے [3]

---

[1] طبقات الصوفیہ صد ۱۶۲-۱۶۳ [2] قوت القلوب ج ۱ صد ۱۱ [3] عوارف المعارف اردو ترجمہ صد ۵۶۱

Marfat.com

قولِ جنیدؒ ہے کہ شکر یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو نعمت کا اہل نہ سمجھو بلکہ اسے محض خدا کا احسان جانو[۱]

حضرت گنج شکرؒ نے فرمایا کہ حضرت جنیدؒ جب تپ، درد یا کسی اور تکلیف اور مصیبت میں مبتلا ہوتے تو بھی شکرانہ میں اس رات ہزار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے[۲]

تسلیم و رضا

حضرت جنیدؒ نے فرمایا رضا دلوں تک پہنچنے والا صحیح علم ہے۔ جب دل علم کی حقیقت سے آشنا ہو جائے تو وہ رضا تک پہنچ جاتا ہے۔ رضا اور محبت بیم درجا کی مانند نہیں بلکہ دونوں ایسے روحانی احوال ہیں جو دنیا و آخرت میں بھی طالب حق سے جدا نہیں ہوتے یہاں تک کہ وہ جنت میں بھی رضا اور محبت سے بے نیاز نہیں رہ سکتا[۳]

حضرت جنیدؒ کا قول ہے الرضاءُ ترك الاختیار[۴] یعنی رضا اپنے اختیار سے سبکدوش ہو جانے کا نام ہے۔

[۵] رشتہ در گردنم افگندہ دوست   می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ کسی بزرگ (حضرت ابوبکر شبلیؒ) نے حضرت جنیدؒ کے پاس بیٹھ کر کہا کہ محب وہ ہیں کہ اگر حق تعالےٰ ان کو بہشت اور دوزخ کے درمیان اختیار دے کہ جو چاہو اختیار کر لو تو وہ لوگ دوزخ کو اختیار کریں۔ اس سبب سے کہ بہشت ان کی مراد ہے اور دوزخ ان کے محبوب کی مراد ہے۔ جو کوئی اپنے محبوب کے اختیار کو اپنے اختیار پر ترجیح دیتا ہے وہی محب ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت جنیدؒ نے فرمایا نہیں ہرگز ایسا نہیں، (اے شبلیؒ!) تم کیسی بچوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔ اگر مجھے اختیار دیا جائے تو کچھ بھی اختیار نہ کروں بلکہ خدا پر چھوڑ دوں جو وہ چاہے سو کرے[۶]

حضرت جنیدؒ کا فرمان ہے کہ رضا اور معرفت لازم و ملزوم ہیں پس جو شخص خدا کی رضا پر راضی ہو جائے تو اس کی معرفت صحیح ہو جاتی ہے لہٰذا جو ہمیشہ مرضی مولا از ہمہ اولیٰ پر کاربند ہوگا اس ہی شخص کی معرفت

---

[۱] رسالہ قشیریہ صہ ۸۱ [۲] اسرار الاولیاء صہ ۱۰۲ [۳] عوارف المعارف اردو ترجمہ صہ ۵۶۶ [۴] التعرف صہ ۷۲

[۶] افضل الفوائد ج المجلس ۲۱ : تذکرۃ الاولیاء صہ ۳۲۵

Marfat.com

درست ہوگی [1]

مقاماتِ تصوّف

تصوّف

حضرت جنیدؒ تصوف کے بارے میں یہ اشعار اکثر پڑھا کرتے تھے۔

علم التصوف علم لیس یعرفہٗ　　الّا اخو فطنۃ بالحق معروف

ولیس یعرفہ من لیس یشہدہٗ　　وکیف یشہد ضوء الشمس مکفوف [2]

ترجمہ۔ علم تصوف ایک ایسا علم ہے جس کی معرفت ذہین اور نیک سیرت شخص کے سوا کوئی حاصل نہیں کرسکتا۔ جو شخص مشاہدے سے محروم ہے اسے معرفت بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ آخر کور چشم سورج کی روشنی کا مشاہدہ کر ہی کیسے سکتا ہے۔

حضرت جنیدؒ کا ارشاد ہے کہ تصوف ایک وصف ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے میں مستقل طور پر قائم رہتا ہے۔ پوچھا گیا کہ کیا یہ وصف بندے کا ہے یا حق تعالےٰ کا۔ فرمایا کہ یہ وصف حق تعالےٰ کیلئے تحقیقی ہے جبکہ بندے کے لئے عارضی اور رسمی ہے [3]

حضرت جنیدؒ سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا تصوف سر (روحانی راز) کو خدا تک پہنچانا ہے اور یہ مقام حق کے ساتھ قیام کی روحانی قوت کی خاطر اسباب سے فنائے نفس کے سوا حاصل نہیں ہوسکتا [4]

حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ تصوف اللہ تعالےٰ کے ساتھ معاملے کو صاف رکھنے کا نام ہے اور اس کی اصل و بنیاد دنیا سے کنارہ کشی ہے جیسا کہ حضرت حارثہؓ نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو

---

۱ طبقات الصوفیہ ص۱۶۲ ۲ قوت القلوب ج۲ ص۱۵۵ ۳ طبقات الصوفیہ ص۱۵۸ ، کشف المحجوب ص۴۳ .

۴ التعرف ص۶۳

Marfat.com

دنیا سے پھیر لیا پس رات کو جاگتا رہا اور دن کو پیاسا رہا [1]

صوفیا

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں الصوفیۃ ھم الذین صفت ارواحھم فصاروا فی الصف الاول بین یدی الحق [2] یعنی صوفی وہ لوگ ہیں جن کی روحیں بشریت کی تیرگی اور فسق وفجور کی آلائشوں سے پاک صاف ہو گئیں لہٰذا یہ لوگ ذاتِ حق کے سامنے صفِ اول میں ہوتے ہیں۔

حضرت جنیدؒ سے صوفیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا انتم اللہ فی خلقہ یخفیھا اذا احب ویظھرھا اذا احب [3] یعنی صوفیا اللہ تعالیٰ کے اپنی مخلوق میں منتخب روزگار لوگ ہیں۔ اللہ جب چاہتا ہے انہیں مخفی رکھتا ہے اور جب پسند کرتا ہے انہیں ظاہر کر دیتا ہے۔

حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی صوفی کو دیکھو کہ اس کا ظاہر عیب دار ہے تو جان لو کہ اس کا باطن بھی ضرور خراب ہے [4]

معرفت

حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ معرفت اللہ تعالیٰ کے قیام علم کے ساتھ اپنی جہالت کے وجود کو سمجھنے کو کہتے ہیں۔ ان سے عرض کیا گیا کہ کچھ مزید فرمائیں۔ ارشاد فرمایا کہ وہ عارف بھی ہے اور معروف بھی جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تم خدا سے جاہل ہو جب تک تم اپنا وجود رکھتے ہو اور یہ کہ اگر تم نے خدا کو پہچانا ہے تو محض اس کی عنایت سے پہچانا ہے [5]

حضرت جنیدؒ کا قول ہے من عرف اللہ لا یُسر الا بہ [6] یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا وہ خدا کی ذات کے سوا کسی اور چیز سے مسرور نہیں رہ سکتا۔

معرفت کے ذرائع کے بارے میں حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ چیزوں کے ادراک (سمجھنے)

---

[1] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۳ [2] کشف المحجوب ص ۔ [3] اللمع فی التصوف ص ۶۲ [4] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۴
[5] التعرف ص ۳۹، شرح تعرف ج ۲ ص ۱۳۷ [6] طبقات الصوفیہ ص ۱۶۳

Marfat.com

کے دو ذریعے ہیں۔ حاضر چیزوں کو حواس سے پہچانا جاتا ہے جبکہ غائب کی چیزوں کو دلیل کے ذریعے جانا جا سکتا ہے۔ اس لئے حق تعالےٰ کی معرفت دلیل اور محض (تحقیق) کے ذریعے ہو گئی کیونکہ ہم غیب اور غائب کو سوائے دلائل کے نہیں جانتے ؎۱

حضرت جنیدؒ کے نزدیک معرفت دو قسم کی ہے (۱) معرفتِ تعرف (۲) معرفتِ تعریف۔ پہلی قسم میں ایسی معرفت مراد ہے کہ خدا خود اپنے مشتاقانِ دید کو اپنی پہچان کرادے اور دوسری یہ ہے کہ لوگوں کو دلائل، براہین اور آیات سے متعارف کرا کر اس قابل بنا دیا جائے کہ وہ خدا کو پہچان سکیں ؎۲

حضرت جنیدؒ کا روحانیت کی دنیا پر یہ احسان ہے کہ انھوں نے خود ساختہ صوفیوں کے فکر و عمل کی بے راہ روی کی روک تھام کر دی ہے۔ وہ معرفت پر علم (قرآن و سنت) کی ہر حال میں ترجیح اور فضیلت کے قائل ہیں چنانچہ وہ کتاب المیثاق میں ارشاد فرماتے ہیں العلمُ ارفع من المعرفۃ وانہٗ اشمل واکمل اسمی اللّٰہ بالعلمِ ولم تسمی بالمعرفۃ وقال الذین اوتوا العلم ...... درجات الآیۃ یعنی علم معرفت سے زیادہ بلند مرتبہ اور مکمل ہے۔ اللہ تعالےٰ کو علم سے نسبت دی جاتی ہے نہ کہ معرفت سے جیسا کہ ایک آیت میں بیان ہوا ہے۔ پھر حضرت جنیدؒ مزید بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم کو بھی خداوند تعالےٰ نے مخاطب کیا ہے تو فرمایا فاعلم انّہ لا الٰہ اِلّا اللّٰہ ۔الآیۃ۔ اور یہ ہرگز نہیں فرمایا فاعرف کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انسان کسی چیز کی معرفت تو رکھتا ہو لیکن ضروری نہیں کہ علم کے ساتھ اس کا احاطہ بھی کر چکا ہو۔ جب وہ علم حاصل کر لیتا ہے تو از خود اس کی معرفت بھی پا چکا ہوتا ہے ؎۳

عارف

حضرت جنیدؒ کا قول ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ ؎۴ یعنی جس نے ذاتِ حق کو پہچان لیا، اس کی زبان گنگ ہو گئی۔

حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ عارفین وصف بیان کرنے والوں کے وصف بیان کرنے سے باہر ہو چکے ہیں ؎۵

؎۱ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۵ ؎۲ شرح تعرف ج ۱ ص ۱۱۳ ؎۳ شرح کتاب الطواسین ص ۱۹۵ ؎۴ کشف المحجوب ص ۴۱۷
؎۵ اللمع فی التصوف ص ۳۷

Marfat.com

حضرت جنیدؒ سے عارف کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا من لم یا سرہ لحظۃ ولا لفظۃ[1] یعنی جسے اس کی نگاہ اور الفاظ قلمبند نہ کر سکیں اور قیدِ بیان میں نہ لا سکیں۔

حضرت سے دریافت کیا گیا کہ عارف کون ہوتا ہے تو ارشاد فرمایا من نطق عن سِرّک و انت ساکتٌ[2] یعنی جو شخص تیرے روحانی راز کو بیان کر سکے حالانکہ تم خاموش ہو۔

حضرت جنیدؒ سے ایک عارف کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا اِنّ لون الماءِ لون انائہ[3] یعنی بے شک پانی کا رنگ برتن کے رنگ جیسا ہوتا ہے۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر حال میں وہی کچھ کرتا ہے جو بہتر ہو پس اس کے احوال بدلتے رہتے ہیں اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ ابن الوقت ہوتا ہے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ بلا و آزمائش عارفین کے لئے چراغ راہ، مریدین کے لئے تنبیہ کا باعث اور غافلین کے لئے ہلاکت ہے[4]

حضرت جنیدؒ کا قول ہے من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ یعنی جس نے اپنی عاجزی اور بے بسی کو اور خدا کی قدرت اور طاقت اور اپنی خطا اور خدا کی عطا کو پہچان لیا اسے عرفانِ حق حاصل ہو گیا[5]

ولی اور ولایت

حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جسے غیر اللہ سے قطعاً کوئی خوف نہ ہو کیونکہ خوف ان چیزوں سے ہوتا ہے جن سے انسان کو توقعات وابستہ ہوں یا پھر ان محبوب اور پسندیدہ چیزوں کے بارے میں خدشہ ہوتا ہے کہ جن کے تلف ہو جانے کا ڈر لگا رہے۔ ولی ہر حال میں راضی برضا رہتا ہے اور اسی طرح اس کی امیدیں مخلوقات میں سے کسی سے وابستہ نہیں ہوتیں نیز اسے کسی قسم کا رنج و غم نہیں ہوتا اس لئے کہ غم ہمیشہ وقت کی کدورت سے پیدا ہوتا ہے جبکہ جو شخص از خود طریقِ رضا اختیار کئے ہو، اس کے لئے غم کی گنجائش ہی کہاں ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے خود فرمایا ہے اِنّ اولیاءَ اللہِ لا خوفٌ علیہم ولا ھم یحزنون[6]

---

[1] طبقات الصوفیہ ص۱۵۹ [2] طبقات الصوفیہ ص۱۵۷، مراۃ الجنان ج ۲ ص۲۳۱ [3] التعرف ص۱۰۶، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص۹۶، رسالہ قشیریہ ص۱۴۲ [4] امداد السلوک ص۸ [5] طبقات الصوفیہ ہروی ص۵۴۶ [6] کشف المحجوب ص۲۶۵

Marfat.com

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ نے اولیاء اللہ کی فضیلت میں یہ اشعار کہے ہیں۔

سِرتُ بِأُناسٍ فی الغیوبِ قلوبھم   جالوا بقربِ الساجدِ المتفضل
نالوا من الجبارِ عطفاً ورافۃً   وقصدٌ واحساناً وبِرّاً معجّل [1]

ترجمہ:۔ میں نے ان لوگوں کے ساتھ ہو کر ان کے دلوں کی سیر کی ہے۔ ان بزرگوں کی جولانگاہ فضیلت والی مساجد کا قرب و جوار ہوتا تھا۔

انہوں نے حق تعالیٰ سے مہر و محبت اور شفقت و رافت پائی اور نیکی میں تیزی اور سبقت اور حسنِ عمل کی توفیق انہیں میسر آئی۔

اولیاء اللہ کا احترام کرنے سے انسان خدا اور خلقِ خدا کی نگاہوں میں پسندیدہ اور ہر دلعزیز ہو جاتا ہے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں من نظر الی ولیٍ من اولیاء اللہِ فقبلہٗ واکرمہٗ اکرمہُ اللہِ علی رؤس الاشھاد [2] یعنی جس آدمی نے اولیاء اللہ میں سے کسی کی طرف دیکھا، اس (کی تعلیمات) کو قبول کر لیا اور اس کی عزت و تکریم کی تو اللہ تعالیٰ دنیا کے سامنے اسے عزت بخشے گا۔

دعویٰ اور ولایت دو مختلف چیزیں ہیں۔ اپنی ولایت اور کشف و کرامات کے دعویدار حقیقت میں ولی نہیں ہوتے کیونکہ بلند بانگ دعوے کرنے سے اگر کچھ روحانیت موجود بھی ہو تو وہ جاتی رہتی ہے۔

حضرت ابوالقاسم المطرزؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو فرماتے سنا ہے اضرما علی اھل الدیانات الدعاوی [3] یعنی اہلِ طریقت و ولایت پر جو چیز زیادہ ضرر رساں ہے وہ دعوے کرنا ہے۔

فتیٰ اور فتوت

حضرت جنیدؒ کے نزدیک فتوت (جوانمردی) ترکِ رویت اور اسقاطِ نسبت یعنی اپنے جوانمردی کے اعمال پر فخر نہ کیا جائے اور نہ انہیں اپنی طرف منسوب کیا جائے کیونکہ ان کے لئے توفیق تو منجانب اللہ

---

[1] سیر الاولیاء ص۲۹ [2] طبقات الصوفیہ ص۱۶۱ [3] صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص۲۳۷

Marfat.com

تھی لہٰذا فتوت ان کے خیال میں زہد کامل ہی کا دوسرا نام ہے [1]

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں الفتوۃ کف الاذی وبذل الندی [2] یعنی فتوت دوسروں کو اذیت دینے سے اجتناب کرنا اور سخاوت کرنا ہے۔

حضرت جنیدؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ فتوت یہ ہے کہ تم اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالو اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے راہِ خدا میں خرچ کر دو [3]

فتوت کے بارے میں حضرت جنیدؒ کا ایک قول یہ ہے ان لا تنافر فقیراً ولا تعارض غنیاً [4] یعنی جوانمردی یہ ہے کہ تم فقیروں سے نفرت اور دولتمندوں سے جھگڑا نہ کیا کرو۔

حضرت جنیدؒ تصوف کے مختلف مکاتب فکر کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ فتوت شام میں، لسان عراق میں اور صدق خراسان میں ہے [5]

ڈاکٹر ابوالعلاء عفیفی نے اپنی کتاب الملامیتہ والصوفیہ واہل الفتوۃ میں جہاں اہل خراسان کے ملامیتہ کو بنظرِ استحسان دیکھا ہے وہاں حضرت جنیدؒ کے اس قول پر بلا وجہ تنقید کی ہے کہ فتوت اہلِ شام میں ہے۔ ان کے خیال میں اس کی بجائے فتوت اور صدق کا مرکز خراسان ہے۔

مسائلِ تصوّف

کشف وکرامات

اولیاء اللہ کے کشف وکرامات برحق ہیں لیکن محض کشف وکرامات اور خوارق عادات قطعاً ولایت کا ثبوت نہیں ہیں جیسا کہ حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر تم کسی شخص کو ہوا میں چوکڑی مار کر بیٹھا ہوا دیکھو تو بھی اسے ولی نہ سمجھو جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ شریعت کا پابند ہے کیونکہ اتباعِ کتاب وسنت ہی دراصل معیارِ ولایت ہے [6]

---

[1] کشف المحجوب ص ۱۵۹ [2] رسالہ قشیریہ ص ۱۰۴ [3] تذکرۃ الاولیاء ص ۳۴۲ [4] رسالہ قشیریہ ص ۱۰۳ [5] حوالہ سابق۔
[6] الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۹۳

Marfat.com

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالحسن نوریؒ نے دجلہ کے کنارے ایک ماہی گیر کو دیکھا تو فرمایا اب ذرا جال پھینکو۔ اگر میں صاحب کرامت ہوں تو جال میں ضرور ایسی مچھلی آئے گی جو ۲/۱ ۳ سیر کی یقیناً ہوگی۔ ماہی گیر نے جال پھینکا تو واقعی اتنے وزن کی مچھلی آئی۔ جب یہ خبر حضرت جنیدؒ نے سنی تو فرمایا کاش اس جال میں کوئی سانپ آجاتا جو ابوالحسن کو ڈستا اور وہ مرجاتا۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت آپ ان کے بارے میں ایسا کیوں فرما رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا اگر اس وقت سانپ انہیں ڈس لیتا اور وہ ہلاک ہو جاتے تو انہیں ضرور شہادت کا درجہ ملتا لیکن چونکہ ایسا نہیں ہوا اس لئے اب مجھے معلوم نہیں کہ غرور کرامت کی وجہ سے ان کا انجام کیسا ہو[۱]

سماع و سرود

سماع کے بارے میں حضرت جنیدؒ کا جو نقطہ نظر تھا اس کے مطابق آپ اسے مبتدیوں کے لئے قطعاً پسند نہیں فرماتے تھے البتہ منتہی سالکانِ راہِ حق کے لئے کچھ ضروری شرائط کے ساتھ اس کے جواز کے قائل تھے لیکن خود پھر بھی حتی الامکان اس سے اجتناب ہی کیا کرتے تھے۔ جس سماع کے وہ اصولاً قائل تھے وہ راگ و رنگ سے یکسر پاک بس معرفت بھرے اشعار کا خوش الحانی کے ساتھ سننا ہے۔

شیخ عبدالحق قادری محدث دہلویؒ کے ایک مکتوب شریف میں سماع پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ جنید بغدادیؒ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائے سلوک میں آپ سماع کیا کرتے تھے اور اہلِ سماع کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ آخر میں آپ نے سماع ترک کر دیا تھا جب آپ سے سوال ہوا کہ آپ سماع کیوں نہیں کرتے اور کیوں نہیں سنتے تو آپ نے فرمایا کس سے سنوں اور کس کے ساتھ سنوں؟

آپ نے اس میں اپنے ان بھائیوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کے اہل تھے جن کے ساتھ آپ سنا کرتے تھے اور جن سے سنا کرتے تھے لیکن افسوس اب وہ نہیں رہے۔

---

[۱] فوائد الفواد اردو ترجمہ صـ ۱۴۱، راحت القلوب اردو ترجمہ صـ ۴۱، سیر الاولیاء صـ ۳۱۳

Marfat.com

اہلِ سلوک کی کتابوں میں تحریر ہے کہ جب کبھی مشایخ نے سماع کیا ہے تو شرائط و آداب کے ساتھ کیا ہے۔ وہ ہمیشہ نہیں سنا کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی سنتے اور کرتے تھے بطورِ رسم سماع وغیرہ کی مجلس منعقد نہ ہوا کرتی تھی حضرت جنیدؒ نے اہل سماع اور شرائط کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے سماع ترک کر دیا تھا اس کے بارے میں اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ بعض نے حضرت جنیدؒ کی اس حکایت کو اس طرح پیش کیا ہے کہ آپ ایک زمانے میں سماع سنتے تھے اور اس کے بعد اس سے توبہ کرلی۔ آپ کا ایسا کرنا پہلے گروہ ساتھ آپ کا مل جانا ثابت کرتا ہے جو سماع سے پرہیز کیا کرتا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ معاملہ کیا ہے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اہلِ سلوک پر تین موقعوں پر رحمت نازل ہوتی ہے (۱) کھانا کھاتے وقت کیونکہ جب وہ فاقہ کے قریب ہو جاتے ہیں تو کچھ کھا پی لیتے ہیں (۲) باتیں کرتے وقت کیونکہ وہ بات زیادہ کرتے ہی نہیں ہیں اور جب کرتے ہیں تو انبیائے کرامؑ کے احوال اور صدیقین کے مقامات کے بارے میں ان کی گفتگو ہوتی ہے (۳) سماع کی حالت میں کیونکہ ان کا سماع وجد اور مشاہدۂ حق کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ بعض کا کہنا یہ ہے کہ آپ کا ایسا فرمانا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ آپ نے ایسا فرمایا تھا تو ایسے سماع سے مراد وہی سماع ہوگا جس کا مذکور اشارہ اس آیت میں ہے کہ جو لوگ سنتے ہیں قول اور اس کی اچھی پیروی کرتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت دی ہے اور وہ صاحبانِ عقل میں سے ہیں۔ دوسری آیت یہ ہے کہ جب سنتے ہیں جو کچھ رسولؐ پر نازل ہوا ہے تو ان کی آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں، آنسو ابلنے لگتے ہیں۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی۔ یقیناً ایسا سماع متفق علیہ ہے اس کی حقانیت میں کسی کو کوئی کلام نہیں۔ ایسے سماع کا کوئی مخالف نہیں۔ سب اہلِ ایمان اس کو حق جانتے ہیں اور رحمت کا لے آنے والا مانتے ہیں۔ سماع میں جو اختلاف ہے وہ قصائد و اشعار کا راگ راگنی کے ساتھ موسیقی میں سننا ہے۔ اس کے بارے میں موافق اور مخالف اقوال بہت ہیں۔ احوال میں یکسانیت نہ ہونے اور احوال کے مختلف ہونے سے یہ اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ بعض اس سے انکار کرکے اس کو فسق سے ملا دیتے ہیں، بعض اس کو ماننے اور اس کے سننے کے حریص ہیں اس کو جائز بلکہ بہتر سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں گروہ افراط و تفریط کا شکار ہیں مختصر حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ شرع میں حرام و نا جائز اور مکروہ نہ ہو جس کا جواز اور مباح ہونا سب کا متفقہ ہوا گر

Marfat.com

اس سے جمعیتِ خاطر اور حضورِ قلب پیدا ہوتا ہو تو وہ جائز اور مباح ہے۔ وگرنہ نہیں ؎۱

اصطلاحاتِ تصوّف

احوال

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں الحالُ نازلۃٌ تنزل بالقلوب فلا تدوم ؎۲ یعنی حال ایک روحانی کیفیت ہے جو دلوں پر اترتی ہے اور ہمیشہ باقی نہیں رہتی۔ یہ بھی حضرت جنیدؒ کی وضاحت ہے الاحوال کالبروق فَاِنْ بقیت فحدیث النفسِ ؎۳ یعنی احوال بجلیوں کی مانند ہیں جو وقفوں کے بعد چمکتی ہیں اور ان میں تسلسل نہیں ہوتا۔ پس اگر احوال ایک ہی حالت پر برقرار رہیں اور ان میں دوام پیدا ہو جائے تو سمجھ لو کہ یہ روحانی احوال نہیں بلکہ محض ہوائے نفس کا باندھا ہوا ایک طلسم ہے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ احوال میں کمی یا نقصان چنداں ضرر رساں نہیں کیونکہ یہ طریقت کے فروع (شاخوں) میں سے ہے البتہ اصولِ طریقت میں ذرہ برابر کمی یقیناً نقصان دہ ثابت ہو گی لہٰذا اگر اصول (جڑوں) کو مضبوط اور پختہ کر لیا جائے تو فروع (شاخوں) میں کمی اور خامی وغیرہ نقصان کا باعث نہیں بننے پائے گی ؎۴

مقامات

حضرت جنیدؒ کا ایک قول مشہور ہے کہ جو معانی کے اعتبار سے مشکل ہے کہ میں ستر عارفوں سے ملا جو سب کے سب اللہ تعالےٰ کو اپنے وہم وگمان پر پوجتے تھے۔ یہاں تک کہ بھائی یزیدؒ کو بھی

؎۱ مکتوبات شیخ عبدالحقؒ اردو ترجمہ ۲ ص ۵۱ - ۵۴ ؎۲ اللمع فی التصوف ص ۴۲ ؎۳ کشف المحجوب ص ۲۲۴

؎۴ اللمع فی التصوف ص ۲۱۷

Marfat.com

اگر ہمارے بچوں میں سے کوئی بچہ مل جاتا تو وہ اس کے ہاتھ پر اسلام لے آتے۔ حضرت ابوالحسن شاذلیؒ اس قول کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ ہر مقام کے اوپر ایک اور مقام ہے اور یہ سلسلہ مقامات بہت بلندی تک چلا گیا ہے۔ اس لئے جب تک وہ انتہا پر نہ پہنچ جائیں وہم و گمان میں رہیں گے لیکن اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ ان کی معرفتِ خداوندی میں گمان اور وہم تھا۔ اسلام لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے منتخب مریدوں کے مطیع و منقاد بن جاتے کیونکہ اسلام اطاعت و انقیاد ہی کو کہتے ہیں[1]

خواطر

حضرت جنیدؒ سے خطرات کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ چار قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ خطرۂ رحمانی۔ یہ ہدایت اور نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

۲۔ خطرۂ ملکی۔ یہ اطاعت کی راہ دکھاتا ہے۔

۳۔ خطرۂ نفس۔ یہ دنیا اور عزت اور شہرت کی طرف کھینچتا ہے۔

۴۔ خطرۂ شیطانی۔ یہ گناہ اور شہوات کی طرف لے جاتا ہے[2]

حضرت جنیدؒ کا فرمان ہے کہ خاطرِ اول زیادہ طاقتور ہوتا ہے تاکہ جب تک وہ برقرار رہے وہ شخص اس پر غور کر سکے لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ صاحبِ علم ہو[3]

حضرت جنیدؒ نے اپنے رسالہ آداب المفتقر الی اللہ میں شرح و بسط کے ساتھ ان خواطر و خیالات کی نشانیاں بیان کر دی ہیں چنانچہ نفسانی خیال کی علامت یہ بتاتے ہیں کہ اس میں شہوتِ نفس اور راحت طلبی نمایاں ہوتی ہے۔ عہدہ و جاہ کی خواہش ہوتی ہے اور مخالفوں پر غیظ و غضب کا اظہار زیادہ ہوتا ہے۔ تاویلوں کے ذریعے اپنے لئے عیش و عشرت کا جواز ثابت کیا جاتا ہے۔ ربانی اور رحمانی خیال کی دو علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ خیال شریعت کی موافقت میں ہوتا ہے اور دوسری یہ ہے کہ نفسِ انسانی ابتدا میں اسے قبول کرنے میں کاہلی دکھاتا ہے۔ حضرت جنیدؒ اپنے ایک بیان میں ہواجسِ نفس اور وساوسِ شیطان میں فرق واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نفسِ امارہ جب ترغیب

---

[1] الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۵۷ [2] امداد السلوک ص ۸۶ [3] رسالہ قشیریہ ص ۴۴

Marfat.com

دیتا ہے اور کسی بات پر اکساتا ہے تو لگاتار ایسا کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اپنا مقصد پورا کر کے رہتا ہے۔ اگر تمہارے مجاہدے کا صدق دوامی ہو تو تم اس کی ترغیبات سے بچ سکتے ہو ورنہ نہیں جبکہ شیطان کا طریقۂ واردات یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی نیکی کے کام میں وسوسہ ڈالے اور تم اس کی مخالفت کر کے وسوسے کو نظر انداز کر دو تو وہ پھر اس کام میں وسوسہ ڈالنے پر اصرار نہیں کرتا بلکہ تمہارے کسی اور نیکی کے کام میں وسوسہ ڈال کر لغزش کرا دے گا کیونکہ اس کے لئے تو ہر نیکی کے کام میں مخالفت یکساں ہے اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی خاص نیکی میں وسوسہ ڈال کر لغزش کرائے۔ بس اس کا کام صرف یہ ہے کہ تم سے لغزش کرائے خواہ کسی بھی نیکی میں ہو۔[۱]

ظرف (حسن کاری)

حضرت جنیدؒ سے ظرف کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا اجتناب کل خلق دنی واستعمال کل خلق سنی وان تعمل للہ ثم لا تری انک عملت[۲] یعنی ہر برے اخلاق و عادات سے بچنا اور ہر اچھے اور اعلیٰ خلق کو کام میں لانا اور یہ جو کچھ بھی عمل کرو محض خدا کی خاطر کرو۔ ساتھ ہی یہ بھی سمجھو کہ درحقیقت تم نے کوئی نیکی کا کام گویا کیا ہی نہیں۔

وجد

حضرت جنیدؒ کے قول کے مطابق وجد، مصادفۃ یعنی اتفاقاً کسی کیفیت کو پانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دل میں غم اور خوشی کے جذبات میں سے کسی جذبے کا اتفاقاً آجانا وجد کہلاتا ہے[۳]

حضرت جنیدؒ کا قول ہے استغراق الوجد فی العلم خیر من استغراق العلم فی الوجد[۴] یعنی وجد کو علم میں غرق کر دینا، علم کو وجد کی نذر کر دینے سے بہتر ہے۔

---

[۱] رسالہ قشیریہ ص۴۳ [۲] اللمع فی التصوف ص۲۲۴، طبقات الصوفیہ ہروی ص۱۹۴ [۳] حوالہ سابق ص۳۰۱
[۴] نفحات الانس ص۵۶، طبقات الصوفیہ ہروی ص۱۶۹

Marfat.com

حضرت جنیدؒ یہ بھی فرماتے ہیں لا یضر نقصان الوجد مع فضل العلم و فضل العلم اتم من فضل الوجد [1] یعنی وجد میں کمی، زیادتیِ علم کے ساتھ نقصان دہ ثابت نہیں ہوتی اور علم کا فضل (فضیلت یا اضافہ) وجد کے فضل سے زیادہ کامل اور مکمل ہوا کرتا ہے۔

غیاب و حضور

حضرت حارث محاسبیؒ، حضرت جنیدؒ اور حضرت سہل تستریؒ وغیرہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حضور، غیبت پر مقدم ہے [2]

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ ایک زمانہ ایسا گزرا کہ اہلِ زمین اور اہل آسمان کائنات کے متعلق میری حیرت پر روتے تھے پھر کبھی ایسا ہوتا تھا کہ میں ان اسرار و غوامض کی رغبت و خواہش میں روتا تھا اور اب تو یہ کیفیت ہو چکی ہے کہ نہ تو میں ان کے متعلق کوئی خبر رکھتا ہوں اور نہ اپنے آپکے متعلق۔

حضرت گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت جنیدؒ کے کامل حضور کی طرف جامع اشارہ ہے [3]

فنا و بقا

حضرت جنیدؒ سے فنا اور بقا کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ حق تعالیٰ کے لئے بقا ہو اور ماسوا اللہ کے لئے فنا ہو [4]

حضرت جنیدؒ ہی کا قول ہے اذا فنی الفناء عن اوصافہ ادرک البقاء بتمامہ [5] یعنی جب فنا بھی اپنے اوصاف سے فنا ہو جائے تو وہ مکمل طور پر بقا پالیتا ہے۔

تجرید و تفرید

حضرت جنیدؒ سے لوگوں نے پوچھا تجرید (الگ تھلگ ہونا) کیا ہے؟ تو فرمایا کہ اس کا ظاہر

---

[1] اللمع فی التصوف ص۳۰۶، طبقات الصوفیہ ہروی ص۱۶۴ [2] کشف المحجوب ص۳۰۳ [3] حوالہ سابق ص۳۰۴
[4] تذکرۃ الاولیاء ص۳۴۴ [5] اللمع فی التصوف ص۲۱۴

Marfat.com

اعراض (خدا سے روگردانی) سے مجرد یعنی الگ اور بچا ہوا ہو جبکہ اس کا باطن اغراض سے مجرد ہو۔[1]

قبض و بسط

حضرت جنیدؒ نے قبض اور بسط کے معنی یہ بیان فرمائے کہ قبض خوف کو اور بسط رجا کو کہتے ہیں، فالرجاء یبسط الی الطاعۃ والخوف یقبض عن المعصیۃ[2] یعنی رجا طاعتِ حق کے لئے خوشی کے ساتھ آمادہ کرتی ہے اور خوف معصیت اور گناہ سے انقباض باطن کا نام ہے۔

حضرت جنیدؒ کا ایک مفصل قول یہ ہے الخوف من اللّٰہ یقبضنی والرجاء منہ یبسطنی والحقیقۃ تجمعنی والحق یفرقنی اذا قبضنی بالخوف افنانی عنی واذا بسطنی بالرجاء ردنی علیّ واذا جمعنی بالحقیقۃ احضرنی واذا فرقنی بالحق اشہدنی غیری فغطانی عنہ[3] یعنی اللہ تعالیٰ سے خوف مجھ میں انقباض پیدا کر دیتا ہے اور اس سے امید مجھ میں انبساط کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ حقیقت مجھے اکٹھا کر دیتی ہے اور حق مجھے الگ کر دیتا ہے پس جب وہ خوف کے ساتھ قبض کی حالت سے مجھے دوچار کر دیتا ہے تو وہ مجھے اپنے وجود سے فنا کر دیتا ہے اور جب وہ امید کے ساتھ بسط پیدا کرتا ہے تو مجھے اپنی اصل حالت پر لوٹا دیتا ہے۔ جب وہ مجھے حقیقت کے ساتھ جمع کر دیتا ہے تو مجھے حاضر کر لیتا ہے اور جب مجھ میں حق کے ساتھ فرق کی کیفیت وارد کرتا ہے تو مجھے اپنے غیر کو دیکھنے کا موقعہ دیتا ہے اور مجھے اس سے چھپا لیتا ہے۔

سکوت و تکلم

حضرت جنیدؒ مشایخ کے اس گروہ میں شامل ہیں جو کلام کو سکوت پر ترجیح دیتے تھے کیونکہ عبادات اور ایمانیات کے تمام تر اجزاء گفتگو پر مبنی ہیں[4]

---

[1] تذکرۃ الاولیاء صہ ۳۳۴ [2] اللمع فی التصوف صہ ۳۴۴ [3] رسالہ قشیریہ صہ ۳۳،
[4] کشف المحجوب صہ ۴۱۷

Marfat.com

مرید و مراد

حضرت جنیدؒ سے مرید و مراد کا فرق دریافت کیا گیا تو فرمایا المرید تتولاہ سیاسۃ العلم والمراد تتولاہ رعایۃ الحق لِاَنَّ المرید لیسیر والمراد یطیر واین السائر من الطائر[1] یعنی مرید کا بھروسہ اور انحصار علم کی رہنمائی پر ہوتا ہے جبکہ مراد حق تعالےٰ کی نگہداشت پر بھروسہ کرتا ہے کیونکہ مرید بلاشبہ چلنے والا ہے جبکہ مراد اڑنے والا ہے۔ چلنے والا، اڑنے والے کے ہمسر کیونکر ہو سکتا ہے؟

حجاباتِ قلب

حضرت جنیدؒ نشاندہی کرتے ہیں کہ دل کے حجاب بالخصوص نعمتوں کے دکھاوے عطاو بخشش پر عیش و عشرت اور کرامتوں کی طرف لگاؤ اور ٹھہراؤ پر منحصر ہوا کرتے ہیں[2]

آداب

آدابِ جواب

کسی شخص نے حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا کہ جب ہر سائل ایک ہی قسم کا سوال آپ سے کرتا ہے تو بھی آپ مختلف جواب دیتے ہیں، اس کی آخر کیا وجہ ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جواب ہر ایک کی عقل کے مطابق دینا ضروری ہے[3]

آدابِ وعظ

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت تک وعظ نہیں کہا جب تک مجھے تیس ابدالوں

---

[1] طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۳۱ [2] اللمع فی التصوف ص ۳۲۴-۳۲۵ [3] امداد السلوک ص ۹۷

Marfat.com

نے نشاندہی نہیں کر دی کہ تم لوگوں کو خداوند تعالیٰ کی طرف بلانے کے اہل ہو۔[1]

شیخ ابو طالب مکیؒ قوت القلوب میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ جب کبھی توحید کے حقائق و معارف اور نازک پہلوؤں پر گفتگو کیا کرتے تو اہل مجلس کی تعداد محدود اور منتخب لوگوں پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔ عموماً دس سے کچھ زیادہ لوگ شریک ہوتے تھے اور یہ تعداد کبھی بیس افراد تک بھی نہیں ہوئی۔

آدابِ تدریس

حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ تحقیق علم کی بھی ایک قیمت ہوا کرتی ہے۔ پس جب تک تم وہ قیمت وصول نہ کر لیا کرو، علم نہ دیا کرو۔ عرض کیا گیا فرمائیے علم کی قیمت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس کی قیمت یہ ہے کہ علم ایسے شخص کو دیا کرو جو اسے (اس کے تقاضوں کے بارگراں کے ساتھ) اچھی طرح اٹھا سکے اور اسے ضائع نہ کر دے۔[2]

آدابِ کسب

حضرت جنیدؒ کے نزدیک کسب کرنا مباح ہے لیکن کسب اور کاروبار کی شرط یہ ہے کہ یہ بھی بطور عبادت اختیار کیا جائے۔ جس طرح دیگر عباداتِ نافلہ ہیں اسی طرح یہ بھی ایک عبادت ہے۔ کسب و کاروبار کا مقصد محض منافع کمانا نہیں ہونا چاہیئے۔[3]

حضرت جنیدؒ سے کسب کی نوعیت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا یستقی الماء ویلقط النوی[4] یعنی تمہارا کام بس کھیتوں کو پانی دے دینا اور بیج ڈال دینا ہے باقی سب کچھ خدا پر چھوڑ دو۔

آدابِ نذرانہ

حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے لا یصح لاحدٍ الاخذ حتّٰی یکون الاخراج اَحَبَّ الیہ من الاخذ[5] یعنی کسی شخص کے لئے کچھ لینا اور قبول کرنا اس وقت تک صحیح نہیں جب تک وہ لینے کی

---

[1] التعرف ص۱۱۱ [2] تذکرۃ الاولیاء ص۲۳۱ [3] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص۹۵ [4] التعرف ص۷۵ [5] اللمع فی التصوف ص۱۹۵ [6] ایضاً ص۱۹۷

Marfat.com

نسبت اسے (راہِ خدا میں) خرچ کر دینے کو زیادہ محبوب نہ رکھتا ہو۔

متفرق

مصاحبت کے لائق لوگ

حضرت جنیدؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا اچھا ہے تو ارشاد فرمایا ہر وہ شخص کہ جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اور بھول جائے لیکن اس کے ساتھ جو بھلائی بھی کی جائے وہ اس کا حق ادا کر دیتا ہو۔[1]

حقیقتِ رُوح

حضرت جنیدؒ نے فرمایا روح ایک ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ مخصوص کر لیا ہے اور اپنی مخلوق میں سے کسی شخص کو ہرگز اس کی حقیقت سے مطلع نہیں فرمایا لہٰذا روح کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فرمان سے زیادہ عبارت آرائی درست نہیں جو قرآن مجید میں ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (کہہ دیجئے کہ روح اللہ کے حکم سے ہے)[2]

ہلاکت کے سبب

حضرت ابوبکر المفیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو فرماتے سنا ہے احذر ان تکون ثناء منشورا و عیبا مستورا[3] یعنی تم محتاط رہو اس بات سے کہ تمہاری تعریف ہی تعریف ہوتی رہے اور تمہارے عیب چھپے رہ جائیں۔

---

[1] تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۴۵ [2] التعرف صفحہ ۴۰ [3] صفۃ الصفوۃ ج ۲ صفحہ ۲۳۷

Marfat.com

عوارضِ جسمانی اور امراضِ روحانی

حضرت جنیدؒ نے حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ دین و ایمان کی بیماریاں جسم و جاں کی بیماریوں سے زیادہ خطرناک ہوتی ہیں کیونکہ دین و ایمان کے عوارض ہلاکت کا باعث خدا کی ناراضی کا موجب اور جہنم رسید ہونے کا باعث ہیں جبکہ جسمانی بیماریوں کے یہ نتائج نہیں ہؤا کرتے شفایابی کی امید ہوتی ہے اور صبر کرنے پر اجر و ثواب بھی مل سکتا ہے۔

علمائے حق کی نشانیاں

حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ ہی کے نام خط میں حضرت جنیدؒ نے علمائے حق کی یہ نشانیاں بیان فرمائی ہیں کہ ان کا وجود عالمِ انسانیت کے لئے موجب خیر و برکت ہوتا ہے۔ وہ جب بولتے ہیں تو علم و حکمت کے موتی رولتے ہیں ان کے فرمودات بارانِ رحمت کی طرح ہوتے ہیں کہ جن سے اعمال کی کھیتیاں سرسبز و شاداب ہوجاتی ہیں اور مردہ دل حیاتِ تازہ حاصل کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں نیت کی درستی اور پختگی نصب العین کی خوبی اور وابستگی اور شوقِ طلب کے ساتھ نفس کی ہم آہنگی ہوتی ہے۔ یہ لوگ قیامِ حق کے لئے ہمیشہ جد و جہد کرتے رہتے ہیں اور اپنے علم پر حسن و خوبی کے ساتھ عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ذکر و فکر ان کا دائمی مشغلہ ہوتا ہے اور زہد و تقویٰ اور محاسبۂ نفس ہمیشہ ان کا شعار ہوتا ہے۔ ایذا رسانی اور دوسروں کی تحقیر ان کے نزدیک ناقابلِ معافی گناہ سمجھے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ غیبت اور برائی سے بچتے اور دوسروں کی سلامتی کے لئے دعاگو رہتے ہیں۔ دوسرے لوگ ظلم و زیادتی بھی کریں تو صبر اور درگزر سے کام لیتے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ محبت اور شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ غرور اور نخوت نام کو بھی ان میں نہیں ہوتا۔ منکرات کو پہچانتے ہیں اسے برا جانتے اور اس سے ہمیشہ بچتے رہتے ہیں اسی طرح معروف کو جانتے پہچانتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ لوگوں کی مدح و قدح سے بے نیاز رہ کر ہمیشہ سعی و عمل میں مصروف رہتے ہیں۔ اگر ارد گرد معتقدین کی کثرت ہوجائے تو اس مقبولیت پر اتراتے نہیں بلکہ ان کی خواہش بس یہی ہوتی ہے کہ ان لوگوں کو صحیح معنوں میں فیض پہنچایا جائے۔ یہ لوگ کبھی تاویل و بدعت کی طرف مائل نہیں ہوتے بلکہ میلانِ طبع ہمیشہ اور ہر حال میں اتباعِ سنت کی طرف ہوتا ہے۔

Marfat.com

علمائے سُوکی کارستانیاں

یہ لوگ اپنے علم پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ان کے سامنے حصولِ علم کا مقصد محض شہرتِ دنیا اور جلبِ زر ہوتا ہے۔ ان کا تمام تر زورِ علم تاویلات پر صرف ہوتا ہے۔ انہی تاویلوں کے ذریعے وہ مقاصدِ بلند سے پہلو تہی کرتے، روپیہ کماتے، اپنی تشہیر میں لگے رہتے، مدح و ستائش کے آرزومند رہتے اور مفادِ عاجلہ کی خاطر متاعِ قلیل پر اپنا علم اور دین فروخت کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال یہ ہوتا ہے کہ ہمارا علم ہی در اصل قیامِ حق کا واحد ذریعہ ہے اور تمام مخلوق ہماری ضرورت مند ہے لہٰذا اپنی اصلاح کی بجائے سرکار دربار میں رسائی ان کا منتہائے مقصود بن جاتی ہے جہاں جاکر خود بھی ذلیل ہوتے ہیں اور اپنے علم کی رسوائی کا بھی سامان پیدا کرتے ہیں انہیں ہمیشہ یہی پسند خاطر ہوتا ہے کہ ان کے اردگرد لوگوں کا جمگھٹا ہو، ہر شخص ان کی تعریف میں رطب اللسان ہو، ان کا فرمایا ہوا مستند سمجھا جائے اور ان کی ہر رائے وحی قرار دی جائے۔ اگر کوئی ان کی شخصی رائے سے اختلاف کر گزرے تو اسے طعن و تشنیع اور اپنے غیظ و غضب کا نشانہ بنا لیتے ہیں اور مرتے دم تک اسے معاف کر دینے کے روادار نہیں ہوتے۔ (ملخص مکتوب بنام حضرت مکیؒ)

کثرتِ علم اور کثرتِ آفات

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں اَکْثَرُ النَّاسِ عِلْمًا بِالْاٰفَاتِ اَکْثَرُھُمْ آفَاتٌ [۱] یعنی لوگوں میں سے جو لوگ آفات کا علم زیادہ رکھتے ہیں، سب سے زیادہ وہی آفتوں کا شکار ہوتے ہیں۔

وسعتِ نظر

حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ بندے کے نزدیک تعریف کرنے والا اور مذمت کرنے والا کب برابر ہوتا ہے تو ارشاد فرمایا جب انسان اچھی طرح یہ جان لے کہ وہ (خود اور مدح یا قدح کرنے والا شخص)

---

[۱] طبقات الصوفیہ ص۱۶۱

Marfat.com

مخلوق ہے اور الزام ہی لگانے والا ہے یعنی وہ بشری کمزوریوں سے محفوظ نہیں ہے[1]

کریم کون ہے ؟

حضرت جنیدؒ کا قول ہے الکریم من لا یحوجك الی وسیلۃٍ[2] یعنی سخی درحقیقت وہ ہے جو تمہیں کچھ دینے کی خاطر کسی حیلے وسیلے کا محتاج نہ بنائے۔

بہتر اعضاء

حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہر وہ آنکھ جو نگاہِ عبرت سے حق کو نہیں دیکھتی اس سے اندھا بہتر ہے ہر ایسی زبان جو ذکرِ حق میں مشغول نہ ہو اس سے گونگا رہنا بہتر ہے، ہر ایسا کان جو کلمۂ حق سننے کیلئے تیار نہ ہو اس سے بہرہ ہونا بہتر ہے اور ہر وہ بدن جو طاعتِ حق میں کام نہ آئے اس سے مُردہ بہتر ہے[3]

اہمیتِ وقت

حضرت جنیدؒ کا قول ہے الوقتُ اذا فات لا یُستدرَك ولیس شیٔ اَعَزَّ من الوقتِ[4]

یعنی وقت جب گزر جاتا ہے تو اسے پھر پایا نہیں جا سکتا اور کوئی چیز بھی وقت سے زیادہ گرانقدر نہیں ہے۔

؎ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں — سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

تقاضائے عقل

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰے نے مومنوں کو ایمان کے ساتھ مشرف فرمایا اور ایمان کو عقل کے ساتھ معزز کیا پھر عقل کو صبر کے ذریعے سے عزت بخشی۔ لہٰذا ایمان، مومن کی زینت ہے

---

[1] اللمع فی التصوف ص ۲۲۶ [2] ایضاً ص ۲۳۰ [3] تذکرۃ الاولیاء ص ۳۳۷ [4] طبقات الصوفیہ ص ۱۶۱

Marfat.com

جبکہ عقل ایمان کی زینت ہے اور صبر سے عقل آراستہ ہے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت ابراہیم الخواص رح کے یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ اشعار

۱۔ میں نے کل (قیامت) کے خوف سے بعض تکالیف پر صبر کیا اور اپنے نفس کی بذاتِ خود حفاظت کی تاآنکہ اس کی عزت محفوظ ہو گئی۔

۲۔ میں نے نفس کو تکالیف کے جام پر جام پلائے اور وہ ان کا عادی بن گیا۔ اگر میں اسے یہ جام نہ پلاتا تو وہ ضرور ناک بھوں چڑھاتا۔

۳۔ اگر میں اس ذاتِ حق کے علاوہ جو یہ کہتی ہے کہ مجھ سے مانگا کرو کسی اور کے سامنے کچھ حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پھیلاؤں تو میرے ہاتھ شل ہو جائیں [۱]

سارعوا الی مغفرۃ من ربکم

حضرت جنیدؒ نے اپنے ایک ساتھی کو خط میں نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا یا اخی فاعمل ثم اعجل قبل اَنْ یعجل الموتُ بلکَ و بادر قبل اَنْ یبادر الیکَ وقد وعظک اللّٰہُ تعالیٰ فی الماضیین من اخوانِکَ والمنتولین من الدنیا من اقرانک واخدانک فذالکَ حظکَ الباقی علیکَ و النافع لکَ وھذہٖ موعظتی لک ووصیتی اِیاکَ فاقبلھا تحمد الامر بقبولھا وتفوز باستعمالھا [۲]

ترجمہ:۔ اے میرے بھائی! عمل کرو اور عمل کرنے میں جلدی کرو اس سے پہلے کہ موت جلدی سے تمہیں آلے۔ دوڑو اور تیز دوڑو اس سے پہلے کہ قضا دوڑ کر تمہاری طرف آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے تو گزشتہ زمانے کے تیرے بھائیوں اور دنیا چھوڑ جانے والے تیرے مرحوم ہمسروں اور احباب کو پہلے ہی سے وعظ و نصیحت کر دی ہے۔ پس اس نصیحت میں تیرا حصہ ابھی باقی ہے جس پر عمل کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ یقیناً اس پر عمل پیرا ہونا پہلوں کی طرح تمہارے لئے بھی نفع بخش ہے۔ میری بھی

---

[۱] عوارف المعارف اردو ترجمہ ص ۵۵۸

[۲] اللمع فی التصوف ص ۲۶۷

Marfat.com

تمہیں یہی نصیحت ہے کہ تم اسے حسن وخوبی کے ساتھ قبول کر لو اور اس پر کاربند ہو کر دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو جاؤ۔

سہ

اٹھو، وگرنہ حشر نہ ہو گا پھر کبھی

دوڑو، زمانہ چال قیامت کی چل گیا

تمت بالخیر

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی النبی الکریم و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

ماخذ و مصادر

بزبان عربی

۱۔ شیخ ابوعبدالرحمٰن السلمی : طبقات الصوفیہ ۔ ترتیب نورالدین شریبہ ۔ مطبوعہ دارالکتاب العربی مصر

۲۔ شیخ عبدالوہاب الشعرانی : الطبقات الکبریٰ ۔ مطبوعہ بولاق ۔ مصر

۳۔ 〃 〃 〃 : الیواقیت والجواہر ۔ مطبوعہ مصطفیٰ البابی ۔ مصر

۴۔ 〃 〃 〃 : انوار القدسیہ فی آداب العبودیہ ۔ اردو ترجمہ مطبوعہ کراچی ۔ پاکستان

۵۔ قاضی ابن خلکان : وفیات الاعیان ۔ مطبوعہ قاہرہ ۔ مصر

۶۔ حافظ ابن کثیر شامی : البدایہ والنہایہ ۔ مطبوعہ مصر

۷۔ خطیب بغدادی : تاریخ بغداد ۔ مطبوعہ مصر

۸۔ علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی : صفۃ الصفوۃ ۔ مطبوعہ ۔ حیدر آباد دکن

۹۔ 〃 〃 〃 〃 : المنتظم ۔ 〃 〃 〃

۱۰۔ 〃 〃 〃 〃 : تلبیس ابلیس اردو ترجمہ ۔ مطبوعہ اصح المطابع ۔ کراچی

۱۱۔ شیخ تاج الدین السبکی : طبقات الشافعیہ ۔ مطبوعہ مصر

۱۲۔ 〃 السمعانی : کتاب الانساب ۔ مخطوطہ

۱۳۔ 〃 ابوالقاسم القشیری : الرسالہ القشیریہ ۔ مطبوعہ دارالکتب العربیہ ۔ مصر

۱۴۔ شیخ الیافعی : مراۃ الجنان ۔ مطبوعہ حیدر آباد دکن

۱۵۔ 〃 〃 : روض الریاحین اردو ترجمہ ۔ مطبوعہ ۔ لاہور

۱۶۔ امام ابن تیمیہ : الفرقان ۔ مطبوعہ ۔ مصر

۱۷۔ ابن تغری بردی : النجوم الزاہرہ ۔ مطبوعہ قاہرہ ۔ مصر

۱۸۔ ابن العماد حنبلی : شذرات الذہب ۔ مطبوعہ مکتبہ القدسی ۔ مصر

۱۹۔ ابن الندیم : الفہرست ۔ مطبوعہ السعادہ ۔ مصر

Marfat.com

۲۰۔ شیخ ابوطالب مکی : قوت القلوب ۔ مطبوعہ قاہرہ ۔ مصر

۲۱۔ قاضی عیاض : الشفا التعریف بحقوق المصطفٰے ۔ مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ ۔ لاہور

۲۲۔ شیخ ابوبکر الکلاباذی : التعرف لمذہب اہل التصوف ۔ مرتبہ آربری ۔ مطبوعہ السعادہ ۔ مصر

۲۳۔ شیخ ابونصر السراج : اللمع فی التصوف ۔ مرتبہ نکلسن ۔ مطبوعہ بریل ۔ لیڈن

۲۴۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ : عوارف المعارف اردو ترجمہ ۔ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز ۔ لاہور

۲۵۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ : الفتح الربانی ۔ مترجم اردو ۔ مطبوعہ کراچی

۲۶۔ 〃 〃 〃 : غنیۃ الطالبین ۔ 〃 〃 〃 〃

۲۷۔ امام غزالی : احیاء علوم الدین ترجمہ اردو ۔ مطبوعہ لاہور

۲۸۔ شیخ ابوعبدالرحمٰن السلمی : الرسالۃ الملامتیہ ۔ مرتبہ عفیفی ۔ مطبوعہ مصر

۲۹۔ ڈاکٹر ابوالعلاء عفیفی : الملامتیہ والصوفیہ ۔ مطبوعہ مصر

۳۰۔ خیرالدین الزرکلی : الاعلام ۔ الطبعۃ الثانیہ ۔ مطبوعہ مصر

۳۱۔ شیخ ابن العربی : فتوحات مکیہ ۔ مطبوعہ مصر

۳۲۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی : فیوض الحرمین مترجم اردو ۔ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند

۳۳۔ ڈاکٹر عمر فروخ : التصوف فی الاسلام ۔ الطبعۃ الاولیٰ ۔ مطبوعہ ۔ بیروت

بزبانِ فارسی

۳۴۔ خواجہ عبداللہ انصاری ہروی : طبقات الصوفیہ ۔ مرتبہ عبدالحی حبیبی ۔ مطبوعہ کابل

۳۵۔ شیخ فریدالدین عطار : تذکرۃ الاولیاء ۔ مطبوعہ فخر المطابع ۔ دہلی

۳۶۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی : نفحات الانس ۔ مطبوعہ لاہور

۳۷۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالیؒ : تقصار جیود الاحرار ۔ مطبوعہ بھوپال ۱۲۹۸

۳۸۔ شہزادہ داراشکوہ : سفینۃ الاولیاء اردو ترجمہ ۔ مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور

۳۹۔ حضرت سید علی ہجویریؒ : کشف المحجوب ۔ مطبوعہ سمرقند

۴۰۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی : مکتوبات امام ربانی ۔ مطبوعہ نولکشور لکھنو

۴۱۔ مفتی غلام سرور لاہوری : خزینۃ الاصفیاء ۔ 〃 〃 〃

Marfat.com

۴۲ - شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ : مکتوبات شریف اردو ترجمہ ۔ مطبوعہ معارف اسلامیہ کراچی

۴۳ - ابو ابراہیم المستملی البخاری : شرح تعرف ۔ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

۴۴ - اخوند درویزہ : ارشاد السالکین ۔ مطبوعہ مصطفائی لاہور

۴۵ - شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ : انفاس العارفین ۔ مطبوعہ ملتان

۴۶ - 〃 〃 〃 〃 : ہمعات ۔ مطبوعہ حیدر آباد دکن

۴۷ - خواجہ معین الدین اجمیریؒ : انیس الارواح اردو ترجمہ در مجموعہ ہشت بہشت نولکشور لکھنؤ

۴۸ - خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ : دلیل العارفین 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۴۹ - خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ : فوائد السالکین 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۵۰ - خواجہ نظام الدین اولیاءؒ : راحت القلوب 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۵۱ - خواجہ بدر اسحاق : اسرار الاولیاء 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۵۲ - امیر خسرو : افضل الفوائد اردو ترجمہ ۔ مطبوعہ کراچی

۵۳ - میر حسن علا سنجری : فوائد الفواد اردو ترجمہ ۔ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

۵۴ - امیر خورد : سیر الاولیاء اردو ترجمہ ۔ 〃 〃 〃

۵۵ - حمید شاعر قلندر : خیر المجالس اردو ترجمہ ۔ مطبوعہ کراچی

۵۶ - مولانا رشید احمد گنگوہی : امداد السلوک اردو ترجمہ ۔ مطبوعہ شاہ کوٹ پاکستان

۵۷ - نصرت اللہ معینان : کارنامہ بزرگان ایران ۔ مطبوعہ ایران

۵۸ - رضا علی خاں ہدایت : ریاض العارفین ۔ مطبوعہ طہران، ایران

بزبانِ اردو

۵۹ - مولانا سید ابوالحسن علی ندوی : تاریخ دعوت و عزیمت ۔ مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ

۶۰ - شاہ محمد حسن صابری : تواریخ آئینہ تصوف ۔ مطبوعہ دہلی

۶۱ - پروفیسر خلیق احمد نظامی : تاریخ مشائخ چشت ۔ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی

بزبانِ انگریزی

۶۲ - ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر : جنید آف بغداد اردو ترجمہ ۔ از محمد کاظم مسمّی بہ جنید بغداد مطبوعہ مکتبہ جدید لاہور

Marfat.com

63. A.J. ARBERRY	AN INTRODUCTION TO THE HISTORY OF SUFISM (LONDON 1942)
64. -DO-	AL-JUNAYD IN JRAS 1935. PP 499-507
65. -DO-	THE BOOK OF THE CURE OF SOULS IN JRAS 1937 PP. 219-231
66. WEINSINCK AND HOUTSMA	SHORTER ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM (LEIDEN)
67. HABIB ULLAH GHAZANFAR	THE ALLAHABAD UNIVERSITY STUDIES 1935.

(بزبان فرانسیسی)

68. MASSIGNON	KITAB AL-TAWASIN PAR AL-HALLAJ (PARIS-1913)
69. -DO-	ESSAI SUR LES ORIGINES DU LEXIQUE TECHNIQUE DE LA MYSTIQUE MUSULMANE (PARIS 1922)
70. -DO-	QUATRE TEXTES (PARIS 1914)

(بزبان جرمن)

71. BROCKELMANN	GESCHICHTE DER ARABICHEN LITTERATUR = GAL (WEIMET)

Marfat.com

اسماء الرّجال

خط کشیدہ صفحات میں صاحب حوالہ کا مفصل تعارف درج ہے ۔

— الف ممدودہ —

آدم علیہ السلام ۲۳۰، ۲۳۱

آدم بنوریؒ، شیخ ۱۶۴

آربری (مستشرق) ۲۰۸، ۲۱۱، ۲۱۵

— ا —

ابراہیم علیہ السلام ۱۹۱

ابراہیم بن ادھمؒ ۱۳۵

ابراہیم بن فاتکؒ ۲۰۲

ابراہیم بن مولدؒ ۲۰۰، ۲۰۱

ابراہیم الحربی ابو اسحاقؒ ۱۹۱

ابراہیم الخواصؒ ۵۳، ۲۰۲، ۲۸۲

ابراہیم المارستانیؒ ۱۴۸، ۱۹۱، ۲۱۵

ابن الاثیر الجزریؒ ۸۰

ابن الاہدلؒ ۱۱۳

ابن تغری بردیؒ ۹۸

ابن تیمیہؒ ۱۱۲، ۱۲۳، ۲۲۶

ابن الجوزیؒ ۳۴، ۴۱، ۴۳، ۷۵، ۹۹، ۱۱۱، ۱۳۰

ابن خلکان ۳۹، ۳۸، ۹۷، ۱۸۸

ابن زیری ۱۹۸

ابن سابط ۴۶، ۱۴۱، ۱۴۳

ابن سالم ۸۷

ابن سریج الفقیہ ۱۱۸، ۱۸۴

ابن شاہین ۱۱۷

ابن العربی ۱۱۲، ۲۱۰، ۲۲۸

ابن عطا ۹۱، ۷۲، ۷۳، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۹۱،
۱۹۲، ۱۹۷، ۱۹۸

ابن العماد حنبلی ۳۸، ۱۱۳

ابن عیاش ۲۹، ۴۱

ابن کثیر ۳۶، ۷۸، ۱۰۱، ۱۲۸

ابن کرنبی ۳۹، ۴۰

ابن کیسان نحوی ۱۲۰، ۲۰۲

ابن مسروق، ابو العباس ۴۱، ۵۲، ۱۰۸

ابن السادی، ابو الحسین ۶۳، ۷۵، ۱۱۵

ابن الندیم ۳۸، ۲۰۸

ابو اسحاق ابراہیم بن ثابت ۲۰۶، ۲۲۸

ابو اسحاق چشتی، شیخ ۱۶۲

Marfat.com

ابواسحاق گازرونی ۱۷۵
ابوبکر الاعین ۳۸
ابوبکر بن ابی سعدان ۱۹۸، ۱۹۹
ابوبکر تغلیبی ۱۸۷
ابوبکر دقاق ۱۰۱
ابوبکر الصدیقؓ ۲۲۷، ۲۸
ابوبکر عطار ۲۳۹
ابوبکر العطوفی ۶۱، ۱۰۴
ابوبکر الکتانی ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۸
ابوبکر المفید ۲۸۰
ابوبکر نساج ۱۷۱
ابوبکر واسطی ۱۸۳، ۲۰۰
ابوتراب نخشبی (دیکھیے نخشبی)
ابوثور فقیہ ۳۰، ۳۸، ۳۹، ۷۶
ابوجعفر حفار ۱۹۹، ۲۰۵
ابوجعفر سعید بن ترکان ۲۰۰
ابوجعفر فرغانی ۶۱، ۱۹۹
ابوجعفر الکبیر ۳۱، ۳۲، ۳۹، ۴۲، ۱۰۷
ابوحاتم عطار
ابوالحسن اشعری ۱۷۶
ابوالحسن بن حُدیق ۱۹۹
ابوالحسن خرقانی ۱۷۲
ابوالحسن سیروانی ۱۹۸
ابوالحسن علی بن ترکان ۲۰۰
ابوالحسن علی ہندی ۱۱۵، ۱۸۲
ابوالحسن المزین ۱۹۶، ۱۹۷
ابوالحسن ہنکاری ۱۷۰
ابوالحسین بن ہند فارسی ۲۰۳
ابوالحسین حکیم ۲۷
ابوالحسین مالکی ۲۰۵
ابوالحسین نوری (دیکھیے نوری)
ابوالحفص الحداد نیشاپوری ۵۳، ۱۰۷، ۱۱۲، ۱۹۳، ۱۹۸
ابوحمزہ بغدادی ۵۳
ابوحنیفہ امام اعظم ۱۸۹
ابوالخیر اقطع ۱۹۸، ۲۰۵
ابودانیال ۵۹
ابوداؤد جامع السنن ۱۹۹
ابوسعید ابن الاعرابی ۴۱، ۱۹۹، ۲۰۰
ابوسعید الخراز ۴۲، ۴۳، ۵۱، ۱۰۴، ۱۰۷، ۱۹۸،
۱۹۵، ۲۱۲، ۲۵۵
ابوسعید مبارک مخزومی ۱۷۰
ابوطالب خزرج بن علی ۲۰۵
ابوطالب مکی ۳۱، ۵۶، ۵۹، ۱۹۹، ۲۷۹
ابوالعباس دینوری ۲۱۵
ابوالعباس سیاری ۲۰۰
ابوالعباس نہاوندی ۱۷۱

Marfat.com

ابوعبداللہ بن الجلار ۱۰۴، ۱۳۰، ۱۹۴، ۱۹۵، ۲۰۵

ابوعبداللہ بن خفیف ۱۱۰، ۱۸۶، ۱۷۱، ۱۷۵

ابوعبداللہ الرازی ۱۹۴

ابوعُبید المحدث ۷۶، ۹۹

ابوعثمان الحیری ۵۴، ۱۰۷، ۱۹۳، ۱۹۷، ۲۰۲

ابوعثمان مغربی ۱۸۳

ابوعلی دقاق ۹۱، ۱۷۱، ۱۷۳

ابوعلی فارمدی ۱۷۳

ابوعلی کاتب ۱۷۱، ۱۷۳

ابوعمرو ابن علوان ۹۱، ۱۴۰، ۲۰۳

ابوعمرو انماطی ۱۹۷، ۲۳۸

ابوعمرو الزجاجی ۱۴۷، ۲۰۲

ابوعمرویہ دینوری ۱۷۱

ابوالفرج طُرطُوشی ۱۷۰

ابوالفضل خُتلی ۱۷۷

ابوالقاسم البغوی ۴۲

ابوالقاسم القشیری (دیکھیے قشیری)

ابوالقاسم قصری ۲۰۶

ابوالقاسم گرگانی ۱۷۱

ابوالقاسم المطرز ۲۷۹

ابوالقاسم نصرآبادی ۱۷۵

ابومحمد الجُریری (دیکھیے الجریری)

ابومحمد شعرانی ۲۰۱، ۲۰۲

ابومحمد المروزی ۵۴

ابومنصور ۳۶

ابویعقوب سوسی ۱۹۵

ابویعقوب نہرجوری ۱۹۵

احسان الٰہی رانا، ڈاکٹر ۱۴۸

احمد اسود دینوری ۱۷۱، ۱۷۵

احمد بن ابی الحواری ۵۴، ۱۳۵، ۲۳۹

احمد بن ابی الورد ۴۹

احمد بن حنبل ۲۱۸

احمد غزالی ۱۷۱

احمد کبیر رفاعی ۱۷۷

اخی فرخ زنجانی ۱۷۱

ارزان دیوان، شاہ ۱۷۷

اسماعیل علیہ السلام ۱۹۱

اسماعیل بن سوداکین ۲۰۰

اسماعیل بن نجید ۵۵، ۱۰۹

ام کلثومؓ بنت علی المرتضیٰؓ ۹۰

امداد اللہ مہاجر مکی، حاجی ۱۸۰

انگنک، خواجہ ۱۷۴

اوحدالدین، مرزا خاں ۲۱۴

ایوب علیہ السلام ۱۹۱

— ب —

باقی باللہؒ خواجہ ۱۷۴

Marfat.com

بایزید بسطامیؒ ۱۱۰ ، ۲۱۶ ، ۲۷۳
بشر بن حارث (دیکھیے بشر حافی)
بشر حافی ۴۱ ، ۴۲ ، ۱۱۱
بکیر بن محمد الحداد ۴۴
بُلّھے شاہ قادری ۱۶۸
بنان بن محمد ۲۰۱
بہاء الدین زکریا ۱۶۹
بہاء الدین نقشبند ۱۶۴
بہلول مجرد دریا شاہ ۱۷۷

— ت —

ترمذی، حکیم محمد بن علی ۱۸۳

— ث —

ثابت الخبار رازی ۲۰۴
ثعلب نحوی. ابوالعباس ۱۹۱

— ج —

جامی، ملا عبدالرحمٰن ۲۴ ، ۳۶ ، ۴۲ ، ۲۳ ، ۲۳ ، ۱۰۳ ، ۲۳۹
جبرائیلؑ
الجریری ۹۰ ، ۹۱ ، ۹۲ ، ۹۴ ، ۹۶ ، ۷۶ ، ۱۱۳ ، ۱۲۹ ،
۱۳۹ ، ۱۹۲ ، ۱۹۰ ، ۱۹۸ ، ۲۲۴
جعفر الصادق رضؓ ۱۶۹
جُنید نہاوندی ۲۳
جہانگیر اشرف سمنانی ۱۲۸

— ح —

حاتم اصم ۱۳۵
حارث محاسبی ۳۱ ، ۳۲ ، ۳۶ ، ۳۷ ، ۷۶ ، ۹۹ ،
۱۱۰ ، ۱۹۸ ، ۲۱۱ ، ۲۸۶
حارثہ بن نعمانؓ ، ابوعبداللہ ۸۶
حبیب عجمی ۱۴۰ ، ۱۴۲
حُجرویؒ ، شاہ مقیم ۱۶۸
حسن بصری ۱۴۰ ، ۱۴۲
حسن بن عرفہ ۳۰ ، ۴۰ ، ۴۱ ، ۶۴
حسن صابری ۲۹
حسن المسوحی ۴۲ ، ۱۹۹
حسینؓ سید الشہداء امام ۱۶۹
حسین شاہ ڈھڈ الاہوری ۱۷۷ ، ۱۳۹ ، ۱۲۷ ، ۱۵۸
الحلاج، حسین بن منصور ۴۴
حماد دباس، شیخ ۱۴۰
حماد قرشی بغدادی ، ابوعمرو ۵۲
حیات میر قادری ۱۷۷

— خ —

خطیب بغدادی ۷۵ ، ۲۰۰ ، ۱۴۲
خلف بن خلیفہ ۴۱
خیر النساج ۵۱

— د —

داراشکوہ ۹۴ ، ۱۰۴ ، ۱۳۵
داؤد طائیؒ ۱۴۱ ، ۱۴۲

Marfat.com

داؤد طائی ۱۹۰

درویزہ، اخوند ۱۳۴

درویش محمد خواجہ ۱۷۴

— ذ —

ذوالنون مصری ۱۹۴

— ر —

رشید احمد گنگوہی مولانا ۱۸۰

رکن عالم، شاہ ۱۹۹

روذباری، ابو علی ۳۶، ۱۴۴، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۵،
۱۹۱، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۳

رویم بن احمد ۷۲، ۱۰۴، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۷۱، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۷

— ز —

زاہد خواجہ ۱۷۴

زرکلی، خیر الدین ۱۰۴

زکریا علیہ السلام ۱۹۱

زیّات، ابو یعقوب ۳۱، ۴۳

زین العابدین، علی بن حسین، امام ۱۹۹

زیاد الکبیر الہمدانی ۲۰۳

زید بن حارثہؓ ۲۲۴

زینب ام المومنینؓ ۲۲۴

— س —

سبکی، تاج الدین ۳۶، ۳۸، ۹۷، ۹۹

السراج، ابو نصر ۹۱، ۱۴۰، ۱۴۷، ۱۹۹، ۲۰۸،
۲۱۰، ۲۲۹، ۲۳۲، ۲۴۷، ۲۵۳

سری سقطی ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳،
۳۶، ۳۷، ۴۴، ۴۷، ۷۰، ۷۳، ۷۶، ۹۱، ۹۹، ۱۰۶
۱۱۱، ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۵۹، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۳

سفیان بن عُیینہ ۲۹

سفیان ثوری ۳۸، ۳۹، ۴۱، ۷۶

سُلطان باہوؒ ۱۶۸

السلمی، ابو عبدالرحمٰن ۷۴، ۸۰، ۹۸، ۲۰۸، ۲۱۲

سمعانی ۳۶

سمنون المحب ۵۲، ۱۹۷، ۲۰۲

سیدی یوسف عجمی کورانی ۱۷۷

سیوطی، جلال الدین ۷۴

سہل تستری ۵۲، ۵۴، ۸۷، ۱۰۷، ۱۱۲، ۱۳۶،
۱۶۸، ۱۹۶، ۲۲۶، ۲۳۴، ۲۷۹

— ش —

شاذلیؒ، ابو الحسن ۲۷۴

شافعیؒ، محمد بن ادریس، امام ۳۶، ۳۹

شاہ کرمانی ۱۱۴

شبلی، ابوبکر ۷۱، ۹۲، ۱۰۴، ۱۰۸، ۱۳۰، ۱۳۵،
۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۴، ۱۳۵، ۱۵۰، ۱۷۰، ۱۸۵، ۱۸۸،
۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۳، ۱۹۸، ۲۱۹،

شریہ نورالدین ۱۵۷، ۱۹۰

الشعرانی، عبدالوہاب شیخ ۳۶، ۷۵، ۹۹، ۱۱۴، ۲۲۵

Marfat.com

۱۳۶، ۱۶۹، ۱۷۷، ۲۱۲
شعیب فردوسی، شاہ ۱۰۴
شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ ۳۹، ۱۰۷، ۱۷۱، ۲۲۲،
شہید علی پاشا ۵۷، ۱۱۱

— ص —

صدرالدین انصاری ۱۲۷
صدیق حسن بھوپالی قنوجی، نواب ۹۲، ۱۰۵

— ض —

ضیاءالدین سہروردی ۱۷۱

— ع —

عارف ریوگری ۱۷۳
عبدالحق محدث دہلوی، شیخ ۲۲۴، ۱۴۸، ۱۸۳، ۲۷۱
عبدالحی حبیبی، پروفیسر ۴۰
عبدالرحیم، شاہ ۱۷۵
عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ ۸۰، ۱۱۰، ۱۶۸، ۱۷۰، ۱۸۳، ۲۵۶
عبداللہ، سید ۱۷۵
عبداللہ بن احمد بن حنبل ۴۱، ۱۷۲
عبداللہ بن سعید بن کلاب ۱۱۶، ۱۸۷
عبداللہ بن علی ۱۲۰
عبداللہ بن المبارک ۴۱
عبداللہ بن محمد الرازی ۱۵۰
عبدالواحد تمیمی ۱۷۰
عبیداللہ احرار، خواجہ ۱۷۴
عثمان ہرونی، خواجہ ۱۴۸، ۲۳۲،
عطار، فریدالدین ۴۰، ۴۷، ۶۴، ۹۶، ۱۰۴، ۱۱۱، ۲۵۴
عفیفی، ابوالعلاء ۴۷۰
علاءالدین طوسی ۱۷۵
علاءالدین عطار، خواجہ ۱۷۴
علی ابن ابی طالبؓ ۸۹، ۹۰، ۱۹۹، ۱۷۰، ۲۲۴
علی بن بندار صیرفی ۱۱۰، ۱۹۷، ۱۹۸
علی بن سہل ۵۷، ۱۲۷، ۱۴۸
علی بن محمد بن حاتم ۶۱
علی بن ہارون الحربی ۱۵۷
علی حسن عبدالقادر، ڈاکٹر ۲۴، ۲۱۲
علی رامیتنی، خواجہ ۱۷۴
علی رضاؒ، امام ۳۲، ۱۹۹
عمر فاروقؓ ۲۳، ۱۲۴
عمرو بن عثمان مکی ۵۷، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۴۸، ۱۹۵، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۱۴، ۲۸۱
عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ۱۹۱

— غ —

غجدوانی، خواجہ عبدالخالق ۱۷۳
غزالی، حجۃ الاسلام ۱۱۰، ۲۱۶
غلام الخلیل ۵۹
غلام سرور لاہوری، مفتی ۹۳، ۲۰۱

Marfat.com

غیلان سمرقندی ۲۰۲

— ف —

فارس بغدادی ۷۹، ۸۸، ۱۸۸

فریدالدین مسعود گنج شکر ۸۸، ۹۲، ۹۴، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۲، ۲۹۴

— ق —

قاسم بن جُنید ۹۴

القشیری، ابوالقاسم ۷۲، ۹۸، ۱۸۴، ۲۱۲، ۲۴۲

القنطری ۳۱، ۳۲، ۴۲

— ک —

الکتانی، ابوبکر ۴۸

الکسائی، ابوبکر دینوری ۵۴، ۵۷، ۲۰۲، ۲۱۴

کعبی، ابوالقاسم معتزلی ۸۲، ۱۱۹

کلاباذی، امام ۶۰، ۲۱۱، ۲۶۰

الکلانسی ۳۱، ۳۲، ۴۱

کہمس بن حسین ہمدانی ۲۰۳

— گ —

گنج بخش (دیکھیے ہجویری)

— م —

ماسینوں، لوئی (مستشرق) ۱۵۸، ۲۱۲، ۲۰۴

مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی ۱۱۴، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۴۸، ۱۷۴، ۱۸۳

محفوظ کرخی ۱۹۷

محمد بابا سماسی، خواجہ

محمد باقرؑ، امام

محمد بن ابی الورد ۵۲

محمد بن احمد المفید ۲۳۱

محمد بن احمد الرزاق ۱۵۷

محمد بن عبداللہ الحافظ ۷۴

محمد بن علی بن جبیس ۷۹

محمد بن علی القصاب ۳۱، ۳۲، ۳۷، ۹۹، ۱۳۲،

محمد بن علیان نسوی نساوی ۲۰۱

محمد بن فرحان ۲۵۹

محمد بن فضل ۲۰۲

محمد بن منصور طوسی ۴۲

محمد باقر، امام ۱۹۹

محمد السمین ۵۲

محمد کاظم ۵۷، ۱۹۴، ۱۹۶

المرتعش ۱۴۹، ۱۸۸، ۱۹۳

معروف کرخی ۳۱، ۱۹۹، ۱۷۱، ۱۷۲

معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ ۱۴۸، ۲۵۵

مقتدر باللہ خلیفہ عباسی ۵۹

مقیم، شاہ حجروی (دیکھیے حجروی، شاہ مقیم)

المکانسی، عبداللہ ۶۰

ممشاد دینوری ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۵، ۱۹۴

منصور خلیفہ عباسی ۲۴

Marfat.com

منوچہر، ڈاکٹر حسن ۱۰۵
موسیٰ علیہ السلام ۱۶۱
موسیٰ پاک ۱۹۸
موسیٰ کاظم ۱۶۹
مؤتل الجصاص الشیرازی ۱۱۳

— ن —

ناصری، سید ۲۳۵
نانک گورو ۱۲۸
نجم الدین فردوسی ۱۷۵
نخشبی، ابوتراب ۴۳، ۱۹۵
نصیرالدین خواجہ چراغ دہلی ۲۵۶
نظام الدین اولیاء، خواجہ ۴۹، ۶۴، ۸۹، ۱۸۵، ۲۳۷، ۲۶۴، ۲۷۹، ۲۷۱
نعمت اللہ ولی کرمانی، نورالدین ۱۷۷
نوری، ابوالحسین ۸۰، ۱۰۴، ۱۳۹، ۱۴۲، ۱۳۵، ۱۴۶، ۱۶۵، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۳۰، ۲۷۱

— و —

وجیہہ الدین سہروردی ۱۷۱
ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ ۱۳۲، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۸، ۱۸۴

— ھ —

ہاشم میر ۱۷۷
ہجویری سید علی، گنج بخش ۱۰۲، ۱۳۵، ۱۴۸، ۱۹۵، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۸۰، ۱۸۲، ۲۲۱، ۲۰۸، ۲۲۹، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۷۶
ہروی، عبداللہ انصاری، شیخ الاسلام ۴۲، ۵۲، ۸۶، ۹۵، ۹۷، ۹۸، ۲۰۰
ہمام بن حارث ۲۳۹
ہوار (مستشرق) ۹۵

— ی —

یافعی محمد بن عبداللہ، امام ۴۶، ۱۰۰، ۱۱۲
یحییٰ علیہ السلام ۱۶۱
یحییٰ بن معاذ رازی ۵۴، ۱۲۸، ۲۱۴، ۲۱۵
یحییٰ منیری ۱۴۶
یزید بن ہارون ۲۹
یعقوب علیہ السلام ۷۰
یعقوب بن الولید ۲۰۰
یعقوب چرخی، خواجہ ۱۷۴
یوسف علیہ السلام ۷۰
یوسف بن حسین رازی ۵۳
یوسف ہمدانی، خواجہ ۱۷۳

Marfat.com

اسماء الاماکن

آذربائیجان ۳۸

آرمینیہ ۳۸

استنبول ۲۱۱ ، ۲۱۲ ، ۲۱۴

اصفہان ۵۷ ، ۲۲۲

الجزائر ۲۷۷

اہواز ۴۰

ایران ۲۳ ، ۱۹۳

برلین (جرمنی) ۲۱۱

بصرہ ۵۴ ، ۱۰۷ ، ۱۴۰ ، ۲۰۳ ، ۲۳۴ ، ۲۶۸

بغداد ۲۴ ، ۲۸ ، ۳۶ ، ۳۷ ، ۳۸ ، ۴۱ ، ۵۲ ، ۵۴ ،
۵۵ ، ۵۷ ، ۱۰۷ ، ۱۰۹ ، ۱۱۹ ، ۱۲۶ ، ۱۳۹ ، ۱۴۷ ، ۱۶۰ ،
۱۸۸ ، ۱۸۹ ، ۱۹۰ ، ۱۹۱ ، ۱۹۲ ، ۱۹۳ ، ۱۹۷ ، ۱۹۸ ،
۲۰۳ ، ۲۳۴

پاکستان ۱۶۸

پنجاب ۱۶۸

تیونس ۱۷۷

جبال (ایران) ۲۳

جدہ ۱۹۷

حجاز ۳۹ ، ۴۷ ، ۴۹

خراسان ۱۶۸ ، ۱۹۸ ، ۲۰۱ ، ۲۷۰

دمشق ۱۹۵

واسط ۲۰۱

رملہ ۱۹۴ ، ۲۰۰ ، ۱۰۴

رے ۲۰۱

سندھ ۱۶۸

شام ۵۴ ، ۱۰۹ ، ۱۹۸ ، ۲۷۰

شونیزیہ ۳۶ ، ۴۴

شیراز ۲۰۰

طرطوس ۲۰۵

قاہرہ ۵۷ ، ۱۱۱ ، ۱۱۲

قلانس ۴۱

کرنبا ۴۰

کشمیر ۱۶۸

ماوراءالنہر ۳۲

مدینہ منورہ ۴۹

مراکش ۱۷۷

مرو ۴۱

مصر ۱۷۷ ، ۱۹۱ ، ۱۹۷ ، ۱۹۹ ، ۲۰۱

مکہ مکرمہ ۴۱ ، ۴۸ ، ۵۳ ، ۱۹۶ ، ۱۹۷ ، ۱۹۸ ،
۱۲۹ ، ۲۰۳ ، ۲۳۳ ، ۲۵۶

نہاوند ۲۳

نیشاپور ۵۳ ، ۵۴ ، ۱۰۹ ، ۱۸۷ ، ۲۰۱ ، ۲۰۲

ہسپانیہ ۱۹۹

[illegible] ۲۳ ، ۲۰۳

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

مقدمات و بیانات اکابر

تحریک ترکِ موالات (حکومتِ برطانیہ سے بائیکاٹ) برصغیر پاک و ہند کی اہم تحریک اور برصغیر کی آزادی کا اہم سنگِ میل تھی۔ جب شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے حکم پر ترکِ موالات کا فتویٰ دیا گیا اور ہندوستان کے پانچ صد مشاہیر علماء نے اس کی تصدیق و توثیق کی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ انگریز کی نوکری حرام اور اس کے ساتھ تعاون ناجائز ہے۔ پورے ملک میں اس فتویٰ کو عام کرنے کے لئے جلسے ہوئے۔ مولانا آزادؒ نے کفن بردوش اس کا اعلان کیا۔ مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے بشمول کراچی دوسرے بڑے شہروں میں تقریریں کیں۔ مولانا آزادؒ پر کلکتہ میں اور دوسرے حضرات پر کراچی میں بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلا۔ مولانا آزادؒ کا عدالتی بیان قولِ فیصل کے نام سے اور ان حضرات کا مقدمہ کراچی کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوتا رہا ہے۔ ہم نے ان بیانات کو یکجا کر دیا ہے۔ ان حضرات کے بیانات دنیا کی عدالتی تاریخ میں ریکارڈ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس طرح یہ بات درست ہے کہ ایورسٹ دنیا کی بلند ترین چوٹی ہے اسی طرح اس بات میں بھی کوئی مبالغہ نہیں کہ یہ بیانات دلائل کی پختگی اور ادب و خطابت کے شکوہ اور حب الوطنی کا ایسا شاہکار ہیں کہ دنیا کی کسی بھی عدالت میں ایسے بالا و بلند بیانات نہیں ہوئے۔ دنیا کے تمام عدالتی بیان اُن کے سامنے گرد نظر آتے ہیں۔ فتویٰ ترکِ موالات (بائیکاٹ)، علماء کی تصدیقات، سی آئی ڈی کی رپورٹیں، حضرات کے عدالت میں بیانات، عدالت کا فیصلہ، اس پر مولانا جوہرؒ کا محاکمہ اور بیگم آزادؒ کا تاثر، مولانا آزادؒ کے پیامات وغیرہ پر یہ کتاب مشتمل ہے، مولانا مدنیؒ کا اس میں وہ بیان شامل ہے جس کو سن کر مولانا جوہرؒ نے بے اختیار ہو کر عدالت ہی میں مولانا مدنیؒ کے پاؤں چوم لیے تھے۔

قیمت : ۲۵ روپے

اختلاف الائمہ

محدثین و ائمہ حضرات میں مسائل کے بارے میں جو اختلاف پایا جاتا ہے۔ وہ کیوں ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ اور ایسا اختلاف مستحسن ہے۔ اس کے بارے میں اس کتاب کا پایہ بہت بلند ہے۔ تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ عکسی طباعت قیمت [illegible] روپے

Marfat.com

غبارِ خاطر

ابوالکلام آزاد

تاج محل شاہجہان کے تعمیراتی حسنِ ذوق کا آئینہ دار سہی تاہم کروڑوں روپے کا مرہونِ منّت ہے ___ 'غبارِ خاطر' ابوالکلام کے قلم کا ایسا شاہکار ہے جو اسارتِ قلعۂ احمد نگر کی صرف چند صبحوں کی یادگار ہے جو یادِ حبیب میں صرف ہوئیں۔ اگر کسی عاشقِ صادق کے پاس آج بھی اربوں روپیہ ہو تو وہ تاج محل ایسی عجوبۂ روزگار عمارت تعمیر کر سکتا ہے لیکن غبارِ خاطر ایسا ادبِ لطیف کا مرقع کوئی تخلیق نہیں کر سکتا کہ وہ صرف ابوالکلام کے قلم کا بانکپن ہے جو ابوالکلام کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ اہلِ نظر کا خیال ہے کہ غبارِ خاطر کو اگر عماراتی رُوپ دیا جائے تو وہ تاج محل کو شرمائے لیکن تاج محل اگر کتابی صورت اختیار کرے تو اس کا حسن غبارِ خاطر کے سامنے ماند پڑ جائے۔ اُردو زبان میں اپنی طرز کے شہنشاہ تھے اور غبارِ خاطر ان کا ادبی شاہکار۔

ہم نے قوسِ قزح سے رنگ مستعار لے کر کتابت۔ طباعت اور جلد میں وہی حسن، لطافت اور نزاکت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جو غبارِ خاطر میں پائی جاتی ہے اس طرح اہلِ ذوق کی نظر کے سامان کے ساتھ ساتھ خود مولانا کے مذاقِ سلیم اور خواہش کی بھی تکمیل ہو گئی ہے جس کی حسرت وہ اپنے ساتھ لے گئے۔

قیمت اعلیٰ ایڈیشن —/۴۰ روپے	○	سہ رنگ طباعت	زیرِ طبع
سادہ ایڈیشن —/۲۰ روپے		رنگدار طباعت	

مشاہدالتّوحید

ملک حسن علی بی اے (جامعی)

اس کتاب میں قرآنی تصوّرِ توحید اور اس کے تمام گوشوں کو قرآنِ پاک کی روشنی میں نہایت عمدہ اسلوب کے ساتھ سلیس اور شگفتہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ علمی حلقوں میں بہت زیادہ پسند کی گئی ہے۔ قیمت مجلّد :/۱۰ روپے

Marfat.com

شاد باش و شاد زی اے سرزمینِ دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

اکابرِ دیوبند کون تھے —— اور —— انہوں نے کس طرح دین کی حفاظت کی
—— ہمارے اکابر نے کیا کیا دیکھا ؟ ——
حبسِ دوام — تختۂ دار — جیل کی کوٹھڑی — جلا وطنی — کالا پانی —— اور اس کے بدلے
—— ملک و ملت اور دُنیا کو کیا دیا —— صحیح دین ۔ خالص توحید ——
عشقِ رسالت — احترامِ اسلاف — علم و عمل کی دولت —— مُلکی آزادی ——
اور —— سلطنت برطانیہ کا جاہ و جلال اور غرور خاک میں ملا دیا ——
یہ لوگ —— قید و بند سے گزرے —— ملک بدر ہوئے —— شعلوں میں کودے
آگ سے کھیلے —— اور —— طوفانوں سے ٹکرائے ——
اِس داستانِ عشق و وفا کو ہماری کتاب

بیس (۲۰) بڑے مسلمان

—— میں مطالعہ کیجئے ——

صد سالہ دینی جدوجہد — تحریکِ آزادی —— اور اشاعتِ کتاب وسُنّت کا تذکرہ
گزشتہ سو سال کی علمی ۔ دینی ۔ سیاسی ، ادبی ، مُلکی ، ملی تاریخ کا تابناک پہلو ،
اُردو زبان کے علمی ذخیرۂ کتب میں ایک گرانمایہ کتاب کا اضافہ

تیسرا ایڈیشن قیمت ۶۰/ روپے

Marfat.com

کتاب الفقہ

علی المذاہب الاربعہ

تالیف : عبدالرحمٰن الجزیری　　　(چار جلدوں میں)　　　ترجمہ: منظور احمد عباسی

ججوں ، وکیلوں ، علماء اور اہلِ علم و دانش کے لئے اسلامی فقہ و قانون اور مسائل و احکام پر مشتمل مستند معتبر ذخیرہ حکومتِ مصر کی وزارتِ اوقاف نے وقت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کتاب کو مرتب کرا کر شائع کیا محکمہ اوقاف پنجاب نے کتاب کی افادیت و اہمیت کے پیشِ نظر زرِ کثیر صرف کر کے اردو ترجمہ کرا کر بڑے اہتمام سے عمدہ اُردو ٹائپ میں شائع کرایا ہے۔ کتاب کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ مسلمانوں کے چاروں فقہی مسلک (حنفی ، شافعی ، مالکی اور حنبلی) بیان کیے گئے ہیں مصنف کتاب تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس کتاب میں صرف ان مسائل کا ذکر کیا گیا ہے جو ائمہ فقہا کے نزدیک قابلِ اعتماد اور لائق تقلید ہیں"

کوئی اور ناشر شائع کرتا تو کتاب گراں ہوتی۔ لیکن محکمہ اوقاف نے افادۂ عام کی خاطر اعلیٰ ترین معیار کاغذ و طباعت کے باوجود کم قیمت رکھی ہے۔ مضبوط سنہری ڈائی دار جلد، نفیس آفسٹ کاغذ، عمدہ ٹائپ کلاں سائز ______

جلد اول ۱۲۱۸ صفحات -/۶۵ روپے،　　　جلد دوم ۸۸۴ صفحات -/۵۰ روپے

جلد سوم ۵۰۰ صفحات -/۴۵ روپے　　　جلد چہارم زیر طبع۔

"ہم خصوصی کمیشن ۲۰ فیصد پر مہیا کریں گے"

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com